اسلاف کے حیرت انگیز واقعات

محبوب العلماء والصلحاء دنیائے اسلام کے عظیم روحانی پیشوا

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مدظلہم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اسلاف کے
حیرت انگیز واقعات

منفرد اصلاحی، تربیتی اور دینی تحفہ

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

ہر شخص چاہتا ہے کہ وہ تحفے میں بہترین چیز پیش کرے۔

کیا آپ جانتے ہیں کہ ایک مسلمان کے لیے دوسرے مسلمان کی طرف سے سب سے بہترین چیز کیا ہے؟

❶ ......یاد رکھیے ایک مسلمان کے لیے سب سے بہترین تحفہ ''دینی علوم سے واقفیت ہے'' اپنے دوستوں اور عزیزوں کو یہ کتاب ہدیے میں پیش کر کے ہم ''تَھَادَوْا تَحَابُّوْا'' والی حدیث پر عمل کر سکتے ہیں جس کا معنی ہے کہ:

''تم ایک دوسرے کو ہدیہ لیا دیا کرو آپس میں محبت بڑھے گی۔''

❷ ......اس کتاب کا مطالعہ کرنے کے بعد اگر آپ محسوس کریں کہ یہ آپ کے گھر والوں، رشتہ داروں، دفتر کے ساتھیوں، کاروباری حلقوں، اور معاشرے کے دیگر افراد بشمول اسکول، کالج اور مدارس کے طلبہ کے لیے مفید ہے تو آپ کا انہیں یہ کتاب تحفے میں پیش کرنا آخرت میں سرمایہ کاری اور سماجی ذمہ داری کی ادائیگی کا حصہ ہوگا۔

❸ ......نیکی کے پھیلانے، علمِ دین اور کتابوں کی اشاعت کا ثواب حاصل کر سکتے ہیں۔

لہٰذا اس کتاب کو زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچائیں۔ محلے کی مسجد، لائبریری، کلینک، محلے کے اسکول اور مدرسے کی لائبریری تک پہنچا کر معاشرے کی اصلاح میں معاون و مددگار بنیے۔

❹ ......کتاب کو ہدیے میں دے کر آپ علمی دوست بن سکتے ہیں اور دوسرے لوگوں کو بھی بنا سکتے ہیں، اس لیے کہ کتاب جہاں کہیں بھی رکھی جاتی ہے وہ لوگوں کو پڑھنے کی طرف دعوت دیتی ہے اور جب لوگ دینی، معاشرتی اور اخلاقی احکام وہدایات سے باخبر ہوں گے تو ان شاء اللہ تعالیٰ باعمل بھی ہوں گے۔

❺ ......اگر اللہ تعالیٰ نے گنجائش عطا کی ہو تو کم از کم دس کتابوں کو لے کر والدین اور اساتذہ کرام کے ایصالِ ثواب کے لیے وقف کر دیں، یا رشتہ داروں، دوستوں کو خوشی کے مواقع پر پیش کر کے دین اور دنیا کے فوائد اپنایئے۔

کتاب دے دینا ہمارا کام ہے، مطالعہ کی توفیق اور پھر ہدایت دینا اللہ تعالیٰ کا کام ہے، ہم اپنا کام پورا کرنے کی کوشش کریں گے تو اللہ تعالیٰ ہماری مدد فرما کر مطلوبہ نتائج بھی ظاہر فرمائیں گے۔

ہدیہ مبارکہ
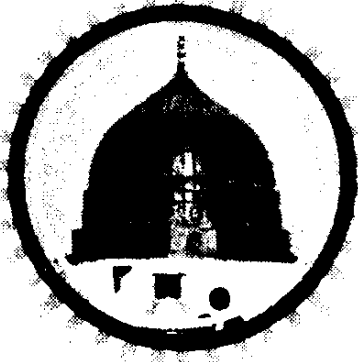
منجانب: .... **From:**

الیٰ: .... **To:**

اسلاف کے
حیرت انگیز واقعات
محبوب العلماء والصلحاء دنیائے اسلام کے عظیم روحانی پیشوا
حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مدظلہم
www.besturdubooks.net
شعبہ تحقیق و تصنیف
دار المطالعہ
بالمقابل جامع مسجد اللہ والی حاصل پور شہر ضلع بہاولپور پاکستان
E.mail:darulmutaliah@yahoo.com
Phone:062-2442059

محمد عابد شریف

نے لعل سٹار پریس لاہور سے چھپوا کر

شعبہ تحقیق و تصنیف

دارالمطالعہ

بالمقابل جامع مسجد اللہ والی حاصل پور شہر ضلع بہاولپور پاکستان

سے شائع کی

عرض ناشر: الحمد للہ اگرچہ ہم نے کتاب کی تصحیح و طباعت میں ہر ممکن احتیاط سے کام لیا ہے لیکن کبھی کبھی کتابت، طباعت اور جلد سازی میں سہواً غلطی ہو جاتی ہے۔ اگر کسی صاحب کو ایسی کسی غلطی کا علم ہو تو براہ کرم مطلع فرما کر ممنون فرمائیں

ملک بھر کے ہر چھوٹے بڑے کتب خانے سے طلب فرمائیں

062-2442059-0333-2442059

فہرست مضامین

عنوانات	صفحہ نمبر

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

عرض ناشر

''اسلاف کے حیرت انگیز واقعات'' میں مقدس ہستیوں، مقربان بارگاہ الٰہی اور اہل علم و فضل کے واقعات ہیں۔ جن کی روحانیت، علم، دینداری سے الحمد للہ پورا عالم مستفید ہورہا ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے ہم اکثر و بیشتر کتابیں پڑھتے رہتے ہیں لیکن اہل تقویٰ کے واقعات انسانی زندگی پر ایک گہرا اثر چھوڑے بغیر نہیں رہتے۔ پھر اللہ رب العزت کا احسان ہے۔ ''اسلاف کے حیرت انگیز واقعات'' اس شخصیت کے بیان کردہ ہیں۔ جن کی خاموشی اور تقویٰ کا رنگ دلوں کو مسخر کرتا چلا جاتا ہے۔ جن کی توجہ سے دلوں کی کدورت دور ہوتی ہوئی نظر آتی ہے۔ حضرت دامت برکاتہم کی مجلس کا ایک ایک لمحہ زندگی کا رخ بدلنے، خیالات کا دھارا موڑنے اور رجوع الی اللہ کے لیے کافی ہوتا ہے۔ حضرت دامت برکاتہم کی نظر کیمیا روحوں کو اجلا، خیالات کو پاکیزہ اور اعمال کو صالح بناتی ہے۔

آج کے اس پرفتن حالات میں اکابرین کے حالات، سوانح پڑھ کر ان کو سرمایہ حیات بنانے سے انسان بہت سے فتنوں سے بچ سکتا ہے۔ اللہ کرے یہ واقعات ہماری ایمانی جلا، آبیاری کے لیے بیش بہا خزینہ ثابت ہوں۔ ہمارے ذہن کے اوراق پر ایسے ابدی نقوش چھوڑ جائیں کہ ان کے مطالعہ سے دل کے ظلمت کدہ کو اللہ رب العزت روحانیت کے نور سے منور فرمادیں۔

اُحِبُّ الصّٰالِحِیْنَ وَلَستُ مِنْهُمْ
لَعَلَّ اللّٰهَ یَرْزُقُنِیْ صَلَاحًا

یہ واقعات خطبات فقیر کی مختلف جلدوں میں بھی موجود ہیں۔ جنہیں ہمارے حضرت اقدس دامت برکاتہم کے ناشر ادارہ ''مکتبۃ الفقیر'' نے شائع کیا ہے۔
اللہ تعالیٰ ناشرین کی اس کوشش کو شرف قبولیت بخشے۔ آمین بحرمۃ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

دعاؤں کا طالب
عاجز
محمد زاہد راشدی
شعبہ تحقیق و تصنیف دار المطالعہ جامع مسجد اللہ والی
حاصل پور شہر ضلع بہاولپور

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ كَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى اَمَّا بَعْدُ:
فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○
يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ○
وقال رسول اللّٰه صلی اللہ علیہ وسلم اَلْبَرْكَةُ مَعَ اَكَابِرِكُمْ
سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ○ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ○
وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○
اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ
اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ
اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ

دو عظیم نعمتیں

امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ رب العزت نے دو نعمتیں عطا کیں، ایک کلام اللہ اور دوسری سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ ایک علم کامل، دوسری عمل کامل۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خلق عظیم کے حامل تھے۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کے بارے میں بتائیں؟ فرمایا "كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآن" نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق قرآن ہیں۔ گویا جو قرآن کو مجسم شکل میں دیکھنا چاہے تو وہ میرے محبوب کو دیکھ لے۔ شیخ الاسلام حضرت قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ قرآن کی عملی تفسیر حیات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم، ذات وصفات کی آیتیں عقائد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم، احکام کی آیتیں اعمال نبوی صلی اللہ علیہ وسلم، مہر ورحمت کی آیتیں جمال نبوی صلی اللہ علیہ وسلم، دعوت الی اللہ کی آیتیں بقائیت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم، نفی غیر کی آیتیں خلوت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم، قہر وغضب کی آیتیں جلال نبوی صلی اللہ علیہ وسلم، توجہ الی اللہ کی آیتیں فنائیت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور اثبات حق کی آیتیں جلوت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم، گویا جس طرح قرآن کے علمی عجائبات کی انتہا

نہیں اسی طرح سنت کے علمی عجائبات کی انتہا نہیں۔ اللہ اکبر کبیرا

عظمت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات کا نمونہ ہیں کیوں کہ استاد کے کمالات ہمیشہ شاگردوں کے ذریعے ہی معلوم ہوتے ہیں۔ ہر صحابیؓ نبوت کی دلیل بنا اس دنیا سے جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے تو کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہؓ موجود تھے۔ اور اتنے ہی انبیاء کرام علیہم السلام دنیا میں گزرے، ان صحابہؓ میں سے ۳۱۳ بدری صحابہؓ اور انبیاء علیہم السلام میں سے جو رسول علیہم السلام گزرے وہ بھی ۳۱۳ تھے۔ ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے چار خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم بنے جبکہ انبیاء کرام علیہم السلام میں سے صاحب کتاب انبیاء علیہم السلام بھی چار تھے۔ تو معلوم ہوا کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا میں تشریف لے جانے لگے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوا لاکھ انبیاء کرام علیم السلام کے کمالات کو صحابہ کرامؓ میں منتقل کر دیا۔ اس لیے ہر صحابی رضی اللہ عنہ کسی نہ کسی ایک نبی علیہ السلام کے کمالات کا وارث بنا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَلصَّحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّهِمْ اِقْتَدَیْتُمْ اِهْتَدَیْتُمْ))

"میرے صحابہ ستاروں کی مانند [illegible] ان میں سے جس کی بھی پیروی کروگے، ہدایت پا جاؤ گے"

((اَلصَّحَابَةُ كُلُّهُمْ عَدُوْلٌ))

"سب کے سب صحابہ رضی اللہ عنہم عدل کرنے والے تھے"

یہ وہی حضرات تھے جن کے سراپا کے بارے میں تورات اور انجیل میں بھی علامات آئی ہیں۔ اللہ رب العزت نے دنیا ہی میں ان حضرات کو جنت کی بشارتیں عطا فرما دیں۔ یہ ایسے ہی نہیں ہوا بلکہ ان کا اللہ تعالیٰ نے باقاعدہ امتحان لیا جس کے بعد انہیں اپنی رضامندی کا سرٹیفکیٹ عطا فرمایا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى﴾

یہ وہ لوگ تھے جن کا امتحان اللہ نے لیا۔ پیپر کونسا تھا؟ فرمایا تقوی کا۔ پھر پروردگار نے خود نتیجہ نکالا کہ:

﴿اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا﴾

وہ پکے سچے مومن ہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا فقہی اختلاف ہمارے لیے رحمت ہے

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایک ہی استاد جب اپنے شاگردوں کو ٹریننگ دیتا ہے ان کے اعمال ایک جیسے ہونے چاہئیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بھی ایک ہی استاد تھے، ان کے اعمال میں کیوں فرق ہے؟ حکمت اس میں یہ ہے کہ اعمال کے فرق کا اللہ تعالیٰ نے ہمیں فائدہ دیا ہے کہ ہم اپنی صورتحال کے مطابق ان میں سے کسی ایک کی پیروی کریں۔ مثال کے طور پر نبی کریم ﷺ نے اللہ کے راستے پر خرچ کرنے کا حکم دیا۔ اب اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کی چار صورتیں ممکن ہیں۔ پہلی صورت یہ کہ آدمی عشق الٰہی میں اتنا مست ہو کہ جو کچھ ہو سب کا سب اللہ کے راستے میں خرچ کر دے اگر یہ صورت ہے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے نقش قدم پر ہے اور اگر کبھی یہ صورت حال ہوتی ہے کہ اس کی زندگی میں توازن ہے یعنی دین و دنیا دونوں میں اس نے توازن رکھا ہوا ہے تو وہ آدھا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرے اور بقیہ آدھا اپنے اہل وعیال کی ضروریات کے لیے رکھے۔ ایسے شخص کے لیے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے راستے کے قدم موجود ہیں۔ تیسری صورت یہ کہ بعض اوقات انسان کو اللہ تعالیٰ اتنا غنی بنا دیتے ہیں کہ وہ جتنا بھی خرچ کرے اس کے مال میں کچھ فرق نہیں پڑتا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی زندگی میں ان لوگوں کے لیے نشانیاں موجود ہیں چوتھی صورت یہ کہ کبھی انسان پر فقر و فاقہ کا ایسا معاملہ ہوتا ہے کہ اس کے پاس دینے کے لیے کچھ بھی نہیں ہوتا تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی زندگی اس کے لیے مینارہ نور ہے کیوں کہ ان پر پوری زندگی میں کبھی زکوۃ فرض ہی نہیں ہوئی، کبھی کچھ جمع ہی نہیں کیا اب ان چاروں صورتوں میں سے انسان جس حال میں بھی ہو اس کے لیے صحابہ کرام رضی اللہ

عنہم کی زندگیوں میں نمونے موجود ہیں۔ پس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حالات میں اللہ تعالیٰ نے امت کے لیے وسعت پیدا کردی۔

خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی بلندیوں کی ترتیب

جوحضرات خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم بنے وہ اپنے مقام کی بلندیوں کی ترتیب سے بنے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سب سے پہلے خلیفہ ہیں اور اسلام بھی سب سے پہلے انہوں نے قبول کیا۔ یادرکھیے جب سورج نکلتا ہے تو اس کی روشنی سب سے پہلے اس عمارت پر پڑتی ہے جوسب سے بلند وبالا ہوتی ہے۔ اسی طرح جب نبوت کا سورج طلوع ہوتو اس کی روشنی سب سے پہلے اس شخصیت پر پڑی جو اس امت میں سب سے بلند وبالاتھی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے قرابت اور رشتہ داری کا معیار سامنے رکھا جائے تو بھی خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی ترتیب آسانی سے سمجھ آسکتی ہے۔ شرعاً وعرفاً سسر کا مرتبہ داماد کے مرتبے سے زیادہ ہوتا ہے۔ کیوں کہ سسر باپ کی مانند اور داماد بیٹے کی مانند ہوتا ہے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اسلام میں بھی پہلے داخل ہوئے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سسر بھی بنے لہٰذا پہلے خلیفہ بنے۔ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ دونوں داماد تھے مگر عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے نصیب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دو بیٹیاں آئیں۔ اس لیے ذی النورین کہلائے۔ پس وہ تیسرے خلیفہ بنے جبکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ چوتھے خلیفہ بنے۔

خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کا تکیہ کلام

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا تکیہ کلام لاالـــہ الااللہ تھا۔ یعنی زبان پر اکثر اوقات یہ الفاظ رہتے تھے اس کی وجہ یہ تھی کہ مشاہدہ حق میں اس قدر استغراق نصیب تھا کہ ان کی نگاہ ماسوا کی طرف اٹھتی ہی نہیں تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا تکیہ کلام اللّٰہ اکبـــر تھا۔ گویا نظر غیر کی طرف اٹھتی تو تھی مگر تحقیق کی نظر تھی نظر پہچانتی تھی کہ یہ سب ہیچ ہے۔ عظمتوں والی ذات تو صرف اللہ کی ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا تکیہ کلام تھا الحمد للہ ان کو مقام تحمید نصیب تھا

گویا اللہ رب العزت کی طرف توجہ کامل تھی مگر جب کبھی غیر کی طرف نظر اٹھتی تو غیر کے نقائص پر ہی پڑتی تھی۔ سوچتے تھے کہ مخلوق میں تو عیوب ہیں اور عیوب سے پاک فقط ایک ہی ذات ہے اس لیے بے اختیار زبان پر الحمد للہ آ جاتا تھا۔ اور سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کا تکیہ کلام سبحان اللہ تھا۔ کیوں؟ اس لیے کہ ان کو مشاہدہ حق میں کمال تو حاصل تھا لیکن اگر مخلوق کی طرف نظر اٹھتی بھی تو مخلوق کے کمالات پر پڑتی تھی تو وہ بے اختیار سبحان اللہ کہتے تھے کہ اے کمال والے! تو خود کتنی عظمتوں والا ہے کہ تو نے مخلوق میں بھی ایسی صفات پیدا کر دی ہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دو بہترین اوصاف

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں دو باتیں بہت خاص تھیں۔ ایک تو عشق نبوی ﷺ میں ان کو نکتہ کمال حاصل تھا اور دوسرا اتباع رسول ﷺ میں ان کو انتہا کا مقام نصیب تھا۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ: نبی علیہ السلام جب جنت میں تشریف لے گئے تو کسی کے چلنے کی آواز آرہی تھی پوچھا: جبرائیل علیہ السلام یہ آواز کیسی؟ جبرائیل علیہ السلام کہنے لگے: اے اللہ کے محبوب ﷺ! آپ کے غلام بلال رضی اللہ عنہ کے چلنے کی آواز ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ مرتبہ ہے کہ زمین پر چلتے ہیں عرش پہ آواز سنائی دیتی ہے۔

ایمان کی وجہ سے انسان کی عزت و عظمت ہے۔ ایمان نہیں تو قریبی رشتہ داری بھی کوئی فائدہ نہیں دے گی۔ حتیٰ کہ وقت کے نبی علیہ السلام کا بیٹا ہو، وقت کے نبی علیہ السلام کا باپ ہو، وقت کے نبی علیہ السلام کا چچا ہو، ایسی رشتہ داری کوئی فائدہ نہیں دیتی۔ مثال کے طور پر:

۞...... حضرت نوح علیہ السلام وقت کے پیغمبر ہیں بیٹے کو سمجھاتے ہیں:

﴿يٰبُنَيَّ ارْكَبْ مَّعَنَا وَلَا تَكُنْ مَّعَ الْكٰفِرِيْنَ﴾ (ہود:۴۲)

"اے بیٹے! ہمارے ساتھ چڑھ جاؤ اس کشتی پر ہمارے ساتھ رہو آجاؤ کافروں کے ساتھ نہ رہنا"

وہ کہنے لگا:

﴿سَاٰوِیْٓ اِلٰی جَبَلٍ یَّعْصِمُنِیْ مِنَ الْمَآءِ﴾

''میں پہاڑ پہ چڑھ جاؤں گا پانی سے بچ جاؤں گا''

﴿قَالَ لَاعَاصِمَ الْیَوْمَ مِنْ اَمْرِاللّٰہِ اِلَّامَنْ رَّحِمَ﴾

''فرمانے لگے: بیٹے آج تجھے اللہ کے حکم کے سوا کوئی چیز نہیں بچا سکے گی''

اگلی بات کر ہی رہے تھے:

﴿وَحَالَ بَیْنَھُمَا الْمَوْجُ فَکَانَ مِنَ الْمُغْرَقِیْنَ﴾ (ہود:۴۳)

ایک لہر اٹھی اور وقت کے نبی علیہ السلام کے سامنے ان کا بیٹا پانی میں غرق ہوگیا۔ رشتہ داری کام نہ آئی۔

......آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا والد ہے مگر باپ ہونے کا ناتا کام نہ آیا۔

......ابولہب نبی علیہ السلام کا چچا مگر فرما دیا:

﴿تَبَّتْ یَدَآ اَبِیْ لَھَبٍ وَّتَبَّ ○ مَآ اَغْنٰی عَنْہُ مَالُہٗ وَمَا کَسَبَ ○ سَیَصْلٰی نَارًا﴾ (اللھب:۱تا۳)

دیکھا! محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ہیں سیصلی نارا اس کے بارے میں کہہ دیا۔

چچی وَامْرَاَتُہٗ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ وہ بھی ساتھ

قریبی رشتہ داریاں ہیں مگر ایمان نہ ہونے کی وجہ سے کام نہیں آرہے۔ ہاں! قریبی رشتہ داری ہو اور ایمان بھی تو یہ چیز ''نور علی نور'' ہو جاتی ہے۔

ترتیب خلافت...... بقدر قرابت

کلمہ پڑھ کر عباس رضی اللہ عنہ بنتے ہیں اور عباس رضی اللہ عنہ کا نام قیامت تک جمعوں کے خطبوں کے اندر لیا جاتا ہے، یہی بات ہے نا' جیسے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا نام بلند کیا ویسے ان کے اقربا کا نام بھی بلند کر دیا۔ خطبوں میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا نام ہے، سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا نام ہے سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا نام ہے، سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ کا نام ہے۔ کیوں؟ ان کے اندر

ایمان بھی تھا اور رشتہ داریاں بھی تھیں نور علی نور۔ اور رشتہ داری جتنی قریبی تھی اسی حساب سے ان کی خلافت کی ترتیب ہے۔

دیکھیں۔ ایک آدمی کا سسر باپ کی مانند ہوتا ہے اور داماد بیٹے کی مانند ہوتا ہے رشتے میں سسر کا درجہ بڑا نسبتاً داماد کا درجہ چھوٹا ہوتا ہے۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ساتھ نبی علیہ السلام کا کیا رشتہ تھا؟ رشتے میں سسر تھے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا رشتہ کیا تھا؟ وہ بھی سسر تھے، ان دونوں کو اللہ تعالیٰ نے پہلے قبول کرلیا۔

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ یہ دونوں داماد تھے۔ پہلے داماد بھی وہ جس کے ہاں دو بیٹیاں۔ جس کے ساتھ دو بیٹیوں کا نکاح ہوا اس کا رتبہ پہلے ہے۔

نبی علیہ السلام نے فرمایا:

((خَیْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِیْ)) (مسند البزار، رقم: ۴۰۸)

اب یہ جو قرنی کا لفظ ہے اس کا ایک ایک حرف ہر خلیفہ کے نام کا آخری حرف ہے۔ صدیق کی "ق" عمر کی "ر" عثمان کا "ن" اور علی کی "ی"۔ قرنی کا لفظ ہی بتا رہا ہے۔ اور ویسے بھی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا نام تھا ابوبکر۔ جتنے بھی الفاظ ہوں جن کا مادہ ب ک ر نکلے ان کا ترجمہ ہوتا ہے اپنی جنس میں سب سے پہلے۔ مثلاً "بکور" موسم کا سب سے پہلے آنے والا پھل۔

بکر صبح کا وقت۔ باکرہ کنواری لڑکی جو پہلی مرتبہ کسی مرد کا چہرہ دیکھ رہی ہو۔

بکور، بکرہ، باکرہ یہ الفاظ بھی بتا رہے ہیں کہ جب مادہ ب ک ر ہوتا ہے تو اپنی جنس میں سب سے آگے ہوتا ہے۔

ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی اپنی جنس میں سب سے آگے ہیں۔ ان کا نام بتا رہا ہے کہ یہ ایمان لانے والے سب سے آگے ہیں۔ اللہ رب العزت نے ان کو مقام عطا فرمایا۔ سبحان اللہ

انبیاء علیہم السلام کے کمالات صحابہ رضوان اللہ علیہم میں

کہتے ہیں کہ شاگرد اپنے استاد کے کمالات کے آئینہ دار ہوتے ہیں۔ درخت اپنے

پھل سے پہچانا جاتا ہے اور استاد اپنے شاگرد سے پہچانا جاتا ہے۔ شاگردوں کو دیکھو استاد کے کمالات سامنے آجائیں گے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر نبی علیہ السلام نے بڑی محنت کی ان کا تزکیہ کیا اور ان کو ستھرا کیا سنوارا ان کی تربیت فرمائی۔

ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے پوچھا: اے اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! دنیا میں کتنے انبیاء گزرے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء گزرے۔ پھر پوچھا: اے اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! دنیا میں کتنے رسول گزرے؟ فرمایا: تین سو تیرہ

نبی ایک رتبہ ہے، اور رسول دوسرا رتبہ ہے۔ رسول وہ ہوتے ہیں جن کو اللہ رب العزت نے انبیاء علیہم السلام میں سے کچھ زیادہ نمایاں شان عطا فرمائی ہو۔ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے احکام میں تبدیلی لے کر آئے۔ یعنی ہر رسول جو دنیا میں آئے ان کو شریعت کے احکام میں تبدیلی ملی اور باقی انبیاء علیہم السلام صرف اسی شریعت کے اوپر دعوت و تبلیغ کا کام کرتے رہے۔

پھر اس نے پوچھا: اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! ان میں سے صاحب کتاب کتنے تھے؟ فرمایا: چار! تورات، انجیل، زبور اور قرآن مجید یہی چار کتابیں تھیں جو نازل ہوئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چار۔

اب دیکھیے صحابہ کرامؓ میں سے خلفائے راشدین کتنے؟ چار تھے۔ صحابہ کرامؓ میں سے صاحب بدر کتنے تھے؟ ۳۱۳ تھے، صحابہ کرامؓ کی اپنی تعداد کتنی تھی؟ ایک لاکھ چوبیس ہزار تو جتنے انبیاء علیہم السلام تھے اتنی ہی صحابہ کرامؓ کی تعداد تھی، کیونکہ نبی علیہ السلام تمام انبیاء علیہم السلام کے جامع کمالات تھے، تمام انبیاء علیہم السلام کے کمالات اللہ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کر دیے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا سے جانے سے پہلے ہر صحابیؓ کو کسی نہ کسی نبی علیہ السلام کے کمالات کا وارث بنا دیا۔ اس لیے فرمایا:

((اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّهِمُ اقْتَدَیْتُمْ اهْتَدَیْتُمْ)) (جامع الاصول، رقم: ۶۳۶۹)

''میرے صحابہؓ ستاروں کی مانند ہیں تم ان میں سے جس کی بھی پیروی کروگے ہدایت پاجاؤ گے''

محبوب ﷺ نے کیسی جماعت تیار کی کیسی؟ ان پر محنت فرمائی؟

کتب سماویہ میں صحابہؓ کی نشانیاں ہیں؟

یہ ایسے شاگرد تھے کہ ان کے تذکرے اللہ نے پہلی کتابوں میں فرمادیے۔

﴿ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ﴾ (الفتح:۲۹)

''تورات اور انجیل میں اللہ تعالیٰ نے ان کی نشانیاں بتادیں۔''

مثال کے طور پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب بیت المقدس جانا تھا تو جس کیفیت سے انداز سے وہاں پہنچنا تھا وہ اللہ نے پہلی کتاب میں بتادی۔ اپنا غلام اور سواری ساتھ ہے۔ عدل دیکھیے سبحان اللہ۔ عادل مشہور ہونا تھا دنیا کو انصاف کر کے دکھانا تھا۔ اس غلام کے ساتھ باری طے کرتے ہیں کہ آپ اتنا پیدل چلنا میں سوار ہوں گا پھر اتنا ہی آپ سوار ہونا اور میں پیدل چلوں گا۔ اللہ تعالیٰ کی شان کہ جب آخری لحہ تھا تو آپ رضی اللہ عنہ کے پیدل چلنے کا وقت تھا۔ غلام کے سوار ہونے کا وقت تھا اور جسم پہ کپڑا پہنا ہوا تھا جس میں چمڑے کا بھی پیوند لگا ہوا تھا۔ بارہ تیرہ پیوند تھے، تو غلام نے کہا حضرت! آگے تو لوگ ہوں گے میں اپنی خوشی سے کہتا ہوں کہ آپ سوار ہوجایئے، میں پیدل چلتا ہوں۔ فرمایا: نہیں، میں انسان ہوں مجھے تھکاوٹ ہوتی ہے آپ بھی انسان آپ کو بھی تھکاوٹ ہوتی ہے۔

اور یہی نشانی کتاب کے اندر بھی تھی کہ غلام سوار ہوگا اور وقت کے حاکم بادشاہ خلیفہ سواری کی نکیل اور لگام پکڑ کر چل رہے ہونگے اور جسم پر کپڑے ہونگے ان میں چمڑے کا پیوند ہوگا یہودیوں نے دیکھا تو بیت المقدس کی چابیاں ان کے حوالے کردیں۔

آج دیکھیے اگر ساری دنیا کے مسلمان جمع ہوجائیں کہ ہم بیت المقدس کی چابیاں لے جائیں تو یہ ان کے بس میں نہیں۔ ایک ہستی ایسی تھی معلوم ہوا اس ہستی کا پلڑا آج کے سب مسلمانوں سے بھاری ہے۔ وہ بنے ہوئے لوگ تھے، سنورے ہوئے لوگ تھے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کو بنایا تھا۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے ایمان کا معیار

یہ بھی ذہن میں رکھیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ایمان کو معیار بنا کر پیش فرمایا: چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

﴿فَإِنْ آمَنُوا بِمِثْلِ مَا آمَنْتُمْ بِهِ فَقَدِ اهْتَدَوْا﴾ (البقرة:۱۳۷)

''پس اگر یہ کافر لوگ اس طرح ایمان لائیں جس طرح کے تم ایمان لائے ہو تو یہ ہدایت پا جائیں گے۔''

کافروں کو ایک معیار بتا دیا۔ اے کفار! اگر تم ان کی مانند ایمان لاؤ گے تو تم ہدایت پا جاؤ گے۔ مانند کا کیا مطلب؟ ہمارے لیے ایک معیار ہے، تو ان کے ایمان کو اللہ تعالیٰ نے معیار بنا کر پیش فرمایا۔ یہ بڑے عظیم لوگ تھے۔ سبحان اللہ!

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ایمان کا امتحان

اللہ تعالیٰ نے ان کا امتحان لیا، آزمایا۔ اب امتحان لینے والے ممتحن کون؟ اللہ رب العزت۔ اور امتحان دینے والے کون؟ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم۔ امتحان کے پرچے کا نام کیا تھا؟ تقوی۔ قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

﴿أُولَئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ لِلتَّقْوَى﴾ (الحجرات:۳)

''یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کا امتحان اللہ تعالیٰ نے لیا تقوی کے اوپر''

تقویٰ کا پیپر تھا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم پیپر دینے والے اور علیم بذات الصدور پیپر لینے والے تھے۔ پیپر بھی کتنا ٹف اور مشکل تھا کہ اس کا نام تقویٰ تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے نتیجہ بھی سنا دیا۔ فرما دیا:

﴿وَأَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوَى وَكَانُوا أَحَقَّ بِهَا وَأَهْلَهَا﴾ (الفتح:۲۶)

اللہ تعالیٰ نے ان کو تقویٰ کی بات پر جمائے رکھا اور وہ اس بات کے زیادہ مستحق تھے

زیادہ اہل تھے یہ بات ان کو سجتی تھی کہ اس امتحان میں وہ کامیاب ہوتے۔ فرمایا:

﴿وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ﴾ (الحجرات:۷)

''اللہ تعالیٰ نے ان کو کفر وفسق سے نفرت دے دی تھی اور ایمان پر ان کو جما دیا تھا''

ان کی کامیابی تھی۔ یہ اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کی جماعت تھی۔ ایک نقطے کی بات ہے۔

شانِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کو نبوت کا نام تو نہ دیا مگر مقام نبوت کا جو درجہ تھا وہ رتبہ اور درجہ اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا کر دیا تھا ذرا سمجھنے والا نقطہ اور سمجھنے والی بات ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کو اللہ تعالیٰ نے لفظ تو نہ دیا ان کو صحابہ ہی کہا مگر ان کو شان وہی عطا فرمادی جو شان انبیاء علیہم السلام کی ہوتی ہے۔ اب اس کی دلیل ہونی چاہیے۔

دیکھیں! وقت کے نبی علیہ السلام کی یہ شان ہوتی ہے کہ جب کوئی آدمی ان کی اتباع کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہوجاتے ہیں۔ پکی بات ہے۔ اس اتباع کی برکت سے اللہ تعالیٰ اس بندے سے راضی ہوجاتے ہیں اور اس سے محبت کرتے ہیں۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا:

﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ﴾ (ال عمران:۳۱)

''فرما دیجیے تم میری اتباع کرو نتیجہ کیا نکلے گا کہ اللہ تعالیٰ تم سے محبت کریں گے''

اللہ تعالیٰ محبت فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ راضی ہوجاتے ہیں ان سے ان کو نجات مل جاتی ہے وہ کامیاب ہوجاتے ہیں۔

﴿وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا﴾ (الاحزاب:۷۱)

''جس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اتباع کی وہ بہت بڑی کامیابی پا گیا''

ان کو کامیابی ملتی ہے ان کو جنت ملتی ہے۔

اچھا دیکھیے صحابہ کرامؓ کی اتباع کرنے والوں کو کیا ملا؟ سینیے اور دل کے کانوں سے سینیے قرآن عظیم الشان۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ﴾

''مہاجرین اور انصار میں سے جو سبقت لے گئے وہی اول ہیں۔ اور جن لوگوں نے اچھے انداز سے ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی پیروی کی وہ لوگ قیامت تک آنے والے جتنے بھی ہیں۔''

﴿رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ﴾

''اللہ ان سے راضی اور وہ اس سے راضی ہو گئے۔''

اب یہ شان کس کی تھی؟ انبیاء علیہم السلام کی شان تھی کہ اللہ ان کی اتباع سے راضی ہو جاتے ہیں مگر وہی شان اللہ نے اپنے محبوب ﷺ کے خدام کو عطا فرمائی کہ جو ان کی اتباع کرے گا۔

﴿رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾ (التوبة)

یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔ ادھر نبی علیہ السلام کے بارے میں فرمایا:

﴿وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا﴾ (الاحزاب:۷۱)

تو جو کامیابی کا وعدہ نبی علیہ السلام کی اتباع پر کیا جا رہا ہے۔ وہی وعدہ صحابہؓ کی اتباع پر کیا جا رہا ہے۔ دیکھا اللہ تعالیٰ نے ان کو نبوت کا منصب تو نہیں دیا مگر شان وہی دے دی۔ جس طرح انبیاء علیہم السلام کی اتباع پر اللہ راضی ہو جاتے ہیں اور کامیاب کر دیتے ہیں اسی طرح جس نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کی اتباع کی اللہ تعالیٰ اس سے بھی راضی ہو گئے اور ان کو بھی اللہ نے کامیاب کر دیا۔

پہلی دلیل تو قرآن مجید سے تھی، اب ایک دلیل حدیث مبارکہ سے ہونی چاہیے، تاکہ قرآن اور حدیث دونوں کے مضامین یکجا ہو جائیں۔

دیکھیں! صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے ایمان کی نظر سے نبی علیہ السلام کی زیارت

کی ان کی بڑی شان تھی۔ دیکھا تو بہت نے ابوجہل نے بھی دیکھا ابولہب نے بھی دیکھا۔ عتبہ نے بھی دیکھا شیبہ نے بھی دیکھا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَتَرَاهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ وَهُمْ لَايُبْصِرُوْنَ﴾ (الاعراف:۱۹۸)

''اے میرے محبوب ﷺ! آپ دیکھتے ہیں کہ وہ آپ کی طرف دیکھ رہے ہیں مگر ان کو تو ہم نے بصیرت عطا نہیں کی''

آنکھیں کھلی ہیں، نگاہیں پڑ رہی ہیں لیکن دیکھ نہیں رہے۔

جس نے ایمان کی حالت میں ایک نظر نبی علیہ السلام کے چہرہ مبارک پر ڈال لی اب اس کو اللہ تعالیٰ نے صحابی رسول ﷺ کا رتبہ عطا فرما دیا۔ چاہے کوئی عمل کیا یا نہیں، چاہے ایک نماز بھی نہیں پڑھی۔ فقط ایمان کے ساتھ نبی علیہ السلام کے چہرے کو دیکھ لیا اس کو صحابی کا رتبہ مل گیا۔ محبوب ﷺ کے مبارک چہرے کی طرف دیکھنے کا اللہ کے ہاں کیا اجر تھا؟ جو ایک نظر سے دیکھ لیتا تھا اللہ تعالیٰ ان کو صحابی کا رتبہ عطا فرما دیتے اور جہنم سے بری فرما دیتے تھے۔ یہ مشکوۃ شریف کی حدیث ہے، نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

''لَایَمُسُّ النَّارَ مَنْ رَاٰنِیْ''

''جس نے مجھے دیکھا اس کو جہنم کی آگ مس نہیں کر سکتی''

اور آگے فرمایا:

''جس نے اس کو ایک نظر دیکھ لیا اس نے مجھے دیکھ لیا''

اب جس نے ایمان کی ایک نظر نبی علیہ السلام پر ڈالی اس کو بری فرما دیا اور جس نے ایک نظر صحابی رضی اللہ عنہ کے چہرے پر ڈال دی اسے بھی آگ سے بری فرما دیا۔ لہٰذا یہ ورثۃ الانبیاء ہیں۔

صحابہ کرامؓ کا بغض رکھنے والے اللہ کی نظروں سے گر جاتے ہیں

یہ اللہ تعالیٰ کے چنے ہوئے محبوب بندوں کی جماعت تھی اس لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت کے ساتھ جو بغض رکھے گا اللہ تعالیٰ اس کو نظروں سے گرا دیں گے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی نظروں سے گر جاتے ہیں۔ نبی علیہ السلام نے کیا ارشاد فرمایا؟

((وَمَنْ اَحَبَّهُمْ فَبِحُبِّی اَحَبَّهُمْ وَمَنْ اَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِی اَبْغَضَهُمْ)) (صحیح ابن حبان رقم: ۷۲۵۶)

''جس نے ان سے محبت کی اس نے میری وجہ سے ان سے محبت کی، جس نے ان سے بغض رکھا اس کے دل میں میرا بغض ہے جس وجہ سے وہ ان سے بغض رکھتا ہے جس نے ان سے محبت کی نبی علیہ السلام کی وجہ سے کی۔''

جس نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم سے دشمنی کی یا ان سے بغض رکھا اس کی دلیل بھی سن لیجیے کہ اللہ تعالیٰ اس سے بغض رکھتے ہیں۔

جبرائیل علیہ السلام اللہ کے محبوب ﷺ کی طرف اللہ کا کلام لے کر آئے، اللہ نے ان کو بڑی عزت دی، بڑی شان دی شرف دیا وہ قرآن پہنچانے والے ہیں کیا فرماتے ہیں؟ فرماتے ہیں:

﴿اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ذِيْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِيْنٍ مُطَاعٍ ثَمَّ اَمِيْنٍ﴾ (التکویر: ۱۹۔۲۱)

یہ بات ہے ایک کریم نمائندہ کی جبرائیل علیہ السلام کی جن کو ہم نے بھیجا ہے۔ یہ ان کی صفتیں گنوائیں کہ جس نے قرآن اللہ رب العزت سے لے کر اس کے محبوب ﷺ تک پہنچایا ان کی قرآن نے صفتیں بھی گنوائیں اور جو ان سے بغض رکھے اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ میرے دشمن ہیں اس کے دشمن نہیں۔ ہے کہیں قرآن پاک میں؟

﴿قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ﴾

''جو کوئی جبرائیل علیہ السلام کا دشمن ہے''

آخر میں فرمایا:

﴿فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ﴾ (البقرۃ: ۹۷، ۹۸)

''ایسے کافروں کا تو اللہ بھی دشمن ہے''

لہٰذا جو کوئی جبرئیل علیہ السلام سے دشمنی رکھے اللہ تعالیٰ اس کو کافر بھی کہتے ہیں اور

اس سے دشمنی رکھنے والی بات فرماتے ہیں۔

توجبرئیل علیہ السلام نے قرآن مجید اللہ تعالیٰ سے لے کر کہاں تک پہنچایا؟ نبی علیہ السلام تک، اور نبی علیہ السلام کے صحابہ نے یہ قرآن ان سے لے کرامت تک پہنچایا۔ وہ بھی پہنچانے والے یہ بھی پہنچانے والے۔

دیکھو بھئی! جب نبی علیہ السلام تشریف لے گئے تو اس وقت قرآن کتابی شکل میں نہیں تھا۔ کیوں؟ کہ اس وقت وحی کا دروازہ کھلا تھا، ہوسکتا ہے کہ آپ ﷺ کے پردہ فرمانے سے چند عرصہ پہلے وحی آتی تو کتاب کیسے لکھی جاتی؟ آنے والی آیتیں پتہ نہیں کہاں ہوتیں۔ لکھوائی جاتیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ترتیب تھی۔

یہ ایک نقطے کی بات ہے توجہ سے سنیے۔ اگر آپ ﷺ کی حیات مبارکہ ہی میں قرآن مجید کتابی شکل میں دے دیتے تو بھی کامل نہ ہوتا اور اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور میں کتابی شکل میں آتا تو بھی کامل نہ ہوتا۔ کیوں؟ نبی علیہ السلام کے زمانے میں قرآن کتابی شکل میں آ ہی نہیں سکتا تھا وحی کا دروازہ کھلا تھا معلوم نہیں کب، کونسی آیتیں اترتیں اور کس سورۃ کا حصہ بنتیں۔ لہٰذا محبوب ﷺ دنیا سے تشریف لے گئے اب صحابہ رضی اللہ عنہم کو سو فیصد یقین ہو گیا کہ وحی کی آخری آیتیں بھی اتر آئیں اب اس کو یکجا کیا گیا۔

لہٰذا یہ کام اللہ نے اپنے محبوب ﷺ کے ان صحبت یافتہ صحابہؓ سے لیا کہ قرآن کی ترتیب کو ایک کر کے جمع کر دیا جائے۔ تو جامع قرآن کون بنے؟ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ناشر قرآن کون بنے؟ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ

اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ جامع القرآن بنتے تو درمیان میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا دور، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دور، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا دور اتنے سالوں کا وقفہ ہوتا تو کیا پھر وہ کتاب قابل اعتماد رہ جاتی۔ اعتراض ہوتا ناں کہ یہ کتاب کیسی؟ اتنے سال تو اس کا وجود ہی نہیں رہا اور اب آ کے ان کے زمانے میں یہ کتاب جمع ہو رہی ہے۔ معلوم ہوا اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کو جمع کرتے پھر بھی اعتراض ہوتا۔ محبوب ﷺ کی اپنی مبارک زندگی میں یہ کتاب اس

طرح کتابی شکل میں آتی تو پھر بھی لوگ اعتراض کرتے کہ وحی کا دروازہ ابھی کھلا ہے۔

لہٰذا اس کا جمع کرنا اللہ تعالیٰ نے کس کے مقدر میں لکھا تھا؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مقدر میں لکھا تھا۔ انہوں نے ہی اس کو جمع کرنا تھا اور انہوں نے اس کو جمع کر کے دکھا دیا۔ قرآن کو نشر بھی ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے کیا اور جمع بھی صحابہؓ نے کیا تو گویا قرآن انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر امت تک پہنچایا۔ جو اللہ تعالیٰ سے قرآن لے اور نبی علیہ السلام تک پہنچائے اس کے ساتھ دشمنی رکھنے والے اور بغض رکھنے والے کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا بغض قرآن مجید سے ثابت ہے اور جو نبی علیہ السلام سے قرآن لے کر امت کو پہنچائے ان کے ساتھ جو بغض رکھے؟؟؟ وہ بھی پہنچانے والے ہیں اور جبرائیل علیہ السلام بھی پہنچانے والے ہیں۔ سبحان اللہ!

ملائکہ کا سردار اور صحابہؓ کا سردار

اچھا بتایئے نبی علیہ السلام کو معراج پر کون لے کر گئے؟ جبرائیل علیہ السلام لے گئے تو یہ ملائکہ کے سردار بن گئے۔ جو نبی علیہ السلام کو معراج پر لے کر گئے وہ ملائکہ کا سردار بنے اور جو نبی علیہ السلام کو مکہ سے مدینہ لے کر گئے وہ صحابہؓ کے سردار بنے۔ ان کو اللہ نے ملائکہ کا سردار اور ان کو صحابہ رضی اللہ عنہم کا سردار بنایا۔ مگر دونوں میں ایک فرق ہے، فرق یہ ہے۔

جو نبی علیہ السلام کو معراج پر لے گئے ان کو راستے میں ایک جگہ رکنا پڑا اور کہنا پڑا اے اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! میں اس سے آگے اگر ایک قدم بھی اٹھاؤں گا تو میرے پر جل جائیں گے۔ سلام ہو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تیری عظمت کو کہ تو نے جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ سے مدینہ پہنچایا تو کہیں رکے نہیں منزل پر پہنچا کر بس کی۔

امانتیں پہنچانے کی ذمہ داری

نبی علیہ السلام جب مکہ سے چلنے لگے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ امانتیں تھیں۔ کیسے بے حیا لوگ تھے کہ ایک طرف اعتماد اتنا کہ امانتیں رکھواتے ہیں۔ عجیب مزے کی بات کہ

صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے پاس اپنی امانتیں رکھواتے تھے۔ نبی علیہ السلام کے پاس اپنی امانتیں رکھواتے اعتماد اتنا تھا اور یہ بھی مصلے پر بیٹھ کر بات کر رہا ہوں کہ کفار بعض اوقات جب سفر پر جاتے تو اپنی کنواری بیٹیوں کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے گھر چھوڑ جاتے تاریخ میں آج تک کسی صحابی رضی اللہ عنہ پر جھوٹا الزام بھی نہیں لگا۔ کیسی عجیب بات ہے؟ سبحان اللہ! کیسے پاکیزہ لوگ تھے؟ کیسے سنورے ہوئے لوگ تھے؟ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے دلوں کو دھو کر رکھ دیا تھا۔

﴿وَكَرَّهَ إِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ﴾ (الحجرات:۷)

اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ شان عطا فرمائی کہ ان کے دل ایمان سے بھر دیئے گئے۔ اس لیے جو ان سے محبت رکھے گا اللہ تعالیٰ کے محبوب سے یہ محبت رکھنے کی دلیل ہے اور جو ان سے بغض رکھے گا تو یہ اللہ تعالیٰ سے بغض کی دلیل ہے۔

تو نکتہ یہ سوچیے کہ اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ سے مدینہ جانے لگے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جو امانتیں تھیں وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیں۔ فرمایا: اے علی! تم میرے بستر پر سو جاؤ۔ یہ جن جن کی امانتیں ہیں صبح ان کو ان کے حوالے کر دینا، کافروں کے حوالے کر دینا۔ یہ بھی عجیب مزے کی بات ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ذمے لگایا کہ آپ یہ امانتیں صبح کے وقت ان کے حوالے کر دینا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو چنا کہ آپ میری امانت کو مکہ سے مدینہ پہنچا دینا۔ ان کو کافروں کی امانتیں پہنچانے کی ذمہ داری دے دی اور ان کو کونسی ذمہ داری دی؟ صدیق میری بھی ایک امانت ہے تم اس کو مکہ سے مدینہ پہنچا دینا۔ اور دیکھو کہ پہنچانے والے نے کیسا حق ادا کیا۔ کبھی دائیں، کبھی بائیں، کبھی آگے، کبھی پیچھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پوچھتے ہیں ابوبکر! یہ تمہارا کیا معاملہ ہے؟ عرض کیا: اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! میں آگے ہوتا ہوں ڈر ہوتا ہے کفار پیچھے سے حملہ نہ کر دیں، میں پیچھے آ جاتا ہوں۔ کبھی دائیں آ جاتا ہوں کبھی بائیں آ جاتا ہوں۔ سبحان اللہ! کیسے پہنچانے کا حق ادا کر دیا۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم دین کے ہر شعبے کے امام ہیں

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم وہ حضرات تھے جن کو اللہ رب العزت نے اپنے محبوب کی صحبت کے لیے چن لیا تھا۔ انہوں نے آگے اس دین کو امت تک پہنچایا۔ وہ ہمارے ہر دین کے شعبے میں امام ہیں۔ چنانچہ نبی علیہ السلام سے آگے اب تک جتنے بھی علوم چلے وہ ان صحابہ رضی اللہ عنہم کی نسبت سے چلے۔ فقہ کا علم چلا تو انہی صحابہ رضی اللہ عنہم سے، حدیث کا علم چلا تو انہی سے، تفسیر کا علم چلا تو انہی سے، اور اگر احسان، سلوک، تصوف کا علم چلا تو وہ بھی انہی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم سے۔ سلسلے جتنے بھی ہیں ان کی نسبتیں اوپر جاتے جاتے یا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ملتی ہیں یا پھر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے۔ چار سلسلے ہیں: چشتیہ، قادریہ، سہروردیہ ان کی نسبت اوپر جاتے جاتے علی رضی اللہ عنہ سے ملتی ہے اور ہمارا سلسلہ عالیہ نقشبندیہ جو ہے اس کی لڑی اوپر جاتے جاتے کہاں ملتی ہے؟ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے۔

اسکی وجہ کیا ہے؟ نبی علیہ السلام کے پاس دو علوم تھے۔ ایک کو علوم نبوت کہا جاتا ہے اور دوسرے کو علوم ولایت کہا جاتا ہے۔ نبی علیہ السلام کا اللہ تعالیٰ سے دو طرح کا تعلق ہوتا ہے۔ ایک جو منصب عطا کیا گیا نبوت کا اس کے ناطے، اس کے جو علوم ہیں وہ علوم نبوت کہلاتے ہیں اور ایک اللہ کا عاشق ہونے کی وجہ سے بندہ ہونے کے ناطے، ان کو اپنے پروردگار سے جو تعلق ہوتا ہے وہ علوم ولایت کہلاتا ہے۔ نبی علیہ السلام کے پاس یہ دونوں علوم تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ دونوں علوم صحابہؓ نے سیکھے۔ علوم ولایت سب سے زیادہ کس نے پائے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اور علوم نبوت سب سے زیادہ کس نے پائے؟ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے۔ اس لیے نبی علیہ السلام نے فرمایا:

((مَا صَبَّ اللّٰهُ فِیْ صَدْرِیْ اِلَّا وَقَدْ صَبَبْتُهُ فِیْ صَدْرِ اَبِیْ بَكْرٍ)) (النار المنیف جزء ص ۱۱۵)

''اللہ تعالیٰ نے میرے سینے میں جو کچھ ڈالا میں نے اسے ابوبکر کے سینے میں ڈال دیا''

کمالاتِ نبوت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ملے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ دونوں حضرات کمالات نبوت میں آگے نکل گئے۔ اور کمالات ولایت کن کو زیادہ ملے سیدنا علی رضی اللہ کو ہمارا جو سلسلہ ہے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ اس کی نسبت اوپر جا کر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے ملتی ہے۔ اس لیے اس میں علوم نبوت زیادہ ہیں اتباع سنت زیادہ ہے۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم

جب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت کے لیے روانہ ہوئے تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا سارا گھرانہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرنے میں مشغول ہو گیا۔ غور کیجیے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ خود ساتھ تشریف لے جا رہے ہیں، بیوی سے کہہ دیا کہ ہمارے لیے کھانا بنا دینا، بیٹے سے کہہ دیا کہ سرداران قریش کی سب باتیں رات کو ہمیں پہنچا دینا، غلام سے کہہ دیا کہ ریوڑ چرانے کے بہانے سے دودھ پہنچا دینا اور بیٹی اسماء رضی اللہ عنہا سے کہہ دیا کہ تمہاری امی کھانا بنائے گی تم وہ کھانا ہمیں پہنچا دینا، چناں چہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا غار ثور میں پہنچاتی رہیں۔ سیدہ اسماءؓ ایک دفعہ کھانا لے کر حاضر ہوئیں تو اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ پیشانی پر زخم کا نشان پڑا ہوا ہے، مرجھائی ہوئی سی طبیعت ہے۔ پوچھا اسماءؓ! کیا ہوا؟ اسماءؓ کہنے لگی: اے اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! کل جب کھانا دے کر واپس جا رہی تھی تو راستے میں ابوجہل مل گیا۔ وہ کہنے لگا: ابوبکر کی بیٹی! تجھے تو پتا ہوگا کہ تمہارا باپ کدھر ہے اور جہاں تیرا باپ ہوگا وہیں مسلمانوں کے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) ہوں گے بتا کہ کیا تجھے پتہ ہے؟ میں نے کہا، ہاں مجھے پتا ہے۔ پھر پوچھا یہ بھی پتہ ہے کہ تمہارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کہاں ہیں۔ میں نے کہا ہاں یہ بھی پتہ ہے۔ جب سچ کہہ دیا تو ابوجہل نے پکڑ لیا اور کہنے لگا، بتا کہ وہ دونوں کہاں ہیں؟ نہیں بتاؤ گی تو ماروں گا۔ میں نے کہا، نہیں بتاتی۔ چناں چہ میں ڈٹی رہی۔ اس نے اچانک ایک زوردار تھپڑ میرے چہرے پر لگایا، جس کی وجہ سے میرے دانتوں سے خون نکل آیا۔ آقا صلی اللہ علیہ وسلم میں نیچے گری! پتھر پہ میری پیشانی لگی اور خون نکل آیا۔ اس نے مجھے بہت مارا کہ بتا دے مگر میں نے اس کی مار برداشت کی۔ بالآخر میں نے کہا،

ابوجہل! تیرا جتنا جی چاہے تو مجھے مار لے، میں اپنے آقا ﷺ کی جان تو تیرے حوالے نہیں کروں گی۔ سیدہ اسماءؓ کی یہ بات سن کر نبی ﷺ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور آپ ﷺ نے اس وقت یہ تاریخی جملے ارشاد فرمائے۔ ابوبکر! میں نے دنیا میں سب کے احسانات کا بدلہ دے دیا ہے لیکن تیرے احسانات کا بدلہ اللہ دے گا۔ غارِ ثور سے آگے چلے۔ راستے میں نبی ﷺ کو بھوک لگتی ہے۔ کھانے کو کوئی چیز نہیں ہے کیوں کہ غارِ ثور تک تو پیچھے سے کھانا آتا تھا لیکن آگے کچھ نہیں تھا۔ ایک جگہ ایک عورت کے پاس بکری تھی جو دودھ نہیں دیتی تھی۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ اس کے پاس پہنچے اور پوچھا: کیا میں اس کا دودھ نکال سکتا ہوں؟ اس نے کہا یہ تو دودھ ہی نہیں دیتی۔ کہنے لگے: اجازت دے دیں۔ اس نے اجازت دے دی۔ یہ نبی اکرم ﷺ کا معجزہ تھا کہ اس کے تھنوں میں دودھ آ گیا۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ دودھ لے کر خدمت میں حاضر ہوئے نبی اکرم ﷺ نے دودھ پیا۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے تاریخی جملہ کہا فرمایا: فَشَرِبَ حَتّٰی رَضِیْتُ کہ نبی ﷺ نے اتنا پیا یہاں تک کہ میرا دل خوش ہوگیا۔ سبحان اللہ، یوں کہا کہ نبی اکرم ﷺ نے اتنا پیا کہ میرا دل خوش ہوگیا۔ یہ نہیں کہا نبی ﷺ نے اتنا پیا کہ ان کا دل خوش ہوگیا۔ یہ عشق و مستی کی بات ہے۔ ایک مرتبہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ عرض کی اے اللہ کے نبی ﷺ! مجھے اپنے والد قحافہ کے ایمان لانے کی اتنی خوشی نہیں ہوئی جتنی حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے کی ہوئی ہے۔ پوچھا: وہ کیوں؟ عرض کیا، ابوقحافہ رضی اللہ عنہ اگرچہ میرے باپ ہیں اور ان کے ایمان لانے سے مجھے خوشی ہوئی مگر حضرت عباس رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے چچا ہیں اور ان کے ایمان لانے سے آپ ﷺ کو خوشی ہوئی۔ مجھے اپنی خوشی سے آپ ﷺ کی خوشی زیادہ محبوب ہے۔ یہ اس لیے تھا کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو نبی ﷺ کے ساتھ نسبت اتحادی نصیب تھی۔ اسی لیے نبی ﷺ نے فرمایا:

((مَاصَبَّ اللّٰهُ فِیْ صَدْرِیْ اِلَّا وَقَد صَبَبْتُهٗ فِیْ صَدْرِ اَبِی بَکْرٍ))

"اللہ رب العزت نے میرے سینے میں جو ڈالا میں نے اسے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے

سینے میں ڈال دیا"

یہ اتباع کامل کی وجہ سے تھا۔اس کی دو دلیلیں ہیں۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم

① ......سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اتباع سنت میں کمال حاصل تھا کہ ان کا سراپا، ان کا لباس، انکی گفتار، رفتار، کردار ہر چیز کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہت حاصل تھی۔ یہی وجہ ہے کہ جب ہجرت کے موقع پر ابوبکر رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ مدینہ طیبہ پہنچے اور وہاں کے لوگوں نے دیکھا تو انہیں دونوں میں سے یہ پہچان کرنی مشکل ہوگئی کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کون ہیں؟ سبحان اللہ۔ اتباع میں کیسا کمال حاصل کیا کہ لوگوں کے لیے تابع اور متبوع میں پہچان کرنا مشکل ہوگیا۔

② ......نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر جب پہلی دفعہ وحی نازل ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر تشریف لائے اور سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ مجھے ڈر ہے کہ کہیں ہلاک نہ ہو جاؤں۔انہوں نے تسلی دی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تین صفات گنوائیں۔ "اِنَّکَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ وَتَکْسِبُ الْمَعْدُومَ وَتُعِیْنُ عَلٰی نَوَائِبِ الْحَقِّ" پھر کہا کہ اللہ آپ کو ہرگز ضائع نہ کرے گا۔
جب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی تو کسی نے ان کے غلام سے پوچھا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے متعلق اپنے تاثرات بیان کرو۔اس نے وہی تین صفات گنوائیں جو خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی گنوائیں تھیں۔ یہ نسبت اتحادی کی ٹھوس دلیلیں ہیں۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے صدق و وفا کی انتہا

جب غار ثور میں پہنچنے کے لیے پہاڑ پر چڑھنے کا وقت تھا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پاؤں کے پنجے لگا رہے تھے اور ہاتھوں کے بل اوپر چڑھ رہے تھے، پورا پاؤں نہیں لگا رہے تھے۔اسی طرح چڑھنے کا مقصد یہ تھا کہ قدموں کے نشان نہ لگیں تاکہ دشمن قدموں کے نشان دیکھ کر پیچھے نہ آجائیں۔ جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم زمین پر پورے

پاؤں نہیں لگا رہے فقط پنجے لگا رہے ہیں تو آپ ﷺ سے عرض کیا، اے اللہ کے محبوب ﷺ ابوبکر حاضر ہے مہربانی فرمایئے آپ ﷺ میرے کندھوں پر سوار ہو جایئے، چناں چہ نبی کریم ﷺ ان کے کندھوں پر سوار ہوئے اور وہ نبی کریم ﷺ کو لے کر غار ثور تک پہنچے۔

یہ معراج محبت ہے یہ اعجاز محبت ہے
ہزاروں زخم کھا کر مسکرانا شادماں رہنا

گلاب کے پھول پر شبنم

عشق و محبت کی یہ داستان بھی عجیب ہے کہ غار ثور میں جس سوراخ پر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے پاؤں رکھا ہوا تھا اس میں ایک سانپ تھا، اس نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاؤں مبارک پر کاٹ لیا، جیسے ہی سانپ نے کاٹا، ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو تکلیف ہوئی اور زہر نے اثر کیا، ادب کی وجہ سے زبان سے کوئی لفظ نہ نکالا، کہیں میرے محبوب ﷺ کی نیند میں خلل نہ آجائے لیکن درد کی وجہ سے آنکھوں سے آنسو آگئے اور یہ سعادت بھی اللہ تعالیٰ نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو دینی تھی کہ جب آنسو گرا تو زمین پر نہیں بلکہ نبی ﷺ کے رخسار مبارک پر گرا، چہرہ اقدس پر آنسو پڑتے ہی نبی اکرم ﷺ کی آنکھ کھل گئی، آپ ﷺ نے پوچھا "مَا يُبْكِيكَ يَا اَبَابَكْر" اے ابوبکر تو کیوں روتا ہے؟

ارے رحمۃ للعالمین ﷺ تو تیری گود میں ہیں اس حال میں بھی روتا ہے اس کی کیا وجہ ہے؟ سیدنا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی آنکھوں میں آنسو تھے بتا دیا کہ اے اللہ کے محبوب ﷺ میرا پاؤں اس سوراخ پر تھا کسی موذی چیز نے پاؤں پر کاٹ لیا ہے جس کے زہر کی وجہ سے آنسو نکل آئے اور آنسو بھی گرے تو کہاں گرے؟ نبی اکرم ﷺ کے چہرہ انور پر گرے کسی شاعر نے اس پر بھی مضمون باندھ دیا ۔

آنسو گرا ہے روئے رسالت مآب (ﷺ) پر
قربان ہونے آئی ہے شبنم گلاب پر

سبحان اللہ! حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا آنسو شبنم کی مانند اور میرے آقا محبوب

خداﷺ کا رخسار گلاب کے پھول کی مانند، نبیﷺ نے پوچھا: ابوبکر! کیوں روتے ہو؟ عرض کیا: اے اللہ کے نبیﷺ اس زہر کی وجہ سے تکلیف زیادہ ہے اس لیے رو رہا ہوں چناں چہ تاجدار مدینہ سرور کائنات فخر موجودات سیدنا محمد مصطفیٰﷺ نے اپنا لعاب مبارک اس زخم کے اوپر لگایا جس کی وجہ سے تکلیف بھی جاتی رہی اور زخم بھی ٹھیک ہوگیا۔

عشق رسالت مآبﷺ میں فوقیت لے گئے

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے ہمیں انفاق فی سبیل اللہ کا حکم دیا، میرے پاس کافی مال تھا میں نے سوچا آج میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے سبقت لے جاؤں گا چناں چہ میں نے آدھا مال صدقہ کیا، نبی علیہ السلام نے پوچھا اہل خانہ کے لیے کیا چھوڑا میں نے عرض کیا، مِثْلَهٗ (اس کے برابر) اتنے میں ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی اپنا مال لے کر آئے، نبی علیہ السلام نے پوچھا:

((مَا اَبْقَيْتَ لِاَهْلِكَ قَالَ اَبْقَيْتُ لَهُمُ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ))

''اہل خانہ کے لیے کیا چھوڑا عرض کیا اللہ اور اس کے رسولﷺ کو''

یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا:

(لَا اُسَابِقُكَ اِلٰى شَيْءٍ اَبَدًا)

''میں تمہارے ساتھ کسی چیز میں مقابلہ نہ کروں گا''

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے اس واقعے کو عجیب انداز میں پیش کیا ہے:

اتنے میں وہ رفیق نبوت بھی آگیا
جس نے بنائے عشق و محبت ہے استوار
لے آیا اپنے ساتھ وہ مرد وفا سرشت
ہر چیز جس کا چشم جہاں میں ہو اعتبار
ملک یمین و درہم و دینار و رخت جنس
اسپ قمر سم و شتر وقاطر و حمار

بولے حضور (ﷺ) چاہیے فکر عیال بھی
کہنے لگا وہ عشق و محبت کا راز دار
اے تجھ سے دیدہ مہ و انجم فروغ گیر
اے تیری ذات باعث تکوین روزگار
پروانے کو چراغ ہے بلبل کو پھول بس
صدیقؓ کے لیے ہے خدا کا رسول (ﷺ) بس

عشق نے مشقت میں حلاوت پیدا کردی

ایک مرتبہ نبی علیہ السلام نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو پھٹے کپڑوں میں ملبوس دیکھا تو فرمایا ابوبکر رضی اللہ عنہ تم پر ایک وقت کتنا خوش حالی کا تھا۔ اب تمہیں دین کی وجہ سے کتنی مشقتیں اٹھانی پڑ رہی ہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ایک دم تڑپ کر بولے:

(امالو عشت عمر الدنیا واعذب بہ جمیعا اشد العذاب لا یفرجنی فرج الملح)

''اگر ساری زندگی اسی مشقت میں گزاروں اور شدید عذاب میں مبتلا ہوں پھر بھی دوست کی دوستی میں جو وسعت اور کشادگی ہے وہ حاصل نہیں ہوتی''

گر قبول افتد زہے نصیب

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ اپنے گھر میں رو رو کر دعا مانگ رہے تھے جب فارغ ہوئے تو اہل خانہ نے پوچھا کہ کیا وجہ تھی فرمایا کہ میرے پاس کچھ مال ہے جو میں نبی علیہ السلام کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں مگر دینے والے کا ہاتھ اوپر ہوتا ہے، لینے والے کا نیچے ہوتا ہے، میں اپنے آقا ﷺ کی اتنی بے ادبی بھی نہیں کرنا چاہتا، اس لیے رب کائنات سے رو رو کر دعا مانگ رہا تھا اے اللہ میرے محبوب ﷺ کے دل میں یہ بات ڈال دے کہ وہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مال کو اپنا مال سمجھ کر خرچ کریں۔ چناں چہ دعا قبول ہوئی۔ حدیث پاک کا

مفہوم ہے کہ نبی علیہ السلام ابو بکر رضی اللہ عنہ کے مال کو اپنے مال کی طرح خرچ کرتے تھے، ایک حدیث پاک میں ہے کہ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

((ان من امن الناس علی فی صحبته و ماله ابو بکر))

''بے شک لوگوں میں سب سے بڑا محسن خدمت اور مال کے اعتبار سے ابو بکر ہے''

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے عشق ووفا کی حد تو دیکھئے

ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حرم شریف میں تھے، کفار نے آکر نبی علیہ السلام کو ایذا پہنچانی شروع کر دی، ایک کافر کہیں باہر نکلا اس نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو دیکھا اور کہنے لگا ''اَدْرِكْ صَاحِبَكَ'' کہ تو اپنے دوست کا خیال کر کہ اس کو تو کفار ایذا پہنچا رہے ہیں، آپ رضی اللہ عنہ بھاگے ہوئے مسجد میں پہنچے اور مجمع کو چیر کر اندر گئے اور فرمانے لگے ''اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلاً اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّیَ اللّٰه'' کیا تم اس ہستی کو مارنا چاہتے ہو جو یہ کہتے ہیں کہ میرا رب اللہ ہے، اب کافروں نے نبی علیہ السلام کو چھوڑ کر ان کو مارنا شروع کر دیا، روایات میں آیا ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ زبان سے صرف اتنا کہہ رہے تھے ''تَبَارَكْتَ يَا ذَالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ'' کفار نے اتنا مارا کہ بے ہوش ہو گئے، اس وقت ان کے قبیلے کے لوگ وہاں پہنچے اور ان کو اٹھا کر گھر لے آئے، بہت دیر تک ہوش میں نہ آئے رات گزر گئی جب ہوش میں آئے تو والدہ نے کہا کہ بیٹا! کچھ کھا لو، اس وقت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنی والدہ سے پوچھا، اماں مجھے یہ بتاؤ کہ نبی علیہ السلام کس حال میں ہیں؟ اس نے کہا بیٹے! تیرا اپنا حال یہ ہے کہ جسم زخموں سے چور چور ہو چکا ہے اب بھی پوچھ رہے ہو کہ ان کا کیا حال ہے؟ فرمایا ہاں! جب تک مجھے ان کے حال کا پتہ نہیں چلے گا میں کچھ نہیں کھاؤں گا۔ ان کی والدہ نے کہا کہ مجھے تو نہیں پتہ کہ وہ کس حال میں ہیں، سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ام جمیل رضی اللہ عنہا کا نام بتایا اور فرمایا کہ ان کے پاس جائیے، وہ آپ کو بتائیں گی۔ چناں چہ ان سے پوچھا گیا تو انہوں نے بتایا کہ دار ارقم میں ہیں۔ جب نبی علیہ السلام کا پتہ چلا تو

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اپنی والدہ کے ساتھ دار ارقم پہنچے۔ روایات میں آتا ہے کہ جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ دار ارقم پہنچے تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اس کیفیت کو دیکھ کر نبی علیہ السلام نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کا بوسہ لیا اور اس کے بعد سب صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا بوسہ لیا۔ سبحان اللہ۔

مر کر کسی کی زلف پہ معلوم ہو تجھے
فرقت کی رات کٹتی ہے کس پیچ و تاب میں

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی نیکیاں ستاروں سے زائد

ایک دفعہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا آرام فرما رہی تھیں، آسمان پر ستارے چمک رہے تھے، ان کے دل میں یہ خیال آیا کہ آسمان پر جتنے ستارے ہیں اتنی نیکیاں بھی کسی کی ہوں گی؟ انہوں نے یہی سوال نبی علیہ السلام سے پوچھا کہ کیا کسی کی نیکیاں آسمان کے ستاروں کے برابر بھی ہوں گی۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا: ہاں عمرؓ کی ہوں گی، یہ سن کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا خاموش ہوگئیں پھر تھوڑی دیر کے بعد نبی علیہ السلام نے خود پوچھا، عائشہ رضی اللہ عنہا تم سوچ رہی ہوگی کہ میرے والد کا نام نہیں لیا، کہنے لگیں جی ہاں بالکل یہی سوچ رہی تھی، فرمایا عائشہ! ان کی بات کیا سوچتی ہو ان کی تو غار ثور میں گزری ہوئی ایک رات کی نیکیاں آسمان کے ستاروں سے بھی زیادہ ہیں۔ سبحان اللہ

تین رات کا مقام

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی زندگی میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا کرتے تھے آپ رضی اللہ عنہ میری ساری زندگی کی نیکیاں لے لیجیے اور مجھے غار ثور والی تین راتوں کی نیکیاں دے دیجیے، کیوں کہ مجھے ان تین راتوں کی نیکیاں اپنی ساری زندگی کی نیکیوں سے زیادہ نظر آتی ہیں، عشق و محبت نے ان کی نیکیوں کو کس قدر قیمتی بنا دیا تھا۔

عشق و محبت کے چند بکھرے موتی

جب نبی علیہ السلام مرض الوفات کی حالت میں تھے تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نماز کی امامت کرواتے تھے ایک مرتبہ نماز پڑھا رہے تھے کہ نبی علیہ السلام تشریف لائے تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ فوراً پیچھے ہٹے نماز سے فراغت پر نبی علیہ السلام نے فرمایا ''ابو بکر میں خود تمہیں حکم کر چکا تھا تو تم کو اپنی جگہ پر کھڑے رہنے سے کون سی چیز مانع تھی'' عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ابو قحافہ کا بیٹا اس لائق نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے بڑھ کر نماز پڑھائے۔

جب نبی علیہ السلام نے دنیا سے پردہ فرمالیا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی ہاتھ میں تلوار لے کر کھڑے ہو گئے کہ جس نے کہا نبی علیہ السلام فوت ہو گئے ہیں اس کا سر قلم کر دوں گا۔ جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو پتہ چلا تو آپ رضی اللہ عنہ تشریف لائے بخاری شریف میں ہے:

(فَجَاءَ اَبُو بَكْرٍ وَكَشَفَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فَقَبَلَهٗ قَالَ بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ طِبْتَ حَيًّا وَمَيِّتًا)

''پس ابو بکر رضی اللہ عنہ آئے اور نبی علیہ السلام کے چہرے سے چادر ہٹا کر پیشانی کا بوسہ لیا اور کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر میرے ماں باپ قربان''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی بھی پاکیزہ گزاری اور پاکیزگی سے ہی خالق کو جا ملے۔

سیدنا حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو بعض قرائن سے پتہ چل چکا تھا کہ اب محبوب صلی اللہ علیہ وسلم سے جدائی ہونے والی ہے اس لیے جب سورۃ النصر نازل ہوئی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خوش ہوئے مگر عاشق زار ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ دل گرفتہ ہو کر مسجد کے کونے میں رونے بیٹھ گئے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے کہا کہ لوگ فوج در فوج داخل ہوں گے تو یہ پیغام خوشی کا ہے۔ فرمایا: ہاں لیکن جب کام مکمل ہو گیا تو محبوب صلی اللہ علیہ وسلم بھی تو اپنے محبوب حقیقی سے جا ملیں گے میں جدائی کے تصور سے بیٹھا رو رہا ہوں۔

جب فتح مکہ کے دن ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے والد حضرت ابو قحافہ رضی اللہ عنہ ایمان لائے تو نبی

علیہ السلام نے بہت خوشی کا اظہار فرمایا اس پر عاشق صادقؓ نے کہا: ”قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ ﷺ کو دین حق کے ساتھ بھیجا ہے کہ ان کے اسلام کی نسبت مجھے آپ ﷺ کے چچا ابو طالب کے اسلام لانے کی خوشی زیادہ ہوتی۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ عشق رسول ﷺ میں اتنا کمال حاصل کر چکے تھے کہ اب ان کو اپنے محبوب ﷺ کی شان میں ذرا سی گستاخی بھی برداشت نہ تھی۔ چناں چہ ایمان لانے سے پہلے ایک مرتبہ ان کے والد نے نبی علیہ السلام کی شان میں کوئی نازیبا بات کر دی تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ایک زوردار تھپڑ رسید کیا۔ ایک مرتبہ ابو جہل نے نبی علیہ السلام کی شان میں کوئی گستاخی کی تو ابو بکر رضی اللہ عنہ شیر کی طرح اس پر جھپٹے اور فرمایا: ”تو دفع ہو جا اور جا کر لات ومنات کی شرمگاہ کو چاٹ“ یہ ثبوت ہے اس بات کا کہ عشق مصلحت اندیش نہیں ہوا کرتا۔

جب نبی علیہ السلام نے پردہ فرمالیا تو اطراف مدینہ کے بعض قبائل دین اسلام سے پھر گئے۔ سیاسی حالات نے سنگینی اختیار کر لی۔ اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم کی رائے تھی کہ لشکر اسامہ رضی اللہ عنہ کو واپس بلا لیا جائے جس کو نبی علیہ السلام قیصر روم کے مقابلے میں روانہ کر چکے تھے لیکن حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا ”قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں، ابو بکر رضی اللہ عنہ سے ہرگز نہیں ہو سکتا کہ اس لشکر کو واپس کرے جسے اللہ کے محبوب ﷺ نے آگے بھیجا میں اس لشکر کو واپس ہرگز نہیں بلاؤں گا اگرچہ مجھے یقین ہو کہ کتے ہماری ٹانگیں کھینچ کر لے جائیں گے“، عشق کا فیصلہ عقل کے فیصلے سے متصادم تھا لیکن دنیا نے دیکھا کہ خیر اسی میں تھی سازشیں خود بخود دم توڑ گئیں دشمنوں کے حوصلے پست ہو گئے سیاسی حالات کی کایا پلٹ گئی۔ عشق ایک مرتبہ پھر جیت گیا۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اپنی وفات سے چند گھنٹے پیشتر سیدہ حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ نبی علیہ السلام کی وفات کس دن ہوئی اور کتنے کپڑوں میں کفن دیا گیا، مقصد یہ تھا کہ مجھے بھی یوم وفات اور کفن دفن میں نبی علیہ السلام کی موافقت نصیب ہو۔ حیات میں تو

مشابہت تھی ہی سہی ممات میں بھی مشابہت مطلوب تھی۔

اللہ اللہ یہ شوق انتہا ہے آخر
تھے جو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بلکہ عاشق اکبر

حضرت ابوبکرؓ نے وفات سے پہلے وصیت کی تھی کہ جب میرا جنازہ تیار ہو جائے تو روضہ اقدس کے دروازے پر لے جا کر رکھ دینا اگر دروازہ کھل جائے تو وہاں دفن کر دیں ورنہ جنت البقیع میں دفن کرنا چناں چہ جب آپ ؓ کا جنازہ دروازے پر رکھا گیا تو الشـــق القتل وفتح الباب" (تالہ کھل گیا اور دروازہ بھی کھل گیا) اور ایک آواز سب صحابہ کرامؓ نے سنی کہا: ادخلوا الحبیب الی الحبیب (ایک دوست کو دوسرے دوست کی طرف لے آؤ)

جان ہی دے دی جگر نے آج پائے یار پہ
عمر بھر کی بے قراری کو قرار آ ہی گیا

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا دور خلافت ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کا مشاہرہ زیادہ متعین کیا اور اپنے بیٹے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا مشاہرہ تھوڑا مقرر کیا۔ حالاں کہ وہ علم وفضل میں بڑھے ہوئے تھے۔ ایک دن بیٹے نے پوچھ لیا، ابا جان! اس کی وجہ کیا ہے؟ فرمایا: زید رضی اللہ عنہ اور ان کے بیٹے اسامہ رضی اللہ عنہ کو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تجھ سے اور تیرے باپ سے زیادہ قرب کی نسبت نصیب تھی اس لیے میں نے اس کا مشاہرہ زیادہ مقرر کیا ہے۔

حضرت عمرؓ اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے انوکھے چند نمونے

سیدنا حضرت عمر فاروقؓ بہت شفاف اور نکھری ہوئی شخصیت کے مالک تھے۔ جب حالت کفر میں تھے تو نبی علیہ السلام کو شہید کرنے کی نیت سے گھر سے نکلے جب ایمان قبول کر لیا تو بیت اللہ شریف کے قریب ہو کر اعلان کیا اے قریش مکہ اب مسلمان برسرعام نمازیں پڑھیں گے جو اپنی بیوی کو بیوہ اور بچوں کو یتیم کروانا چاہے وہ عمرؓ کے مقابلے میں

آئے، آپؓ کے ایمان سے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو تقویت بخشی ایک مرتبہ دل میں اشکال پیدا ہوا کہ نبی علیہ السلام مجھے اپنی جان کے علاوہ ہر چیز سے زیادہ عزیز ہیں نبی اکرم ﷺ سے حقیقت کو واضح فرمایا تو کہنے لگے کہ اے اللہ کے نبی ﷺ اب آپ ﷺ مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز ہیں پھر ساری زندگی اسی پر جمے رہے۔ اس پر جمے رہنے کی چند مثالیں حسب ذیل درج ہیں:

① فتح مکہ میں حضرت عباسؓ اپنے خچر پر سوار حضرت ابوسفیانؓ بن حرب کو بٹھا کر لائے اور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی ﷺ میں نے ابوسفیان کو پناہ دی حضرت عمرؓ نے عرض کیا اے اللہ کے نبی ﷺ اس دشمن خدا نے آپ ﷺ کو بہت ایذا پہنچائی مجھے اجازت دیں کہ میں اس کا سر اڑا دوں حضرت عباسؓ نے حضرت عمرؓ کی طرف متوجہ ہو کر کہا اے عمرؓ اگر ابوسفیانؓ قبیلہ بنو عدی میں سے ہوتے تو آپؓ ایسا نہ کہتے جواب میں حضرت عمرؓ نے کہا اے عباسؓ جس دن آپؓ اسلام لائے تو آپؓ کا ایمان لانا مجھے اپنے والد خطاب کے ایمان لانے سے زیادہ محبوب تھا اس لیے کہ آپؓ کے ایمان لانے سے نبی علیہ السلام کو خوشی ہوئی تھی اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عمرؓ اپنے آقا ﷺ کی خوشی کو ہر چیز پر ترجیح دیتے تھے۔ (بیہقی، بزاز، اصابہ)

② نبی علیہ السلام کے سامنے ایک مرتبہ ایک یہودی اور منافق کا مقدمہ پیش ہوا یہودی چوں کہ حق پر تھا لہٰذا نبی علیہ السلام نے اس کے حق میں فیصلہ دے دیا منافق نے سوچا کہ حضرت عمرؓ یہودیوں پر سخت گیر ہیں ذرا ان سے بھی فیصلہ کروالیں۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا کہ نبی علیہ السلام پہلے فیصلہ دے چکے ہیں اور یہ منافق اپنے حق میں فیصلہ کروانے کی نیت سے میرے پاس آیا ہے آپ رضی اللہ عنہ اپنے گھر سے ایک تلوار لائے اور منافق کی گردن اڑا دی پھر کہا جو نبی علیہ السلام کے فیصلے کو نہیں مانتا عمر اس کا فیصلہ اسی طرح کرتا ہے۔ (تاریخ الخلفاء ص/۸۸)

③ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب وصال نبوی ﷺ کا یقین ہو گیا تو انہوں نے یہ کلمات کہے:

(یا رسول اللہ ابی انت وامی لقد کنت تخطبنا علی جذع النخلة فلما کثر الناس اتخذت منبرا النسمعهم فحن الجذع لفراقك حتی جعلت یدك علیه فسکن فاتئك اولی بالحنین الیك نسافازقهما)

یارسول اللہ ﷺ آپ ﷺ پر میرے ماں باپ قربان ہوں آپ ﷺ کھجور کے ایک تنے کے ساتھ ہمیں خطبہ دیا کرتے تھے جب لوگوں کی کثرت ہوئی تو آپ ﷺ نے ایک منبر بنوایا تاکہ سب کو آواز پہنچا سکیں۔ آپ ﷺ منبر پر رونق افروز ہوئے تو وہ درخت آپ ﷺ کی جدائی پر رونے لگا آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ اس پر رکھا تو وہ چپ ہوا جب ایک تنے کا آپ ﷺ کی جدائی میں یہ حال ہوا تو آپ ﷺ کی امت کو آپ ﷺ کے فراق پر زیادہ نالہ وفریاد کرنے کا حق پہنچتا ہے۔ (عظمت اسلام ص/۷)

④ حضرت عمرؓ نے اپنے دور خلافت میں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کا وظیفہ ساڑھے تین ہزار اور اپنے بیٹے عبداللہ بن عمرؓ کا تین ہزار مقرر کیا ابن عمرؓ نے پوچھا کہ آپؓ نے اسامہ رضی اللہ عنہ کو ترجیح کیوں دی وہ کسی جنگ میں مجھ سے آگے نہیں رہے حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ اسامہ رضی اللہ عنہ تمہاری نسبت نبی علیہ السلام کو زیادہ محبوب تھا اور اسامہ رضی اللہ عنہ کا باپ تمہارے باپ کی نسبت نبی علیہ السلام کو زیادہ پیارا تھا۔ پس میں نے نبی علیہ السلام کے محبوب کو اپنے محبوب پر ترجیح دی۔ (ترمذی، کتاب المناقب بن حارثہ)

⑤ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے شفاء بنت عبداللہ العدویہ رضی اللہ عنہا کو بلا بھیجا وہ آئیں تو دیکھا کہ عاتکہ بنت اسید رضی اللہ عنہا پہلے سے موجود تھیں کچھ دیر بعد حضرت عمرؓ نے دونوں کو ایک ایک چادر دی لیکن شفاء کی چادر کی کم قیمت تھی۔ انہوں نے کہا میں آپ رضی اللہ عنہ کی چچازاد بہن ہوں قدیم الاسلام ہوں آپ نے مجھے خاص اسی مقصد کے لیے بلایا ہے عاتکہ رضی اللہ عنہا تو یونہی آ گئی تھیں آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا واقعی یہ چادر میں نے

تمہیں دینے کے لیے رکھی تھی لیکن جب عاتکہ رضی اللہ عنہا آ گئیں تو مجھے نبی علیہ السلام کی قرابت داری کا لحاظ کرنا پڑا۔ (اصابہ تذکرہ عاتکہ بنت اسید)

⑥ اپنے دور خلافت میں حضرت عمرؓ ایک مرتبہ رات کو گشت کر رہے تھے آپ رضی اللہ عنہ نے ایک گھر سے کسی کے اشعار پڑھنے کی آواز سنی جب قریب ہوئے تو پتہ چلا کہ ایک بوڑھی عورت نبی علیہ السلام کی محبت اور جدائی میں اشعار پڑھ رہی ہے حضرت عمرؓ آبدیدہ ہو گئے اور دروازہ کھٹکھٹایا، بوڑھی عورت نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو حیران ہوئی اور کہنے لگی امیر المومنین آپ رضی اللہ عنہ رات کے وقت میرے دروازہ پر آپؓ نے فرمایا ہاں مگر ایک فریاد لے کر آیا ہوں کہ وہ اشعار مجھے دوبارہ سنائیں جو آپ پڑھ رہی تھیں بوڑھی عورت نے اشعار پڑھے:

علی محمد صلوۃ الابرار

صلی علیہ الطیبون الاخیار

قدکان قوما بکی بالاسحار

یالیت شعر والمنایا اطوار

ھل تجمعنی وحبیبی الدار

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نیک اور اچھے لوگ درود پڑھ رہے ہیں وہ راتوں کو جاگنے والے اور سحر کے وقت روزہ رکھنے والے تھے موت تو آنی ہی ہے کاش مجھے یقین ہو جائے کہ مرنے کے بعد مجھے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا وصل نصیب ہوگا۔

حضرت عمرؓ وہیں زمین پر بیٹھ کر کافی دیر تک روتے رہے دل اتنا غمزدہ ہوا کہ کئی دن بیمار رہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی الفت و محبت بارگاہ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم میں

① جب صلح حدیبیہ کے موقع پر حضرت عثمانؓ کو نمائندہ بنا کر مکہ مکرمہ بھیجا گیا تو قریش مکہ نے مسلمانوں کو مکہ میں داخل ہونے کی اجازت نہ دی جب صحابہ کرامؓ کو پتہ چلا تو بہت افسردہ ہوئے بعض نے کہا کہ وہ خوش قسمت ہیں کہ بیت اللہ کا طواف کر کے آئیں گے نبی

علیہ السلام نے فرمایا: کہ عثمان میرے بغیر طواف نہیں کریں گے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ واپس آئے تو صحابہؓ نے پوچھا کہ کیا آپ نے بیت اللہ کا طواف بھی کیا انہوں نے جواب دیا کہ اللہ کی قسم مجھے طواف کرنے کے لیے قریش اصرار کرتے رہے مگر میں وہاں ایک سال بھی مقیم رہتا تو بھی نبی علیہ السلام کے بغیر طواف نہ کرتا۔ یہاں ہر مشورہ ہے۔

ایک مرتبہ حضرت عثمانؓ جب نبی علیہ السلام حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے ہمراہ ان کے گھر کی طرف چلے تو حضرت عثمانؓ سارا راستہ نبی علیہ السلام کے قدم مبارک کی طرف دیکھتے رہے صحابہ کرامؓ نے جب یہ بات نبی علیہ السلام کو بتائی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے اس کی وجہ دریافت کی عرض کیا اے اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم آج میرے گھر میں اتنی مقدس ہستی آئی ہے کہ میری خوشی کی انتہا نہیں میں نے نیت کی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جتنے قدم اپنے گھر سے چل کر یہاں آئیں گے میں اتنے غلام اللہ کے راستے میں آزاد کروں گا۔

حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کی عقیدت ومحبت بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں

① حضرت علیؓ کو اپنے لڑکپن سے ہی سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گہرا تعلق تھا اسی لیے آفتاب رسالتؐ کی کرنیں جیسے ہی طلوع ہوئیں انہوں نے لڑکوں میں سب سے پہلے ایمان لانے کی سعادت حاصل کی چھوٹی عمر میں انسان میں خوف اور ڈر زیادہ ہوتا ہے مگر عشق کا یہ تاثر ہے کہ انسان کو نتائج سے بے پرواہ بنا دیتا ہے' لہٰذا حضرت علیؓ نے ایمان قبول کرنے میں دیر نہ لگائی جب نبی علیہ السلام نے ہجرت کا ارادہ فرمایا تو اس وقت آپ رضی اللہ عنہ کے پاس لوگوں کی امانتیں موجود تھیں اس صادق اور امین ذات صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو منتخب کیا اور حکم دیا کہ علی تم میرے بستر پر لیٹ جاؤ اور صبح کے وقت امانتیں لوگوں کے سپرد کر دینا حضرت علیؓ کی دلیری' شجاعت و بہادری پر قربان جائیں کہ وہ بلا خوف و خطر چارپائی پر لیٹ گئے نبی علیہ السلام کے حکم پر جان کی بازی لگا دینا ان کا محبوب مشغلہ تھا۔

② حضرت علیؓ نے نبی علیہ السلام کو آخری غسل دیتے ہوئے جو تاریخی الفاظ کہے وہ پوری امت کے جذبات کی ترجمانی کرتے ہیں ''میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے وہ چیز جاتی رہی جو کسی دوسرے کی قوت سے نہ گئی تھی یعنی وحی آسمانی کا سلسلہ منقطع ہو گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی عظیم صدمہ ہے اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبر کا حکم نہ دیا ہوتا اور آہ وزاری سے منع نہ کیا ہوتا تو ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر آنسو بہاتے تاہم درد کا درماں اور زخم کا علاج پھر بھی نہ ہوتا''

صحابیاتؓ کا عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم

عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں صحابیات رضی اللہ عنہن نے بھی بہت اعلیٰ اور نمایاں مثالیں پیش کیں ان کے سینے عشق نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے معمور تھے۔ اور ان کے پاکیزہ قلوب اس نعمت کے حصول پر مسرور تھے۔ چند مثالیں درج ذیل ہیں۔

① ...... جنگ احد کے دوران مدینہ منورہ میں خبر پھیل گئی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے اس خبر کے پھیلتے ہی مدینہ میں کہرام مچ گیا' عورتیں روتی ہوئیں گھروں سے باہر نکل آئیں ایک انصاریہ عورت نے کہا کہ جب تک اس کی خود تصدیق نہ کرلوں' میں اسے تسلیم نہیں کروں گی' چنانچہ وہ ایک سواری پر بیٹھی اور اپنی سواری کو اس پہاڑ کی طرف بھگایا' کافی قریب آئیں تو ایک صحابی رضی اللہ عنہ آتے ہوئے ملے ان سے پوچھتی ہیں۔ ''مابال محمد صلی اللہ علیہ وسلم'' محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا ہے؟ اس نے کہا مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حال معلوم نہیں البتہ میں نے دیکھا کہ تیرے بیٹے کی لاش فلاں جگہ پر پڑی ہوئی ہے' اس عورت کو جوان سال بیٹے کی شہادت کی خبر ملی مگر وہ ٹس سے مس نہیں ہوئی اس ماں کے دل میں عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنا اثر ڈالا ہوا تھا' کہ بیٹے کی شہادت کی خبر سنی مگر کوئی پرواہ نہ کی' سواری آگے بڑھاتی ہیں ایک اور صحابی رضی اللہ عنہ ملے' پوچھتی ہیں مابال محمد صلی اللہ علیہ وسلم محمد صلی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ مجھے معلوم نہیں البتہ تیرے خاوند کی لاش فلاں جگہ پڑی ہے' یہ عورت پھر بھی ٹس سے مس نہ ہوئی اور آگے بڑھی کسی اور سے پوچھا' مابال محمد صلی اللہ علیہ وسلم' محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟ جواب ملا مجھے معلوم نہیں البتہ تیرے والد کی لاش فلاں جگہ پڑی ہے' اسی طرح بھائی کی لاش کے بارے میں بھی بتایا گیا کہ فلاں جگہ پڑی ہے مگر یہ عورت

پھر بھی ٹس سے مس نہ ہوئی آگے ایک اور صحابیؓ ملے' پوچھتی ہیں' "مابال محمد صلی اللہ علیہ وسلم"، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟ انہوں نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم فلاں جگہ موجود ہیں' چنانچہ سواری کو ادھر بڑھاتی ہیں جب وہاں پہنچیں تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے تھے' وہاں اپنی سواری سے نیچے اتر گئیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر کا ایک کونہ پکڑ کر کہا: کل مصیبة بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم سھل" (میرے اوپر تمام مصیبتیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار کے بعد آسان ہو گئیں۔

۲......ایک مرتبہ نبی علیہ السلام نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ وہ جہاد کی تیاری کریں۔ مدینہ کے ہر گھر میں جہاد کی تیاریاں زوروں پر تھیں۔ ایک گھر میں ایک صحابیہؓ اپنے معصوم بچے کو گود میں لیے زار و قطار رو رہی تھی۔ اس کے خاوند پہلے کسی جہاد میں شہید ہو گئے تھے۔ اب گھر میں کوئی بھی ایسا مرد نہ تھا کہ جس کو یہ تیار کر کے نبی علیہ السلام کے ہمراہ جہاد میں بھیجتیں۔ جب بہت دیر تک روتی رہیں اور طبیعت بھر آئی اور اپنے معصوم بیٹے کو سینے سے لگایا اور مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں نبی علیہ السلام کی خدمت میں پیش ہوئیں۔ اپنے بیٹے کو نبی علیہ السلام کی گود میں ڈال کر کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میرے بیٹے کو بھی جہاد کے لئے قبول فرمائیں۔ نبی علیہ السلام نے حیران ہو کر فرمایا یہ معصوم بچہ جہاد میں کیسے جاسکتا ہے۔ وہ رو کر کہنے لگیں کہ میرے گھر میں کوئی بڑا مرد نہیں کہ جس کو بھیج سکوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی کو مجاہد کے حوالے کر دیجئے جس کے ہاتھ میں ڈھال نہ ہو۔ تاکہ جب وہ مجاہد کفار کے سامنے مقابلے کیلئے جائے اور کافر تیروں کی بارش برسائیں تو وہ مجاہد تیروں سے بچنے کیلئے میرے بیٹے کو آگے کر دے۔ میرا بیٹا تیروں کو روکنے کے کام آسکتا ہے۔ سبحان اللہ تاریخ انسانیت ایسی مثالیں پیش کرنے سے قاصر ہے کہ عورت اور ماں جیسی شفیق ہستی فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو سن کر اس پر عمل پیرا ہونے کیلئے اتنی بے قراری ہوئی ہے کہ معصوم بچے کو شہادت کیلئے پیش کر دیتی ہے۔

۳......سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں ایک عورت حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ مجھے نبی علیہ السلام کی قبر مبارک کی زیارت کرا دیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے

حجرہ مبارک کھولا۔ وہ صحابیہ رضی اللہ عنہ عشق نبوی ﷺ میں اس قدر مغلوب تھیں کہ زیارت کر کے روتی رہیں اور روتے روتے انتقال فرما گئیں۔ (شفاء شریف)

④......ام المومنین ام حبیبہؓ کے والد ابو سفیان صلح حدیبیہ کے زمانے میں مدینہ آئے اپنی بیٹی سے ملنے گئے۔ قریب پڑے بستر پر بیٹھنے لگے تو ام حبیبہؓ نے جلدی سے بستر الٹ دیا ابو سفیان نے پوچھا بیٹی مہمان کے آنے پر بستر بچھاتے ہیں بستر لپیٹتے تو نہیں۔ ام حبیبہؓ نے کہا ابا جان یہ بستر اللہ تعالیٰ کے پیارے اور پاک محبوب ﷺ کا ہے اور آپ مشرک ہونے کی وجہ سے ناپاک ہیں لہٰذا اس بستر پر نہیں بیٹھ سکتے۔ ابو سفیان کو اس کا بڑا رنج ہوا مگر ام حبیبہؓ کے دل میں جو محبت اور عظمت اللہ کے رسول ﷺ کی تھی اس کے سامنے جسمانی رشتے کوئی حیثیت نہیں رکھتے تھے۔ قربان جائیں ان کے پیارے عمل پر کہ فیصلہ کر لیا کہ باپ چھوٹتا ہے تو چھوٹ جائے مگر محبوب ﷺ کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹنے پائے۔

⑤......ایک صحابی حضرت ربیعہ اسلمی رضی اللہ عنہ نہایت غریب نوجوان تھے۔ ایک مرتبہ تذکرہ چلا کہ انہیں کوئی اپنی بیٹی کا رشتہ دینے کیلئے تیار نہیں ہے۔ نبی علیہ السلام نے انصار کے ایک قبیلے کی نشاندہی کی کہ ان کے پاس جا کر رشتہ مانگو۔ وہ گئے اور بتایا کہ میں نبی علیہ السلام کے مشورے سے حاضر ہوا ہوں تاکہ میرا نکاح فلاں لڑکی سے کر دیا جائے۔ باپ نے کہا بہت اچھا ہم لڑکی سی معلوم کر لیں جب پوچھا تو وہ لڑکی کہنے لگی ابو جان یہ مت دیکھو کہ آیا کون ہے بلکہ یہ دیکھو کہ بھیجنے والا کون ہے۔ چنانچہ فوراً نکاح کر دیا گیا۔

⑥......فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا ایک حسین و جمیل صحابیہؓ تھیں، ان کیلئے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ جیسے دولت مند صحابی کا رشتہ آیا۔ جب انہوں نے نبی علیہ السلام سے مشورہ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا اسامہ سے نکاح کر لو۔ حضرت فاطمہؓ نے آپ ﷺ کو اپنی قسمت کا مالک بنا دیا اور عرض کی اے رسول اللہ ﷺ میرا معاملہ آپ کے اختیار میں ہے جس سے چاہیں نکاح کر دیں۔ یعنی میرے لیے یہی خوشی کافی ہے کہ آپ کے ہاتھوں سے میرا نکاح ہوگا۔

⑦...... نبی علیہ السلام کی سب سے بڑی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا اعلان نبوت سے دس سال قبل پیدا ہوئیں۔ جب جوانی کی عمر کو پہنچیں تو اپنے خالہ زاد بھائی ابوالعاص بن ربیع سے نکاح ہوا۔ ہجرت کے وقت نبی علیہ السلام کے ساتھ نہ جا سکیں۔ ان کے خاوند بدر کی لڑائی میں کفار کی طرف سے شریک ہوئے اور مسلمانوں کے ہاتھ گرفتار ہوئے اہل مکہ نے جب اپنے قیدیوں کیلئے فدیے ارسال کیے تو سیدہ حضرت زینبؓ نے بھی اپنے خاوند کی رہائی کیلئے مال بھیجا جس میں وہ ہار بھی تھا جو حضرت خدیجہؓ نے ان کو جہیز میں دیا تھا۔ نبی علیہ السلام نے جب وہ ہار دیکھا تو حضرت خدیجہؓ کی یاد تازہ ہوگئی۔ صحابہؓ سے مشورے میں یہ بات طے پائی کہ ابوالعاص کو بلا فدیہ چھوڑ دیا جائے۔ اس شرط پر کہ وہ واپس جا کر سیدہ زینبؓ کو مدینہ بھیج دیں۔ نبی علیہ السلام نے دو آدمی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو لینے کیلئے ساتھ کر دیئے تا کہ وہ مکہ سے باہر ٹھہر جائے اور ابوالعاص سیدہ زینبؓ کو ان تک پہنچا دیں۔ سیدہ زینبؓ جب اپنے دیور کنانہ کے ساتھ بیٹھ کر روانہ ہوئیں تو کفار آگ بگولہ ہو گئے۔ چنانچہ انہوں نے سیدہ زینبؓ کو نیزہ مارا جس سے وہ زخمی ہو کر گریں۔ چونکہ حاملہ تھیں اس وجہ سے حمل بھی ضائع ہو گیا۔ کنانہ رضی اللہ عنہا نے نیزوں سے مقابلہ کیا ابوسفیان نے کہا محمد ﷺ کی بیٹی اور اس طرح علی الاعلان جائے۔ یہ ہمیں گوارا نہیں اس وقت واپس چلو پھر چپکے سے بھیج دینا۔ کنانہ رضی اللہ عنہ نے اس کو قبول کر لیا۔ چند دن کے بعد پھر حضرت سیدہ زینبؓ کو روانہ کیا گیا۔ سیدہ زینبؓ کا زخم کئی سال تک رہا اور بالآخر اس وجہ سے وفات ہوئی۔ نبی علیہ السلامؑ نے فرمایا کہ وہ میری سب سے اچھی بیٹی تھی جو میری محبت میں ستائی گئی۔

⑧...... جنگ احد میں ام عمارہؓ اپنے شوہر حضرت زید بن عاصم رضی اللہ عنہ اور اپنے دو بیٹوں عمارؓ اور عبداللہؓ کے ہمراہ جنگ میں شریک ہوئیں۔ جب کفار نے نبی علیہ السلام پر ہلہ بول دیا تو یہ نبی ﷺ کے قریب آ کر حملہ روکنے والے صحابہؓ میں شامل ہو گئیں۔ ابن کمیہ ملعون نے نبی علیہ السلام پر تلوار کا وار کرنا چاہا تو انہوں نے اس کو اپنے کندھوں پر روکا

جس سے بہت گہرا زخم آیا۔ام عمارہؓ نے پلٹ کر ابن کمیہ ملعون پر بھرپور وار کیا قریب تھا کہ وہ دوٹکڑے ہو جاتا مگر اس نے دوزرہ پہن رکھی تھی لہٰذا بچ نکلا۔ام عمارہؓ کے سر اور جسم پر تیرہ زخم لگے۔ان کے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ کو ایک ایسا زخم لگا کہ خون بند نہیں ہوتا تھا ام عمارہؓ نے اپنا کپڑا اپھاڑ کر زخم کو باندھا اور کہا بیٹا اٹھو اور اپنے نبی ﷺ کی حفاظت کرو۔اتنے میں وہ کافر جس نے ان کو زخم لگایا تھا پھر قریب آیا۔نبی علیہ السلام نے فرمایا اے ام عمارہؓ تیرے بیٹے کو زخمی کرنے والا یہی کافر ہے۔ام عمارہؓ نے جھپٹ کر اس کافر کی ٹانگ پر تلوار کا ایسا وار کیا کہ وہ گر پڑا۔اور وہ چل نہ سکا اور سر کے بل گھسٹتے ہوئے بھاگا۔نبی ﷺ نے یہ منظر دیکھا تو مسکرا کر فرمایا ام عمارہؓ تو اللہ کا شکر ادا کر جس نے تمہیں جہاد کرنے کی ہمت بخشی۔ام عمارہؓ نے اس موقع کو غنیمت سمجھتے ہوئے دل کی حسرت ظاہر کی کہ اے نبی ﷺ آپ دعا فرمائیں کہ ہم لوگوں کو جنت میں آپ ﷺ کی خدمت گزاری کا موقع مل جائے۔نبی علیہ السلام نے اس وقت ان کیلئے ان کے شوہر کیلئے اور دونوں بیٹوں کیلئے دعا فرمائی کہ "اللھم اجعلھم رفقائی فی الجنة" اے اللہ ان سب کو جنت میں میرا رفیق بنادے۔ام عمارہؓ زندگی بھر یہ بات علی الاعلان کرتی تھیں کہ نبی ﷺ کی اس دعا کے بعد میرے لیے دنیا کی بڑی سے بڑی مصیبت بھی کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔(مدارج النبوۃ)

⑨......حضرت انسؓ کی والدہ ام سلیمؓ گھر کے بچوں کو شیشی دے کر بھیجتیں کہ جب نبی علیہ السلام قیلولہ فرمائیں اور آپ ﷺ کے جسم مبارک پر پسینہ آئے تو اس کے قطرے اس شیشی میں جمع کرلیں، چنانچہ وہ اس پسینہ کو اپنی خوشبو میں شامل کرتیں۔اور پھر اپنے جسم اور کپڑوں پر وہ خوشبو لگاتی تھیں۔(بخاری کتاب الاستیذان)

⑩......غزوہ خیبر میں نبی علیہ السلام نے ایک صحابیہ رضی اللہ عنہا کو اپنے دست مبارک سے ہار پہنایا۔وہ اس کی اتنی قدر کرتی تھیں کہ عمر بھر اس کو گلے سے جدا نہ کیا اور جب انتقال کر گئیں تو وصیت کی کہ وہ ہار ان کے ساتھ دفن کیا جائے۔

⑪......حضرت سلمیٰؓ ایک صحابیہ تھیں۔انہوں نے نبی علیہ السلام کی اتنی خدمت کی کہ

خادمہ رسول ﷺ کا لقب حاصل ہوا۔ان کی والدہ کے ایک غلام حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ تھے۔انہوں نے اس کو اس شرط پر آزاد کرنا چاہا کہ وہ ساری زندگی نبی علیہ السلام کی خدمت کریں۔حضرت سفینہؓ نے کہا کہ آپ یہ شرط بھی نہ لگاتیں تو بھی میں ساری زندگی اس در کی چاکری میں گزار دیتا۔(ابوداؤد کتاب الطب باب الحامہ)

⑫......ام عطیہ ایک صحابیہ تھیں جب بھی نبی علیہ السلام کا نام نامی اسم گرامی ان کی زبان پر آتا تو کہتیں بابی (میرا باپ قربان) اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ان کے دل میں عشق نبوی ﷺ کی شدت کا عالم کیا ہوگا۔(نسائی شریف۔کتاب الحیض)

⑬......ایک دن نبی علیہ السلام حضرت جابرؓ کے مکان پر تشریف لائے انہوں نے بیوی سے کہا کہ دیکھو نبی علیہ السلام کی دعوت کا خوب اہتمام کرو۔آپ ﷺ کو کوئی تکلیف نہ پہنچے۔انہیں تمہاری صورت بھی نظر نہ آئے۔نبی علیہ السلام نے قیلولہ فرمایا تو آپ ﷺ کیلئے بکری کے بچے کا بھنا ہوا گوشت تیار تھا۔جب آپ ﷺ کھانا کھانے لگے تو بنوسلمی کے لوگ دور سے ہی آپ ﷺ کے دیدار سے مشرف ہوتے رہے کہ آپ ﷺ کو تکلیف نہ ہو۔جب نبی علیہ السلام رخصت ہونے لگے تو حضرت جابرؓ کی بیوی نے پردے کے پیچھے کہا یارسول اللہ میرے لیے اور میرے شوہر کیلئے نزول رحمت کی دعا کریں آپ ﷺ نے رحمت کی دعا فرمائی تو زوجہ جابر رضی اللہ عنہا خوشی سے پھولے نہ سمائیں۔

⑭......حضور اکرم ﷺ حجۃ الوداع کیلئے تشریف لے گئے تو سب ازواج مطہرات ساتھ تھیں۔راستے میں حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا اونٹ تھک کر بیٹھ گیا اور چلتا ہی نہ تھا وہ رونے لگیں آپ ﷺ کو خبر ہوئی تو آپ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے ان کے آنسو پونچھے' عجیب اتفاق کہ آپ ﷺ جس قدر دلاسا دیتے وہ اسی قدر اور روتیں جب کافی دیر تک چپ نہ ہوئیں تو نبی علیہ السلام نے ان سے اعراض فرمایا تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کو پڑاؤ ڈالنے کا حکم دیا اور خود بھی اپنا خیمہ نصب کروایا۔حضرت حفصہؓ کو احساس ہوا کہ شاید نبی ﷺ مجھ سے خفا ہو گئے ہیں اب نبی علیہ السلام کو منانے اور راضی کرنے کی

تدبیریں سوچنے لگیں۔ اس غرض سے سیدہ عائشہؓ کے پاس گئیں اور کہا کہ آپ کو معلوم ہے کہ میں اپنی باری کا دن کسی چیز کے معاوضے میں نہیں دے سکتی لیکن اگر آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مجھ سے راضی کر دیں تو میں اپنی باری آپ کو دیتی ہوں سیدہ عائشہؓ نے آمادگی ظاہر کی اور ایک دوپٹہ اوڑھا جو زعفرانی رنگ میں رنگا ہوا تھا پھر اس پر پانی چھڑکا تاکہ خوشبو پھیلے اس کے بعد نبی علیہ السلام کے پاس گئیں اور خیمہ کا پردہ اٹھایا۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ عائشہؓ یہ تمہارا دن نہیں ہے۔ بولیں "ذالك فضل الله يوتيه من يشاء" (یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دے دیتا ہے۔

⑮...... ایک مرتبہ نبی علیہ السلام مسجد سے باہر نکلے راستے میں مرد اور عورتیں فراغت پر گھر واپس جا رہے تھے۔ نبی علیہ السلام نے عورتوں کو مخاطب کر کے کہا کہ تم پیچھے اور ایک طرف رہو۔ وسط راہ سے نہ گزرو۔ اس کے بعد یہ حال ہو گیا کہ عورتیں اس قدر گلی کے کنارے پہ چلتیں کہ ان کے کپڑے دیواروں سے الجھ جاتے۔ (ابوداؤد۔ کتاب الادب)

⑯...... نبی علیہ السلام نے شوہر کے علاوہ دوسرے محرم مردوں کی وفات پر تین دن سوگ کیلئے متعین فرمائے ہیں صحابیات رضی اللہ عنہن اس کی بہت شدت سے پابندی کرتی تھیں۔ سیدہ زینب بن جحش رضی اللہ عنہا کے بھائی کا انتقال ہو گیا تو چوتھے روز انہوں نے خوشبو منگا کر لگائی اور فرمایا مجھے اس کی ضرورت نہ تھی لیکن نبی علیہ السلام کا فرمان سنا ہے کہ شوہر کے سوا تین دن سے زیادہ کسی کا سوگ جائز نہیں۔ اس لیے یہ اسی حکم کی تعمیل تھی۔ (ابوداؤد)

⑰...... ایک مرتبہ نبی علیہ السلام نے پانی یا دودھ پی کر حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کو عنایت فرمایا۔ انہوں عرض کیا کہ اگرچہ میں روزے سے ہوں لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جھوٹا واپس کرنا پسند نہیں کرتی۔ (مقصد یہ تھا کہ میں روزے کی پھر قضا کرلوں گی اور پانی نوش کرلیا)

⑱...... ایک دن حضرت حذیفہؓ کی والدہ نے ان سے پوچھا بیٹا تم مجھے اپنے کام میں مشغول نظر آتے ہو تم نے نبی علیہ السلام کی زیارت کب کی تھی۔ انہوں نے کہا اتنے دنوں پہلے۔ اس پر والدہ نے ان کو سخت سست کہا بولے میں ابھی جا کر مغرب کی نماز نبی علیہ

السلام کے ساتھ ادا کرتا ہوں۔اور اپنے لئے اور آپ کیلئے استغفار کی درخواست کرتا ہوں۔(ترمذی کتاب المناقب)

⑲......جب نبی علیہ السلام نے اس دارفانی سے پردہ فرمایا تو سیدہ حضرت عائشہؓ نے اس عظیم سانحہ پر اپنے رنج والم کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا ہائے افسوس وہ پیارے نبی علیہ السلام جس نے فقر کو غنا پر مسکینی کو دولت مندی پر ترجیح دی۔افسوس وہ معلم کائنات جو گنہگار امت کی فکر میں پوری رات آرام سے نہ سو سکے ہم سے رخصت ہوگئے۔جس نے ہمیشہ صبر واستقامت سے اپنے نفس کے ساتھ مقابلہ کیا جس نے برائیوں کی طرف کبھی دھیان نہ دیا اور جس نے نیکی اور احسان کے دروازے ضرورت مندوں پر کبھی بند نہ کئے۔ جس روشن ضمیر کے دامن پر دشمنوں کی ایذارسانی کا گردوغبار کبھی نہ بیٹھا۔

⑳......سیدہ فاطمۃ الزہرؓ نے نبی علیہ السلام کے پردہ فرمانے پر کہا۔میرے والد گرامی نے دعوت حق کو قبول فرمایا اور فردوس بریں میں نزول فرمایا۔الٰہی روح فاطمہ کو جلدی روح محمد ﷺ سے ملادے۔الٰہی مجھے دیدار رسول ﷺ سے مسرور بنادے۔الٰہی مجھے اس مصیبت کو جھیلنے کے ثواب سے محروم نہ فرمانا۔اور روز محشر محمد ﷺ کی شفاعت نصیب کرنا۔

㉑......حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا ایک دن نبی علیہ السلام کو یاد کر کے رونے لگیں۔حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا کہ آپ کیوں روتی ہیں۔کہا کہ یہ بتاؤ نبی علیہ السلام کیلئے اللہ تعالیٰ کے پاس بہتر نعمتیں موجود نہیں ہیں۔انہوں نے کہا بالکل ہیں۔فرمایا میں اس لیے رو رہی ہوں کہ نبی علیہ السلام کی جدائی سے وحی کا سلسلہ منقطع ہوگیا۔اس پر حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ بھی رو پڑے۔

یارب صلّ وسلم دائما ابدا   علی حبیبك خیرا لخلق کلھم

دولت عشق ومحبت سے بچے بھی مالا مال

نبی اکرم ﷺ کی مقبولیت جس طرح مردوں اور عورتوں میں یکساں تھی اسی طرح بچوں میں بھی بے پناہ تھی چھوٹے بچے بھی شمع رسالت کے پروانے تھے۔اور قربانی دینے

میں بڑوں سے پیچھے نہ رہے۔ چند واقعات درج ذیل ہیں۔

①...... حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بدر کے میدان میں کھڑے تھے ان کے دائیں اور بائیں طرف انصار کے دو بچے تھے۔ انہیں خیال ہوا اگر میں قوی اور مضبوط لوگوں کے درمیان ہوتا تو ضرورت کے وقت ہم ایک دوسرے کی مدد کر سکتے۔ اتنے میں ایک بچہ ان کے پاس آیا اور ہاتھ پکڑ کر کہنے لگا چچا جان آپ ابو جہل کو پہچانتے ہیں انہوں نے کہا ہاں مگر تمہارا کیا مقصد ہے وہ کہنے لگا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ نبی اکرم ﷺ کی شان مبارک میں گالیاں بکتا ہے۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر میں اسے دیکھ لوں تو اس وقت تک میں جدا نہ ہوں یہاں تک کہ وہ مر جائے یا میں مر جاؤں۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ بڑے حیران ہوئے اتنے میں دوسرے بچے نے بھی آ کر یہی سوال و جواب دہرائے۔ اتنے میں ابو جہل انہیں نظر آیا تو انہوں نے بچوں کو نشاندہی کی کہ تمہارا مطلوب وہ سامنے ہے۔ دونوں بچے دوڑتے ہوئے گئے ایک نے گھوڑے کی ٹانگ پر وار کیا جس سے گھوڑا گر گیا اور ابو جہل بھی گر پڑا۔ دوسرے نے ابو جہل پر کاری ضرب لگائی۔ بچے اتنے چھوٹے تھے کہ تلوار بڑی تھی اور ان کا قد چھوٹا تھا۔ چنانچہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر ابو جہل کو کیفر کردار تک پہنچایا۔ اس واقعہ سے بچوں کی عزت ایمان اور عشق نبوی ﷺ کا کتنا واضح ثبوت ملتا ہے۔ (بخاری)

②...... حضرت زید بن حارثہؓ

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ زمانہ جاہلیت میں اپنی والدہ کے ساتھ ننھیال جا رہے تھے بنو قیس نے وہ قافلہ لوٹا جس میں حضرت زید بھی تھے اور ان کو مکہ میں لا کر بیچ دیا۔ حکیم بن حزام نے اپنی پھوپھی سیدہ خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا کیلئے خرید لیا۔ جب سیدہ خدیجہؓ کا نکاح نبی علیہ السلام سے ہوا تو انہوں نے زیدؓ کو نبی ﷺ کی خدمت میں بطور ہدیہ پیش کیا۔ زیدؓ کے والد کو ان کی جدائی کا بڑا صدمہ تھا۔ اولاد کی محبت فطری چیز ہوتی ہے چنانچہ وہ زید کے فراق میں روتے اور اشعار پڑھتے پھرا کرتے۔

چند اشعار کا ترجمہ درج ذیل ہے۔

①...... میں زید کی یاد میں رو رہا ہوں اور یہ بھی نہیں جانتا کہ وہ زندہ ہے جو اس کی امید رکھوں یا مردہ ہے کہ اس سے مایوس ہو جاؤں۔ اے زید اللہ کی قسم مجھے یہ بھی معلوم نہیں کہ تمہیں نرم زمین نے ہلاک کیا یا کسی پہاڑ نے ہلاک کیا۔

②...... کاش مجھے یہ معلوم ہو جاتا کہ تو عمر بھر میں کبھی بھی واپس آئے گا یا نہیں ساری دنیا میں میری انتہائی غرض تیری واپسی ہے۔

③...... جب آفتاب طلوع ہوتا ہے تو مجھے زیدؓ ہی یاد آتا ہے اور جب بارش ہونے کو آتی ہے تو بھی اس کی یاد ستاتی ہے۔

④...... اور جب ہوائیں چلتی ہیں تو بھی اس کی یاد کو بڑھاتی ہیں ہائے میرا غم اور میری فکر کتنی طویل ہو گئی۔

⑤...... میں اس کی تلاش میں تیز رفتار اونٹ کو کام میں لاؤں گا اور ساری دنیا کا چکر لگانے سے باز نہیں آؤں گا۔

⑥...... چلنے والے اکتاتے ہیں تو اکتائیں مگر میں نہیں اکتاؤں گا۔ ساری زندگی اسی طرح گزاروں گا۔

⑦...... ہاں میری موت آ گئی تو وہ اور بات ہے کہ وہ ہر چیز کو فنا کرنے والی ہے خواہ ان کی کتنی امیدیں لگائے۔

⑧...... میں اپنے رشتے داروں کو وصیت کر جاؤں گا کہ وہ بھی زیدؓ کو ڈھونڈتے رہیں۔

غرض یہ اشعار پڑھ کر روتے رہے اتفاق سے ان کی قوم کے چند لوگوں کا حج پر جانا ہوا تو انہوں نے زیدؓ کو پہچانا باپ کی داستان سنائی اور شعر سنائے حضرت زیدؓ نے اس کے جواب میں تین شعر لکھ بھیجے جن کا مطلب یہ تھا کہ میں مکہ میں ہوں۔ ان لوگوں نے جا کر زیدؓ کی باتیں ان کے والد کو سنائیں اور اشعار بھی سنائے پتہ بھی بتایا ان کے والد اور چچا فدیہ کی رقم لے کر ان کو غلامی سے چھڑانے کی خاطر مکہ پہنچے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت

میں عرض کیا ہاشم کی اولاد اور اپنی قوم کے سردار آپ لوگ مسجد حرام کے رہنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے گھر کے پڑوسی ہیں۔ آپ قیدیوں کو رہا کراتے ہیں' بھوکوں کو کھانا کھلاتے ہیں۔ ہم اپنے بیٹے کی طلب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فدیہ لے کر اس کو رہا کریں آپ کا ہم پر احسان ہوگا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بس اتنی سی بات ہے کہنے لگے جی بس یہی عرض ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو بلالو اور پوچھ لو اگر وہ تمہارے ساتھ جانا چاہے تو بغیر فدیہ کے تمہاری نذر ہے اور اگر وہ نہ جانا چاہے تو میں ایسے شخص پر جبر نہیں کرنا چاہتا جو خود نہ جانا چاہتا ہو۔ انہوں نے کہا کہ آپ نے استحقاق سے زیادہ ہم پر کرم کیا۔ یہ بات بخوشی منظور ہے۔ حضرت زیدؓ بلائے گئے' نبی علیہ السلام نے فرمایا تم ان کو پہچانتے ہو عرض کیا جی ہاں یہ میرے باپ ہیں اور یہ میرے چچا۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ میرا حال بھی تمہیں معلوم ہے اب تم کو اختیار ہے کہ میرے پاس رہنا چاہو تو رہو اور ان کے ساتھ جانا چاہو تو اجازت ہے۔ حضرت زیدؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کے مقابلے میں بھلا کس کو پسند کرسکتا ہوں۔ آپ میرے لیے باپ کی جگہ بھی ہیں اور چچا کی جگہ بھی۔

ان دونوں باپ چچا نے سمجھایا کہ زیدؓ آزادی پر غلامی کو ترجیح دے رہے ہو باپ چچا اور سب گھر والوں کے مقابلے میں غلام رہنے کو پسند کرتے ہو۔ حضرت زیدؓ نے کہا کہ ہاں میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں ایسی بات دیکھی ہے کہ اس کے مقابلے میں کوئی چیز پسند نہیں کرسکتا نبی علیہ السلام نے جب یہ جواب سنا تو ان کو اپنی گود میں لے لیا اور فرمایا کہ میں نے اس کو اپنا بیٹا بنالیا۔ زید رضی اللہ عنہ کے باپ اور چچا یہ منظر دیکھ کر خوش ہوئے اور واپس چلے گئے۔ (تاریخ خمیس)

③...... حضرت سائب بن یزیدؓ یہ روایت کرتے ہیں کہ میں اپنے لڑکپن میں بیمار پڑا میری خالہ مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور برکت کی دعا دی۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا میں نے جب کچھ پانی بچا ہوا

دیکھا تو اسے پی لیا عجیب بات ہے کہ بچوں میں بھی حصول برکت کا اتنا شوق تھا۔

④......ایک مرتبہ نبی علیہ السلام تشریف لے جا رہے تھے کہ آپ ﷺ نے کچھ بچوں کو ایک جگہ جمع دیکھا ایک لڑکا ان کے درمیان میں اذان دیتے ہوئے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی نقل اتار رہا تھا اور دوسرے بچے ہنس رہے تھے۔ آپ ﷺ کو دیکھ کر سب بچے سہم گئے نبی علیہ السلام نے بڑے بچے ابو محذورہ کو اشارے سے اپنی طرف بلایا۔ جب وہ قریب آیا تو آپ ﷺ نے اس کے پیشانی کے بالوں سے اسے پکڑ لیا اور فرمایا کہ مجھے بھی وہی اذان سناؤ جو تم دوسروں کو سنا رہے تھے۔ پہلے تو ابو محذورہ نے عذر پیش کرنے کی کوشش کی مگر جلدی احساس ہو گیا کہ اذان سنا کر جلدی جان چھوٹ جائے گی جب سناتے سناتے اشھد ان محمد رسول اللہ پر پہنچے تو دل کی حالت بدل گئی۔ اذان ختم ہونے پر نبی علیہ السلام نے فرمایا اچھا جاؤ۔ کہنے لگے کہاں جاؤں اب جہاں آپ ﷺ جائیں گے ابو محذورہ وہیں جائے گا۔ اس کے بعد ابو محذورہ رضی اللہ عنہ نے اپنی پیشانی کے بال عمر بھر نہ کٹوائے۔ تبرک کے طور پر اس یادگار کو قائم رکھا۔

⑤......حضرت عبداللہ بن مسعودؓ لڑکپن کی عمر میں نبی علیہ السلام کی خدمت میں مامور تھے جب نبی علیہ السلام کہیں جاتے تو وہ آپ ﷺ کو جوتے پہناتے۔ پھر آگے آگے عصا لے کر چلتے آپ ﷺ مجلس میں بیٹھنا چاہتے تو آپ ﷺ کے پاؤں مبارک سے جوتے نکالتے۔ آپ ﷺ نہاتے تو پردہ کرتے آپ ﷺ سوتے تو بیدار کرتے جب آپ ﷺ سفر پر جاتے تو بچھونا' مسواک جوتا اور وضو کا پانی ان کے ساتھ ہوتا اسی لیے وہ نبی علیہ السلام کے میر سامان کہے جاتے تھے۔

⑥......تین لڑکے نبی علیہ السلام کی خدمت میں پیش پیش رہتے اور تینوں کا نام عبداللہ تھا نبی علیہ السلام ان کی محبت اور وارفتگی کو دیکھتے تو ان کیلئے تہجد کی نماز کے بعد نام لے کر دعائیں کرتے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ تینوں بڑے ہو کر اپنے اپنے فن کے امام بنے۔ عبداللہ بن مسعودؓ امام فقہاء بنے۔ عبداللہ بن عباسؓ امام مفسرین بنے۔ عبداللہ بن عمرؓ امام

محدثین بنے۔

⑦......حضرت انس بن مالکؓ کو ان کی والدہ نے بچپن ہی سے نبی علیہ السلام کی خدمت کیلئے وقف کر دیا تھا۔

⑧......حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے مستقل خدمت گذار تھے۔ جب بھی سفر درپیش ہوتا تو وہ نبی علیہ السلام کی اونٹنی کو ہانکتے ہوئے چلتے تھے۔ (ابوداؤد کتاب الصلوۃ)

⑨......حضرت ربیعہ اسلمیؓ بھی شب میں نبی علیہ السلام کی خدمت میں مشغول رہتے تھے۔ جب آپ ﷺ عشاء کی نماز سے فارغ ہو کر روزانہ گھر تشریف لے جاتے تو ربیعہ رضی اللہ عنہ دروازے پر بیٹھ جاتے کہ مبادا آپ ﷺ کو کوئی ضرورت پیش آئے تو خدمت کیلئے حاضر رہوں۔ جب ربیعہ رضی اللہ عنہ جوان ہو گئے تو نبی علیہ السلام نے مشورہ دیا کہ شادی کر لیں۔ انہوں نے عرض کیا کہ پھر آپ کی خدمت میں اتنا وقت نہیں دے سکوں گا۔ بعض عرصہ اپنی شادی کو ٹالتے رہے جب کہ نبی علیہ السلام پیار سے مشورہ دیتے رہے بالآخر نبی علیہ السلام کی طبیعت اور انشراح کو دیکھتے ہوئے شادی کر لی۔

⑩......حضرت زہرہ بن سعدؓ کو انکی والدہ بچپن سے ہی نبی علیہ السلام کی خدمت میں لائیں، عرض کیا کہ اسے بیعت کر لیجئے۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا ابھی تو بچہ ہے ان کے سر پر ہاتھ پھیرا اور برکت کی دعا دی۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ ان کو جب بھی دیکھتے محبت کرتے اور دوستی کا اظہار کرتے۔ وجہ صرف یہ تھی کہ ان کو نبی علیہ السلام نے برکت کی دعا دی تھی۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اجتہاد

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم من حیث الجماعت تقویٰ و طہارت اور ایمان و یقین کی بلندیوں پر فائز تھے تاہم جو حضرات علم و دانش اور تجربہ میں ممتاز تھے فقہی احکام کے استنباط کا بوجھ انہی کے کندھوں پر تھا۔ پس خلفائے اربعہ، سیدہ عائشہ، حضرت ام سلمہ، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت زید بن

ثابت، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت انس بن مالک، حضرت ابوسعید خدری، حضرت ابوہریرہ، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص، حضرت سلمان فارسی، حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت عمران بن حصین، حضرت عبادہ بن صامت، حضرت معاویہ بن ابی سفیان، حضرت معاذ بن جبل، حضرت ابی بن کعب، حضرت ابوموسی اشعری، اور حضرت ابوبکرہ ثقفی رضی اللہ عنہم اجمعین یہ سب مجتہد حضرات تھے۔ اسی جماعت کے فیصلے پر فتوے دیے جاتے تھے۔ مصنف ابن ابی شیبہ میں اس قسم کے فتوے منقول ہیں۔

تابعین کا دور

تابعین کا دور بھی خیر کا زمانہ تھا کیوں کہ اللہ کے محبوب ﷺ نے تاکید فرمائی تھی:

((خَيْرُ الْقُرُونِ قَرْنِىْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُونَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُونَهُمْ))

"سب سے بہتر میرا زمانہ ہے پھر ان لوگوں کا جو ساتھ ملے ہوئے ہیں پھر ان کا جو ان کے ساتھ ملے ہوئے ہیں"

تابعین نے اگرچہ نبی اکرم ﷺ کو تو نہ دیکھا مگر ان ہستیوں کو ضرور دیکھا جو نبی ﷺ کو دیکھ چکی تھیں۔ انہوں نے ان سے دین سیکھا، ان سے نبی ﷺ کی باتیں سنیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی ﷺ کی باتوں کا ایسا نقشہ کھینچتے تھے کہ تابعین یوں محسوس کرتے تھے جیسے وہ خود اپنی آنکھوں سے حضور ﷺ کو دیکھ رہے ہیں۔ حدیث پاک میں آیا ہے طُوْبٰی لِمَنْ رَاٰنِیْ وَمَنْ رَاٰی لِمَنْ رَاٰنِیْ "مبارک ہو اس کو جس نے مجھے دیکھا پھر اس کو جس نے انہیں دیکھا"

فقہائے سبعہ مدینہ

تابعین مجتہدین میں زیادہ مشہور مدینہ کے فقہاء سبعہ تھے:

(۱) ابوبکر بن حارث (۲) سلیمان بن یسار (۳) خارجہ بن زید (۴) قاسم بن محمد (۵) سعید

بن المسیب ⑥ عبداللہ بن عتبہ ⑦ سالم بن عبداللہ رحمہم اللہ تعالیٰ

ائمہ اربعہ رحمۃ اللہ علیہم کا احسان

پھر اللہ رب العزت نے اپنے اور بندے پیدا فرمائے جو قرآن اور حدیث کے حامل بن گئے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ۸۰ھ میں پیدا ہوئے، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ ۹۵ھ میں پیدا ہوئے، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ۱۵۰ھ میں پیدا ہوئے اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ ۱۶۶ھ میں پیدا ہوئے۔ یہ چاروں حضرات علم کے آفتاب و ماہتاب تھے۔ انہی سے اللہ رب العزت نے کام لیا انہوں نے قرآن وحدیث کو پڑھ کر لاکھوں سے زیادہ مسائل اخذ کیے اور امت کے لیے اس کو پکی پکائی کھیر بنادیا تاکہ آنے والے لوگ آسانی سے ان پر عمل کرسکیں۔ ان حضرات کا امت پر بڑا احسان ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید عہد صحابہ رضی اللہ عنہم میں

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۱۵ھ سے فتوی دینا شروع کیا۔ ۱۲۰ھ میں اپنے استاد کے جانشین بنے۔ اس وقت سے ان کے مقلدین و متبعین میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ صاحب ارشاد الساری رحمۃ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ حضرت طارق بن شہاب بجلی رضی اللہ عنہ نے ۱۲۳ھ میں وفات پائی۔ اس قول کے مطابق یہ کہا جاسکتا ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید عہد صحابہ رضی اللہ عنہم سے ہی شروع ہوگئی تھی۔

محدثین اور فقہاء رحمہم اللہ کے فرائض منصبی

پھر ایک جماعت محدثین کی بنی جس نے حدیثوں کو اکھٹا کیا۔ ان کی مثال صیدلیہ (میڈیکل سٹور) والوں کی مانند تھی، جن کے پاس ساری دوائیاں پڑی ہوتی ہیں۔ محدثین کے پاس اسی طرح احادیث کا ذخیرہ ہوتا تھا۔ فقہاء رحمہم اللہ کی مثال اطباء کی مانند تھی۔ جس طرح صرف اطباء ہی دوائی دے سکتے ہیں اسی طرح فقہا وہی مسئلہ بتا سکتے تھے۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الجنائز میں لکھا ہے کہ ”الفقهاء اعلم بمعانی الاحادیث“

کہ فقہاء ہی احادیث کے معانی کو بہتر سمجھنے والے ہیں۔

سلیمان بن مہران رحمۃ اللہ علیہ جو رجال بخاری میں سے ہیں، انہوں نے ایک مرتبہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے مسئلہ پوچھا جو انہوں نے بتا دیا۔ سلیمان بن مہران رحمۃ اللہ علیہ بہت حیران ہوئے کہ آپ نے کہاں سے سیکھا۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے کہا، حضرت آپ ہی سے تو میں نے یہ حدیث سنی ہے۔ کہنے لگے: تیرے ماں اور باپ ابھی ایک بستر پر جمع بھی نہیں ہوئے تھے کہ اس وقت سے مجھے یہ حدیث یاد تھی مگر آپ کے بتانے سے میں نے اس حدیث کا مفہوم صحیح طور پر سمجھا۔ فرمایا: ''نَحْنُ الصَّیَادُ وَاَنْتُم الْاَطِبَّاءُ'' کہ ہم تو میڈیکل سٹور والوں کی مانند ہیں اور تم اطباء کی مانند ہو۔ ہم نے یہ سب احادیث پرکھ کر اپنے پاس اکٹھی کر رکھی ہیں مگر کس میں سے کونسا فائدہ لینا ہے تو یہ کام تم لوگ بہتر جانتے ہو۔

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور شجرہ محدثین

یہ عجیب بات ہے کہ محدثین کا سلسلہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر منتہی ہوتا ہے۔ چند مثالیں دے دیتا ہوں:

① امام ابو حنیفہ...... امام ابو یوسف...... شیخ یحییٰ بن معین محدث...... امام بخاری رحمہم اللہ تعالیٰ

② امام ابو حنیفہ...... امام ابو یوسف...... شیخ یحییٰ بن معین محدث...... امام مسلم رحمہم اللہ تعالیٰ

③ امام ابو حنیفہ...... امام ابو یوسف...... شیخ یحییٰ بن معین محدث...... امام ابو داؤد...... امام نسائی رحمہم اللہ تعالیٰ

④ امام ابو حنیفہ...... امام ابو یوسف...... شیخ یحییٰ بن معین محدث...... ابو یعلی موصلی (صاحب مسند) رحمہم اللہ تعالیٰ

⑤ امام ابو حنیفہ، محدث عبداللہ بن مبارک، محدث یحییٰ بن اکثم، امام ترمذی، امام ابن ماجہ رحمہم اللہ تعالیٰ

⑥ امام ابو حنیفہ...... امام محمد...... امام شافعی...... امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ

⑦ امام ابو حنیفہ، شیخ مسعر بن کدام محدث...... امام بخاری...... امام ابن خزیمہ...... دار قطنی

رحمہم اللہ تعالیٰ

⑧ امام ابوحنیفہ، شیخ مسعر بن کدام محدث، امام بخاری، امام ابن خزیمہ، حاکم...... امام بیہقی رحمہم اللہ تعالیٰ

⑨ امام ابوحنیفہ...... شیخ مکی بن ابراہیم محدث...... شیخ ابوعوانہ...... طبرانی رحمہم اللہ تعالیٰ

⑩ امام ابوحنیفہ...... شیخ مکی بن ابراہیم محدث...... شیخ ابوعوانہ...... ان عدی رحمہم اللہ تعالیٰ

⑪ امام ابوحنیفہ...... شیخ فضل بن رکین محدث...... امام دارمی رحمہم اللہ تعالیٰ

⑫ امام ابوحنیفہ...... شیخ فضل بن رکین محدث...... امام ذہبی رحمہم اللہ تعالیٰ

⑬ امام ابوحنیفہ...... شیخ فضل بن رکین محدث...... شیخ اسحاق رحمہم اللہ تعالیٰ

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی معاملہ فہمی کا واقعہ

ایک دفعہ دومیاں بیوی آپس میں خلوت کے لمحات میں تھے۔ خاوند بات کرنا چاہتا تھا، مگر بیوی کچھ ناراض ناراض سی تھی۔ حتی کہ خاوند نے غصہ میں کہہ دیا اللہ کی قسم! جب تک تو نہیں بولے گی تو میں تیرے ساتھ نہیں بولوں گا۔ جب خاوند نے قسم اٹھائی تو بیوی نے بھی قسم اٹھادی کہ اللہ کی قسم! جب تک تو پہلے نہیں بولے گا میں بھی نہیں بولوں گی۔ اب وہ بھی چپ یہ بھی چپ۔ رات گزر گئی۔ صبح کو دماغ ذرا ٹھنڈے ہوئے تو سوچنے لگے کہ کوئی تو حل ہونا چاہیے۔ چناں چہ وہ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس گئے۔ انہیں سارا واقعہ سنایا اور پوچھا کہ اب اس کا کیا حل ہے؟ فرمایا، دونوں میں سے جو پہل کرے گا وہ حانث بن جائے گا۔ اس دور میں جو حانث بن جاتا تھا اس کی گواہی قبول نہیں کی جاتی تھی کیوں کہ وہ معاشرے میں اعتبار کے قابل نہیں رہتا تھا۔ لہٰذا دونوں کی خواہش تھی کہ قسم ہماری نہ ٹوٹے اب دونوں پریشان۔ خاوند کو خیال آیا کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھنا چاہیے۔ چناں چہ ان کے پاس پہنچا تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کیا ہوا؟ کہنے لگا: حضرت! میں بیوی کو بلا رہا تھا مگر وہ بولتی نہیں تھی مانتی نہیں تھی، میں نے غصہ میں کہہ دیا کہ اللہ کی قسم! جب تک تو مجھ سے نہیں بولے گی میں تجھ سے نہیں بولوں گا وہ تو لڑنے کے لیے ہی تیار تھی، اس نے

بھی قسم اٹھالی، کہ جب تک تو نہیں بولے گا میں بھی نہیں بولوں گی، اب ہم پھنسے ہوئے ہیں۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جاؤ تم اس کے ساتھ بات کرو تمہاری بیوی ہے، میاں بیوی بن کر رہو۔ خاوند ہنستا مسکراتا گھر آیا اور کہنے لگا: میڈم! کیا حال ہے؟ ہیلو، آپ کی طبیعت ٹھیک ہے؟ بیوی نے کہا بس تو حانث بن گیا۔ کہنے لگا میں تو حانث نہیں بنا۔ اس نے کہا وہ کیوں؟ کہنے لگا میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھ کر آیا ہوں اس دور میں علمی ذوق بہت زیادہ تھا۔ بیوی کہنے لگی اچھا میں ابھی جا کر مسئلہ پوچھتی ہوں۔ میاں بیوی پہلے حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پہنچے، ان کو جا کر بتایا وہ کہنے لگے: ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تو حرام کو حلال کرتا پھر رہا ہے چلو میں بھی تمہارے ساتھ چلتا ہوں، انہوں نے کیسے یہ مسئلہ بتا دیا۔ جب یہ سب امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پہنچے تو سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: ابوحنیفہ! تم نے حرام کو حلال کیسے کر دیا؟ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ مسکرا کر کہنے لگے: حضرت! میں نے تو حرام کو حلال نہیں کیا، حلال کو حلال کہا ہے۔ آپ ان سے سنیں وہ کیا کہہ رہے ہیں۔ حضرت سفیان ثوری نے ان سے پوچھا کہ کیا کہہ رہے ہیں؟ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ نے کہا حضرت! پہلے خاوند نے کہا کہ جب تک تو نہیں بولے گی میں تجھ سے نہیں بولوں گا اس کے جواب میں بیوی نے قسم اٹھا دی، آپ دیکھیں تو سہی وہ کس سے بات کرتے ہوئے قسم اٹھا رہی تھی، خاوند ہی سے تو بات کر رہی ہے۔ لہٰذا خاوند کی قسم پوری ہوگئی۔ اب بیوی کی قسم باقی تھی، اس لیے میں نے خاوند سے کہا کہ جاؤ تم اس سے بولو گے تو اس کی بھی قسم پوری ہو جائے گی، تم دونوں میاں بیوی بن کر زندگی گزارو۔ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اس نکتہ سنجی اور معاملہ فہمی کو دیکھ کر حیران رہ گئے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے علمی کمالات

ایک آدمی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آیا اور آکر ایک عجیب وغریب سوال کیا۔ کئی آدمی الٹے سیدھے سوال کرنے والے بھی ہوتے ہیں۔ اعتراض کرنے والے تو ہر جگہ ہی ہوتے ہیں۔ اگر اہل علم حضرات اعتراض کریں تو کوئی حرج نہیں ہوتا جیسے ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ

نے (۱۲۵) ایسے مسائل لکھے اور کہا کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے ان مسائل میں حدیث کے خلاف کام کیا ہے۔ مگر ہمارے علما نے مستقل کتابیں لکھ دیں کہ جناب! آپ سمجھ ہی نہیں پائے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن وحدیث سب کو سامنے رکھ کر یہ نچوڑ نکالا کیسے تھا؟ قصور آپ کی عقل کا ہے جو یہ سمجھنے سے قاصر ہے۔ بہرحال ایک آدمی آ کر کہنے لگا آپ اس شخص کے بارے میں کیا کہتے ہیں جو:

① بن دیکھے گواہی دیتا ہو۔

② یہود ونصاری کے قول کی تصدیق کرتا ہو۔

③ اللہ کی رحمت سے دور بھاگتا ہو۔

④ مردار کھالیتا ہو۔

⑤ جس کی طرف اللہ نے بلایا ہو اس کی پروانہ کرتا ہو۔

⑥ جس سے اللہ نے ڈرایا ہو اس کا خوف نہ کرتا ہو۔

⑦ فتنے کو محبوب رکھتا ہو۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا وہ شخص مومن ہے سوال پوچھنے والا بڑا حیران ہوا۔ کہنے لگا جی وہ کیسے؟ فرمایا دیکھو، تم نے پہلی بات کہی کہ بن دیکھے گواہی دیتا ہو، تو مومن اپنے پروردگار کی بن دیکھے گواہی دیتا ہے۔

دوسری بات تم نے یہ کہی کہ یہود ونصاری کے قول کی تصدیق کرتا ہے۔ تو قرآن پاک میں آیا ہے کہ:

﴿وقالت الیهود لیست النصاری علی شی وقالت النصاری لیست الیهود علی شی﴾

تو مومن ان دونوں کے اس قول کی تصدیق کرتا ہے۔ کہنے لگا یہ بھی ٹھیک ہے فرمایا تیسری بات یہ تھی کہ اللہ کی رحمت سے دور بھاگتا ہو تو دیکھو، بارش اللہ کی رحمت ہے اور بارش سے تو ہر بندہ بھاگتا ہے کہ کہیں کپڑے نہ بھیگ جائیں۔ وہ کہنے لگا، یہ بھی ٹھیک

ہے۔ چوتھی بات یہ تھی کہ مردار کھاتا ہے، تو مچھلی مردہ ہوتی ہے، اس کو تو ہر بندہ مزے لے لے کر کھاتا ہے۔ اس نے کہا ٹھیک ہے پانچویں بات یہ کہ جس کی طرف اللہ نے بلایا ہے اس کی طرف رغبت نہیں کرتا پس وہ جنت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف بلایا ہے:

﴿وَاللّٰهُ يَدْعُوْا اِلٰى دَارِ السَّلَامِ﴾

مگر اسکو مشاہدہ حق اتنا مطلوب ہے، اللہ کی رضا اتنی مطلوب ہے کہ محبوب حقیقی کی طرف سے نظر ہٹا کر وہ جنت کی طرف نظر ڈالنا کبھی پسند نہیں کرتا۔ چھٹی بات یہ ہے کہ جس سے اللہ تعالیٰ نے ڈرایا ہے اس سے وہ نہیں ڈرتا، تو وہ دوزخ ہے۔ اس کو اپنے محبوب کی ناراضگی کی اتنی فکر ہے کہ اب اسے جہنم میں جلنے کی پرواہ نہیں ہوتی۔ ساتویں بات یہ کہ اسے فتنہ محبوب ہے۔ پس اولاد کو قرآن میں فرمایا گیا:

﴿انما اموالكم واولادكم فتنه﴾

اور اولاد سے ہر شخص کو طبعی محبت ہوتی ہے۔ پس وہ شخص مومن ہے سوال پوچھنے والا شخص حیران رہ گیا۔ فَبُهِتَ الَّذِیْ كَفَرَ۔

عجیب سوال کا حیران کن جواب

اسی طرح ایک اور آدمی حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میں نے سنا ہے کہ آپ ہر سوال کا جواب دیتے ہیں۔ فرمایا کہ تم بھی پوچھو۔ کہنے لگا: آپ یہ بتائیں کہ پاخانہ میٹھا ہوتا ہے یا نمکین۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میٹھا ہوتا ہے۔ کہنے لگا: آپ کے پاس اس کی دلیل کیا ہے؟ فرمایا کہ مکھیاں نمکین چیز پر نہیں بیٹھتیں، ہمیشہ میٹھی چیز پر بیٹھتی ہیں۔

کثرت ذکر کے خوگر بنئے

ذکر اللہ کی اتنی اہمیت ہے کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے جب امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کو جسٹس بنا کر بھیجا تو انہیں نصیحتیں فرمائیں علما جانتے ہیں کہ "وصایا امام اعظم رحمہ اللہ" کے نام سے کتاب بھی ملتی ہے دیکھیں ایک آدمی کو چیف جسٹس کا عہدہ مل رہا ہے اور اس کا استاد اس کو

نصیحتیں کر رہا ہے ہدایت دیتے ہوئے چاہیے تو یہ تھا کہ وہ فرماتے کہ اصول فقہ کو سامنے رکھنا' قرآن وحدیث اور اجماع وقیاس پر نظر رہے...... لیکن امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کو فرمایا: اے یعقوب تم لوگوں میں بیٹھ کر کثرت کے ساتھ ذکر کرنا تا کہ لوگ تم سے سیکھ کر ذکر کریں۔

ہم یاد کریں گے وہ ہمیں یاد کریں گے
یوں ہی دل برباد کو آباد کریں گے
اجڑے ہوئے دل کو میرے آباد کریں گے
برباد محبت کو نہ برباد کریں گے

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور سترہ احادیث

بیرون ملک ایک صاحب میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ میں نے سنا ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو کل سترہ احادیث یاد تھی' تو کیا اس کے باوجود آپ لوگ اپنے آپ کو حنفی کہتے ہیں؟ عاجز نے جواب دیا کہ آپ کی بات سے پہلے تو ہوسکتا ہے کہ عاجز %100 حنفی ہو لیکن اب آپ کی بات سن کر %101 حنفی ہو گیا ہے وہ کہنے لگے کہ یہ کیسے؟ عاجز نے کہا کہ یہ بات تو پکی ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی سربراہی میں چھ لاکھ مسائل کا استنباط کیا گیا تو جو شخص سترہ احادیث سے چھ لاکھ مسائل کا استنباط کرے عاجز اسے اپنا امام نہ مانے تو کیا کرے' جو بندہ سترہ احادیث سے چھ لاکھ مسائل نکالے عاجز تو اس کی عظمت کو سلام کرتا ہے' عاجز تو اپنی عقل کو ان کے قدموں میں ڈالتا ہے پھر ان کی عقل ٹھکانے آئی کہنے لگے اب بات سمجھ میں آئی ہے' حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو وہ مرتبہ دیا تھا جو عام آدمی کی سمجھ سے بالاتر ہے تفسیر قرآن کے بارے میں یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ کتاب کے وہی معانی قبول ہونگے جو اللہ تعالیٰ نے فرمائے ہیں ان کو سمجھنے کے لیے علماء کے پاس جانا پڑے گا' اور ان کی صحبت میں بیٹھ کر

سیکھنا پڑے گا' فقط کتاب پڑھ کر ہم نہیں سمجھ سکتے' ہر بندے کی سمجھ اور دانش مختلف ہوتی ہے جو سمجھ ہمارے اکابر کو حاصل تھی وہ ہمیں تو حاصل نہیں ہے اس لیے ہمیں اپنے اکابر کے ساتھ منسلک رہنا چاہیے اسی میں بھلائی ہے جیسا کہ حدیث نبوی ﷺ ہے البرکۃ مع اکابرکم (تمہارے اکابر کے ساتھ رہنے میں برکت ہے)

یہ تو پستے کا فالودہ کھائے گا

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ زمانہ طالب علمی میں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آئے ماں نے تو بھیجا تھا کہ دھوبی کے پاس جاؤ اور کپڑے دھونا سیکھو' راستے میں کہیں حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچ گئے' حضرت رحمہ اللہ نے کچھ ایسا معاملہ کیا کہ حضرت رحمہ اللہ کے شاگرد بن گئے حتی کہ علم میں بہت بڑا مقام حاصل کیا' ماں نے کہا میں نے تجھے دھوبی کی طرف بھیجا تھا تیرا باپ فوت ہو گیا تو کچھ کام کرتا ہم کھاتے پکاتے انہوں نے آ کر امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو یہ بات سنائی' حضرت رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اپنی والدہ کو کہنا کہ میں ایک کام سیکھ رہا ہوں جس پر مجھے بہت زیادہ آمدنی کی امید ہے انہوں نے جا کر کہہ دیا ان کی والدہ کو تشفی نہ ہوئی تو وہ خود امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آئیں اور کہا کہ میں نے تو بیٹے کو دھوبی کے پاس بھیجا تھا کہ کوئی ہنر سیکھتا آپ کے پاس کتابیں پڑھتا ہے؟ حضرت رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میں اس کو ایسا ہنر سکھا رہا ہوں کہ یہ پستے کا بنا ہوا فالودہ کھایا کرے گا ان کی والدہ نے سوچا کہ حضرت ایسے ہی میری تسلی کے لیے بات کر رہے ہیں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بات آئی گئی ہو گئی' والدہ صاحبہ مطمئن ہو گئیں' ایک وقت آیا کہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ چیف جسٹس بنے' آگے فرماتے ہیں کہ وقت کا بادشاہ ہارون رشید میرے پاس بیٹھا ہوا تھا وہ کہنے لگا حضرت میں نے آپ کے لیے ایک چیز بنوائی ہے میں روز آپ کے لیے بھجوا دیا کروں گا' میں نے چیز کھائی تو بڑی لذیذ تھی' میں نے پوچھا کہ یہ تھی کیا؟ کہنے لگے حضرت یہ میرے لیے بھی کبھی کبھی بنتی ہے لیکن آپ کو علمی مقام ایسا ملا کہ آپ کے لیے یہ روزانہ آیا کرے گی کہنے لگے میں نے پوچھا بتاؤ کہ ہے کیا؟ کہنے لگا

کہ یہ پستے کا بنا ہوا فالودہ ہے فرماتے ہیں کہ امام اعظم رحمہ اللہ کی بات مجھے یاد آئی کہ انہوں نے میری والدہ کو کہا تھا کہ میں ان کو ایسا ہنر سکھا رہا ہوں کہ یہ پستے کا بنا ہوا فالودہ کھایا کرے گا' دیکھا اللہ تعالیٰ یوں رزق دیتے ہیں۔

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے غلط فہمی کی وجہ

امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ شام میں رہتے تھے' انہوں نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں ایسی ویسی بہت سی باتیں سن رکھی تھیں' ایک مرتبہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے پوچھا' اے خراسانی! (عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت ہے) ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کون شخص ہے میں نے سنا ہے وہ بہت گمراہ ہے عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں خاموش ہو گیا' گھر آیا اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بیان کردہ مسائل پر مشتمل کتاب اٹھائی اور امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کر دی' انہوں نے مطالعہ کیا تو فرمانے لگے' اے خراسانی یہ نعمان کون شخص ہے؟ اس کا علمی پایہ تو بہت بلند ہے اس سے تمہیں استفادہ کرنا چاہیے' میں نے کہا کہ یہ وہی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں جن کے متعلق آپ باتیں سنتے رہتے ہیں ان کا چہرہ فق ہو گیا اور کہنے لگے ہم نے کیا سنا تھا حقیقت کیا تھی فرمایا اے خراسانی اس کی صحبت اختیار کر اور فائدہ اٹھا۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی حیرت انگیز حاضر جوابی

① ......ایک مرتبہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تشریف فرما تھے کہ ایک بوڑھا شخص آیا اور کہنے لگا واء و او واویــن ؟ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: واویــن' وہ کہنے لگا لا و لا' کہہ کر چلا گیا' شرکاء مجلس کے پلے کچھ نہ پڑا' حالاں کہ ان کا علمی مرتبہ بہت بلند تھا' ان میں امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ جیسے کثیر الحدیث محدث تھے' قاسم بن معن رحمۃ اللہ علیہ اور محمد بن حسن رحمۃ اللہ علیہ جیسے عربی ادب کے ماہر' امام زفر رحمۃ اللہ علیہ عافیہ بن یزید رحمۃ اللہ علیہ جیسے قیاس اور استحسان کے بادشاہ تھے' اور امام داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ جیسے زہد و تقوی کے پہاڑ تھے' مگر اشاروں کی یہ بات ان کی سمجھ میں

نہ آئی، بالآخر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا کہ اس بوڑھے نے کیا پوچھا تھا؟ آپ نے فرمایا اس نے التحیات کے بارے میں سوال کیا تھا کہ التحیات للہ والصلوات والطیبات ''میں دو واؤ ہیں وہ پوچھنا چاہتا تھا کہ میں دو واؤ والا التحیات پڑھوں یا ایک واؤ والا'' تو میں نے کہا ''واوین'' یعنی دو واؤ والا' اس نے خوش ہو کر کہا کہ واقعی آپ کا علم شجرہ طیبہ کی طرح ہے ''اصلھا ثابت و فرعھا فی السماء پھر کہنے لگا لاشرقیۃ ولاغربیۃ'' اور لاولا کہہ کر اشارہ کر دیا کہ آپ کے علم کی مثال نہ مشرق میں ہے اور نہ مغرب میں ہے۔

۲...... امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ درس دے رہے تھے کہ ایک عورت آئی جو کہ کوئی مسئلہ پوچھنا چاہتی تھی مگر مردوں کی وجہ سے شرما گئی' اور ایک بچے کے ہاتھ سیب بھیج دیا' جس کا کچھ حصہ سرخ تھا اور کچھ زرد' حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے سیب کاٹ کر واپس دے دیا' تو وہ عورت چلی گئی لوگوں نے ماجرا' پوچھا فرمایا' وہ عورت حیض کا مسئلہ پوچھنے آئی تھی مگر تمہاری وجہ سے شرم و حیا مانع ہوئی اس لیے الفاظ میں مسئلہ پوچھنے کے بجائے سیب پیش کر دیا کہ کیا عورت کے حیض کے خون کی رنگت زرد ہو جائے تو غسل کر سکتی ہے یا نہیں؟ میں نے سیب کاٹ کر سفیدی دکھا دی کہ جب تک زردی سفیدی میں نہ بدلے اس وقت تک غسل نہیں کر سکتی ان باتوں کو کون سمجھے؟ ایسے حضرات کے حاسدین بھی زیادہ ہوتے ہیں جتنا کوئی بڑا ہو گا اس کے حاسدین بھی اتنے زیادہ ہونگے۔

خلیفہ منصور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے ہکا بکا رہ گئے

ایک مرتبہ وقت کے بادشاہ نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ امام ثوری رحمۃ اللہ علیہ اور ایک فقیہ کی گرفتاری کا حکم دے دیا' وہ چاہتا تھا کہ ان چاروں میں سے کسی ایک کو چیف جسٹس (قاضی القضاۃ) بنائے لیکن چاروں نہیں بننا چاہتے تھے۔ چنانچہ پولیس والوں نے ان کو گرفتار کر لیا' راستے میں جب ایک جگہ پہنچے تو جو چوتھے فقیہ تھے وہ بیٹھے بیٹھے اس طریقہ سے اٹھے جیسے قضائے حاجت کی ضرورت ہو' پولیس والے انتظار میں رہے اور وہ گئے تو چلے ہی گئے۔ یہ حیلہ تھا اب باقی تین رہ گئے' امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے

میں قیافہ لگاؤں کہ ہوگا کیا؟ دوسروں نے کہا ہاں لگائیں کہنے لگے میں وہاں جا کر ایسی بات کہوں گا کہ خلیفہ منصور کے پاس اس کا جواب ہی نہیں ہوگا' لہٰذا میں چھوٹ جاؤں گا امام شعبی رحمۃ اللہ بھی کوئی حیلہ کرلیں گے البتہ سفیان ثوری رحمۃ اللہ پھنس جائیں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا' جب تینوں حضرات کو دربار میں پہنچایا گیا' تو امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ ذرا آگے بڑھے اور جا کر خلیفہ منصور سے کہنے لگے خلیفہ صاحب! آپ کا کیا حال ہے؟ آپ کے بیوی بچوں کا کیا حال ہے؟ آپ کے گدھوں کا کیا حال ہے؟ خلیفہ منصور کو عجیب لگا کہ میں جس شخص کو چیف جسٹس بنانا چاہتا ہوں وہ سب کے سامنے میرے گھوڑوں اور گدھوں کا حال پوچھ رہا ہے دل میں سوچا کہ یہ شخص اس اہم منصب کے قابل نہیں' چناں چہ امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ سے کہنے لگا کہ میں آپ کو قاضی القضاۃ نہیں بنا سکتا' امام شعبی رحمۃ اللہ اس طرح بچ گئے' پھر خلیفہ امام ابوحنیفہ کی طرف متوجہ ہوا' اور کہنے لگا! ابوحنیفہ! میں نے آج کے بعد آپ کو چیف جسٹس بنا دیا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ آگے بڑھے۔ اور فرمایا میں چیف جسٹس بننے کے قابل نہیں ہوں خلیفہ منصور نے کہا نہیں نہیں آپ اس قابل ہیں۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا' خلیفہ صاحب! اب دو باتیں ہیں میں نے جو کچھ کہا یا تو وہ ٹھیک ہے یا وہ غلط ہے اگر وہ غلط ہے تو جھوٹ بولنے والا شخص چیف جسٹس نہیں بن سکتا اور اگر وہ سچ ہے تو میں تو کہہ ہی رہا ہوں کہ میں چیف جسٹس بننے کے قابل نہیں ہوں اب خلیفہ حیران اگر کہے کہ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تو ٹھیک کہا تو بھی ابوحنیفہ چھوٹتے ہیں اگر کہے کہ تو نے غلط کہا تو بھی ابوحنیفہ رحمۃ اللہ چھوٹتے ہیں امام اعظم ابوحنیفہ نے وقت کے خلیفہ کو بھرے دربار میں لاجواب کر دیا۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا عشق نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

اللہ رب العزت نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو عشق نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں کمال عطا فرمایا تھا۔ مدینہ طیبہ میں چلتے تھے تو جوتے نہیں پہنتے تھے۔ حتی کہ گھوڑے پر سوار نہیں ہوتے تھے اور فرماتے تھے کہ مالک کو یہ بات زیب نہیں دیتی کہ وہ اس جگہ کو اپنے گھوڑوں کے سموں سے پامال کرے جس جگہ پر میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم چلتے رہے ہوں۔ جب راستہ چلتے تھے تو راستہ کے

کنارے پر چلتے تھے کہ کہیں میرے محبوب ﷺ کے قدمین شریفین پر میرے قدم نہ پڑ جائیں اور مالک کہیں بے ادبی کا مرتکب نہ ہو جائے۔ پوری زندگی مدینہ طیبہ میں گزاری لیکن صرف ایک دفعہ حج کیا۔ کیوں؟ اس لیے کہ کہیں دیارِ محبوب ﷺ سے باہر موت واقع نہ ہو جائے۔

فتویٰ نویسی میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی جرأت و بے باکی

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے فتویٰ پوچھا گیا۔ انہوں نے حکام کی مرضی کے خلاف فتویٰ دیا۔ ان کو سزا کے طور پر گدھے پر بٹھایا گیا اور ان کے چہرے پر سیاہی مل دی گئی۔ پھر وقت کے حاکم نے حکم دے دیا کہ انہیں مدینہ میں پھراؤ۔ لہٰذا مدینہ منورہ کے امام اور فقیہ کے چہرے کو سیاہ کر دیا گیا اور گدھے پر بٹھا کر پھرایا گیا۔ اب حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی جرأت دیکھیے کہ فرمانے لگے لوگو! تم میں سے جو پہچانتا ہے کہ میں امام مالک ہوں وہ تو پہچانتا ہے اور جو نہ پہچانتا ہو وہ بھی سن لے میں انس کا بیٹا مالک ہوں۔ ولا یخافون لومة لائم دین کے معاملے میں انہوں نے ملامت کرنے والے کی ملامت کی کوئی پرواہ نہیں کی۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے درس میں شرکت

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ منیٰ کے بازار میں تھا حج کے ایام میں فرماتے ہیں کہ جمرات سے فراغت ہوگئی مجھے ایک بوڑھا آدمی ملا' تھوڑی دیر اس نے مجھے دیکھا اور کہنے لگا تجھے اللہ کا واسطہ تو میری دعوت کو قبول کر لے' فرماتے ہیں میں نے اس کی دعوت کو قبول کر لیا' اور وہ بھی ایسا بے تکلف کہ جو اس کے پاس تھا پیش کر دیا' اس نے روٹی کا ایک ٹکڑا نکالا اور وہی دسترخوان پر رکھ دیا اور کہنے لگا کھاؤ' میں نے کھانا شروع کر دیا' وہ مجھے دیکھتا رہا اور کہنے لگا کہ مجھے لگتا ہے کہ تو قریشی ہے میں نے کہا ہاں لیکن تجھے کیسے پتہ چلا' اس نے کہا کہ یہ قریشی دعوت دینے میں بھی بے تکلف ہوتے ہیں اور قبول کرنے میں بھی پھر باتیں کرتے رہے مجھے پتہ چلا کہ یہ مدینہ سے آیا ہے فرماتے ہیں میں نے اس سے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں پوچھا اس نے مجھے ان کے کچھ حالات سنائے جب اس نے

دیکھا کہ میں بڑے شوق سے ان کے حالات پوچھ رہا ہوں تو وہ کہنے لگا کہ اگر آپ مدینہ جانا چاہتے ہیں تو یہ خاکی رنگ کا اونٹ ہمارے پاس خالی ہے یہ ہم آپ کو دے دیں گے آپ مدینہ پہنچ جائیں گے، کہنے لگے کہ میں تو پہلے ہی سے تیار تھا' لہٰذا میں نے حامی بھر لی فرماتے ہیں میں قافلہ کے ساتھ سوار ہوا ہمیں راستہ میں مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ پہنچنے میں سولہ دن لگے' اس دوران میں نے سولہ قرآن مجید پڑھ لیے' آج یہ حال ہے کہ حج کر کے آتے ہیں دس دس دن مدینہ گزار کر آتے ہیں ایک قرآن مجید بھی مکمل کرنے کی توفیق نہیں ہوتی' ہمارے اسلاف جب حج کے لیے آتے جاتے تھے تو سینکڑوں لوگ ان کے ہاتھوں پر کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوا کرتے تھے' آج حج کر کے آتے ہیں خود مسلمان بن کر صحیح طرح سے نہیں آتے واپس آ کر پھر گناہوں کی طرف چل پڑتے ہیں تو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے حالت سفر میں سولہ دن میں سولہ قرآن مجید پورے کیے فرماتے ہیں' جب ہم مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں پہنچے تو نماز کے بعد میں نے دیکھا کہ ایک آدمی اونچے قد کا ہے اور اس نے ایک تہبند باندھا ہے اور ایک چادر لپٹی ہوئی ہے' وہ ایک جگہ بیٹھ گیا اور کہنے لگا' قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور لوگ اس کے اردگرد بیٹھ گئے تو میں سمجھ گیا کہ یہی امام مالک رحمۃ اللہ علیہ ہونگے' یہ وہ ایام تھے جب امام مالک رحمۃ اللہ علیہ احادیث کا املاء کرا رہے تھے ''موطا امام مالک' کی جو احادیث ہیں ان کو لکھوا رہے تھے' میں نے بھی ایک تنکا اٹھا لیا اور دل میں یہ سوچا کہ یہ میری قلم ہے اور ہاتھ سامنے کر لیا اور سوچا کہ یہ میری کاپی ہے اور میں نے اپنی زبان سے اس تنکے کو لگایا کہ جیسے میں اس کو سیاہی لگا رہا ہوں اور ہتھیلی پر لکھنا شروع کر دیا' اب طلبہ کاغذوں پر لکھ رہے ہیں' چناں چہ میں نے بھی ان سے املاء کی نسبت حاصل کرنے کے لیے ہتھیلی پر لکھنا شروع کر دیا' کہنے لگے اس دوران امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے میری طرف دیکھا انہوں نے اس محفل میں ایک سو ستائیس احادیث لکھوائیں جب اگلی نماز کا وقت ہو گیا' تو محفل برخاست ہوگئی' طلبا چلے گئے فرمانے لگے (امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ) کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے دیکھا تو مجھے اپنی طرف بلایا اور مجھے کہا تو اجنبی معلوم ہوتا ہے میں نے کہا کہ جی ہاں میں

مکہ مکرمہ سے آیا ہوں کہنے لگے کہ تو ہتھیلی پر کیا کر رہا تھا؟ میں نے کہا کہ احادیث لکھ رہا تھا کہنے لگے کہ دکھاؤ میں نے دکھایا تو ہتھیلی پر تو کچھ لکھا ہوا ہی نہیں تھا' انہوں نے کہا کہ یہاں تو کچھ نہیں لکھا میں نے کہا کہ حضرت نہ میرے پاس قلم تھا نہ کاغذ میں تو آپ جو املاء لکھوا رہے تھے اس کی نسبت حاصل کرنے کے لیے ایک تنکے سے بیٹھا ہوا ہتھیلی پر لکھ رہا تھا' اس پر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ ناراض ہوئے کہ یہ تو حدیث پاک کے ادب کے خلاف ہے کہ تم نے اس طرح سے لکھا' میں نے کہا کہ حضرت میں تو ظاہری مناسبت کے لیے ہاتھ پر تنکا چلا رہا تھا' حقیقت میں تو حدیث پاک دل میں لکھ رہا تھا کہنے لگے کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اچھا اگر دل میں لکھ رہا تھا تو تو مجھے چند ایک روایت اس میں سے سنا دے تو میں جانوں' فرمانے لگے میں نے ان کو ایک سے لے کر ایک سو ستائیس حدیثیں متن اور سند کے ساتھ سنا دیں۔ یہ علم ہے کہ ۱۲۷ حدیثیں جس ترتیب سے لکھوائی تھیں تمام اس ترتیب پر ان کو سنا دیں فرماتے ہیں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ بڑے خوش ہوئے کہنے لگے کہ اچھا اے نوجوان تو میرا مہمان بن جا' اندھے کو کیا چاہیے' دو آنکھیں! میں تو پہلے ہی سے تیار تھا' کہنے لگے کہ حضرت میں تیار ہوں امام مالک رحمۃ اللہ گھر تشریف لے گئے امام مالک رحمۃ اللہ کے گھر میں ان کی بیٹیاں تھیں اور وہ عالمہ تھیں حدیث کی حافظہ تھیں قرآن مجید کی حافظہ تھیں۔ بہت متقیہ پاک زندگی گزارنے والی عورتیں تھیں' حتیٰ کہ کتابوں میں لکھا ہے کہ اتنا علم رکھتی تھیں کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کئی مرتبہ حدیث کا درس مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں دیتے وہ پردے کے پیچھے بیٹھ کر حدیث کے درس میں شریک ہوتیں اور انکا علمی معیار اتنا اونچا تھا کہ کئی مرتبہ ان کا شاگرد جب کسی حدیث پاک کی تلاوت کرتا اور عبارت میں کہیں غلطی کرتا تو ان کی بیٹیاں لکڑی کے اوپر لکڑی مار کر آواز کرتیں جس سے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سمجھ جاتے کہ پڑھنے والے نے غلطی کی ہے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جا کر گھر میں بتایا کہ آج ایک عالم آ رہے ہیں اور وہ بڑے دانا ہیں اور بڑا علم کا شوق رکھتے ہیں' وہ تو بہر حال امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ تھے انہوں نے گھر میں کھانے کا بڑا اہتمام کیا بستر لگایا مصلیٰ' بچھایا' لوٹا پانی کا بھر کر رکھا' اکرام یضوف الرحمن ''امام

شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کھانا کھالیا لیٹ گئے صبح کو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ مسجد میں آ گئے' جب اشراق کی نماز پڑھ کر واپس گھر گئے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے کہ میری بیٹیوں کو آپ پر اعتراض واقع ہوا ہے اور میں آپ سے پوچھتا ہوں یہ سچے لوگ تھے کھرے لوگ تھے' صاف بات کرتے تھے فرمایا کہ بچیاں کہہ رہی ہیں کہ ابو آپ نے تو یہ کہا تھا کہ یہ بڑے نیک اور اچھے انسان ہیں لیکن ہمیں ان پر اشکال واقع ہوا ہے خیر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک بات تو یہ پوچھی کہ سارا کھانا تنہا کھا گئے' دوسرا یہ کہ ہم نے مصلی بچھا کر رکھا اور پانی کا برتن بھر کر رکھا لیکن جیسا مصلی بچھایا تھا صبح کو ویسا ہی رکھا ملا' اور پانی بھی جوں کا توں تھا لگتا ہے کہ تہجد کی نماز بھی نہ پڑھی اور پھر مسجد میں تو وضو کا انتظام بھی نہیں لوگ گھروں سے وضو کر کے جاتے ہیں اور یہ اسی طرح آپ کے ساتھ اٹھ کر مسجد میں چلے گئے پتہ نہیں نماز بھی انہوں نے کیسی پڑھی؟ یہ ہماری سمجھ سے تو بالاتر ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ حضرت بات یہ ہے کہ جب میں نے آپ کے یہاں کھانا کھایا تو کھانے میں اتنا نور تھا کہ ہر ہر لقمہ کھانے پر مجھے سینہ نور سے بھرتا نظر آتا تھا۔ میں نے سوچا کہ ممکن ہے اتنا حلال مال زندگی میں پھر میسر نہ ہو کیوں نہ میں اسے جزو بدن بناؤں اس لیے میں نے اس سارے کھانے کو اپنے بدن کا جزو بنالیا (اللہ اکبر) فرماتے ہیں کہ پھر میں لیٹ گیا لیکن اس کھانے کا نور اتنا تھا کہ نیند غائب تو میں احادیث میں غور کرتا رہا فرمانے لگے کہ ایک حدیث پیش نظر میرے رہی کہ نبی علیہ السلام نے ایک چھوٹے بچے کو جس کا پرندہ مر گیا تھا' پیار محبت سے کہا تھا' ''یَا اَبَا عُمَیْرُ مَافَعَلَ النُّغَیْرُ'' تو یہ جو چند الفاظ تھے میں ان کے اندر غور کرتا رہا اور آج کی رات میں نے چند الفاظ سے فقہ کے چالیس مسائل اخذ کر لیے کسی کے دل میں ملاطفت کے لیے کیسے بات کرنی چاہیے؟ ''یَا اَبَا عُمَیْرُ مَافَعَلَ النُّغَیْرُ'' صرف اس میں غور کر کے میں نے چالیس فقہ کے مسائل اخذ کر لیے اور پھر فرمایا چوں کہ میرا وضو باقی تھا اس لیے میں اٹھا اور فجر کی نماز اسی وضو سے ادا کی ہمارے اسلاف کا یہ حال تھا' تو سب

سے پہلا قدم علم حاصل کرنا' دوسرا قدم اس علم کے اوپر عمل کرنا لیکن عمل کرنے کے ساتھ کام ختم نہیں ہوتا ایک قدم اور اٹھانا ضروری ہے۔اس کو کہتے ہیں اخلاص پیدا کرنا۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مقام

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے کتنا بلند مقام عطا فرمایا تھا؟ ایک مرتبہ معمولی سے کپڑے پہنے ہوئے تھے اور اسی حالت میں بال کٹوانے کے لیے حجام کے پاس پہنچ گئے۔ اس نے دور سے دیکھا تو سوچا کہ اتنے معمولی کپڑے ہیں، اس کے پاس کیا ہوگا، چناں چہ اس نے دور سے ہی کہہ دیا کہ میرے پاس وقت نہیں۔ حضرت سمجھ گئے ۔ غلام سے پوچھا کہ تمہارے پاس کچھ دینار ہیں؟ اس نے کہا کہ جی تھیلی بھری ہوئی ہے۔ فرمایا یہ ساری تھیلی اس کو دے دو۔ تھیلی بھی دے دی اور اس سے کہا کہ میں تجھ سے بال بھی نہیں کٹواتا۔ باہر نکل کر تاریخی شعر ارشاد فرمایا:

علی ثیاب لو یباع جمیعھا

بفلس لکان الفلس منھن اکثرا

کہ میرے اوپر ایسے کپڑے ہیں کہ اگر ان تمام کپڑوں کو پیسوں کے عوض میں بیچ دیا جائے تو ایک درہم بھی ان کپڑوں کی قیمت سے زیادہ ہو جائے مگر ان کپڑوں میں ایک ایسی جان ہے اگر تم ساری دنیا میں ڈھونڈ کر دیکھو تو تمہیں اس وقت ایسی جان نظر نہیں آئے گی۔

صحبت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے سوال پوچھا کہ حضرت! سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا درجہ بڑا ہے یا عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا' عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ بعد کے دور کے تھے اور خلیفہ عادل تھے جبکہ سیدنا امیر معاویہؓ کے زمانہ میں بہت لڑائیاں رہیں اور انہی جنگوں کی وجہ سے حالات پر امن نہ تھے' اس لیے اس آدمی نے ان دو شخصیات کے بارے میں سوال کیا' امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ایسا جواب دیا جو سونے کی روشنائی سے لکھنے کے قابل ہے' فرمایا'' جب سیدنا

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ جہاد کے لیے نکلے اور ان کے گھوڑے کے نتھنوں میں جو گرد اور مٹی جا پڑی عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سے اس مٹی کا رتبہ بھی بڑا ہے‘‘

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے علمی کمالات

علمائے کرام میں بعض نے بہت ہی کم عمری میں علم کے جام پہ جام پیئے‘ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات زندگی میں لکھا ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ تیرہ سال کی عمر میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بن چکے تھے۔ اس عمر میں انہوں نے درس قرآن دینا شروع کر دیا تھا‘ یہ وہ وقت تھا جب سفید بالوں والے بڑے بڑے مشائخ ان کے حلقہ درس میں بیٹھا کرتے تھے۔ ایک دفعہ درس قرآن دے رہے تھے‘ اسی دوران دو چڑیاں لڑتی ہوئی ان کے قریب آ کر گریں یہ کم عمر تو تھے ہی سہی انہوں نے اپنا عمامہ اتارا اور ان چڑیوں کے اوپر رکھ دیا‘ اب درس قرآن کے درمیان جو یہ کام کیا تو جو مشائخ بیٹھے تھے انہوں نے اس چیز کو Mind (محسوس) کیا کہ یہ ادب کے خلاف ہے چناں چہ انہوں نے عمامہ اپنے سر پر رکھا اور یہ فرمایا ’’اَلصَّبِیُّ صَبِیٌّ وَلَوْ کَانَ اِبْنُ نَبِیٍّ‘‘ کہ بچہ تو بچہ ہی ہوتا ہے چاہے کسی نبی کا بیٹا ہی کیوں نہ ہو پھر ان مشائخ کی تشفی ہوگئی کہ ہاں کم عمری کی وجہ سے ایسی باتیں ہو سکتی ہیں۔

حصولِ علم کی برق رفتاری

ہمارے سلف صالحین نے اپنی زندگیوں میں اتنی محنت کی کہ آج عوام الناس ان واقعات کو سن کر حیران رہ جاتے ہیں آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ تیرہ سال کی عمر میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بن چکے تھے‘ تیرہ سال کی عمر میں قرآن اور حدیث کے علوم کو حاصل کر چکے تھے اور درس قرآن دینا شروع کر دیا تھا‘ یہ ان کی محنت تھی‘ یہ ان کا شوق تھا‘ کہ اتنی کم عمری میں انہوں نے علم کے بڑے بڑے سمندر بھی عبور کر لیے تھے۔

ایک حدیث سے چالیس مسائل کا استنباط

ایک مرتبہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ‘امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پہنچے انہوں نے وہاں رات

جاگتے ہوئے گزار دی' امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا آپ رات کو کیوں نہیں سوئے؟ فرمانے لگے کہ میرے سامنے ایک حدیث پاک آ گئی تھی کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام نے ایک چھوٹے سے بچے کو جوانس کا بھائی تھا' فرمایا:

''یا اباعمیر مافعل النغیر '' اے ابوعمیر! تیرے پرندے نے کیا کیا اس نے ایک پرندہ پالا تھا وہ مرگیا تو جب بھی نبی علیہ السلام اس سے ملتے تو اس کو خوش طبعی سے فرماتے کہ تیرے پرندے نے تیرے ساتھ کیا کیا؟ یعنی مرگیا اور تجھے چھوڑ گیا تو میں ان الفاظ پر غور کرتا رہا اور حدیث پاک کے اتنے سے ٹکڑے سے میں نے فقہ کے چالیس مسائل کا جواب نکال لیا ہے جیسے چھوٹے بچے کو تصغیر کے ساتھ بلا سکتے ہیں کنیت سے کیسے پکارا جاتا ہے۔

سبحان اللہ اسی لیے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اے اللہ دن اچھا نہیں لگتا مگر تیری یاد کے ساتھ اور رات اچھی نہیں لگتی مگر تجھ سے راز و نیاز کے ساتھ۔

سفر طیبہ اور ذوق عبادت

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ گیا مجھے جاتے ہوئے سواری کے اوپر ۱۶ دنوں میں میرے ۱۶ قرآن مکمل ہو گئے' ان کو کیوں اتنا عبادت کا شوق ہوتا تھا؟ آپ کو پھل کھانے کا شوق ہے' جوس پینے کا شوق ہے آئس کریم کھانے کا شوق ہے اسی طرح ان حضرات کو بھی عبادت کا شوق ہوتا تھا آپ کو مختلف کھانے کھا کر مزہ آتا ہے ان کو مختلف عبادات کر کے مزہ آتا تھا۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی استقامت

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ استقامت کے پہاڑ تھے۔ مسئلہ خلق قرآن میں ان پر اتنے کوڑے لگائے گئے کہ اگر ہاتھی پر لگائے جاتے تو وہ بھی بلبلا اٹھتا۔ مگر جب امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ [illegible]گ رہے تھے تو زبان سے صرف اللہ کا ذکر جاری تھا۔ تکلیف کی وجہ سے

کراہنے کی آواز بھی نہیں آرہی تھی۔

رزق حلال کے انوارات

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ ایک دفعہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے گھر پہنچے۔امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی بیٹیوں کو بتایا کہ ایک بڑے عالم آرہے ہیں،ان کے لیے اچھا کھانا تیار کرنا ہے چناں چہ بیٹیوں نے اچھا کھانا بنا کر کمرے میں رکھ دیا۔رات کو تہجد کے لیے مصلیٰ بھی رکھ دیا اور وضو کے لیے لوٹا بھی رکھ دیا۔امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے کھانا کھایا اور لیٹ گئے۔صبح اٹھے تو نماز فجر کے لیے مسجد تشریف لے گئے۔بچیاں کمرے میں صفائی کرنے کے لیے آئیں تو دیکھا کہ برتن میں جو تین آدمیوں کا کھانا رکھا تھا وہ سارا ہی ختم ہو چکا تھا مصلیٰ جیسا رکھا تھا ویسا ہی پڑا ہے پانی جیسے بھرا تھا ویسے ہی موجود ہے یہ دیکھ کر بڑی حیران ہوئیں کہ ان کی تعریفیں تو بہت سنی تھیں مگر یہ تو بڑے بسیار خور نکلے تہجد بھی نہیں پڑھی اور صبح بھی بے وضو ہی چلے گئے۔

جب امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ گھر آئے تو بیٹی نے ساری بات کہہ سنائی۔سچے لوگ تھے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو صورت حال بتائی کہ میری بیٹی تو یہ پوچھ رہی ہے۔ کہنے لگے: حضرت! جب میں نے پہلا لقمہ کھایا تو مجھے اپنے سینے میں نور نظر آیا ہر لقمے پر میرے سینے کا نور بڑھ رہا تھا۔میں نے کہا معلوم نہیں زندگی میں اتنا حلال اور پاک رزق پھر مجھے نصیب ہوگا یا نہیں کیوں نہ اس کھانے کو اپنے جسم کا حصہ بنالیا جائے میں نے اس لیے خوب پیٹ بھر کر کھانا کھایا پھر میں بستر پر سونے کے لیے لیٹا تو میرے سینے میں نور اتنا تھا کہ میں قرآن کی آیتوں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں میں غور وفکر اور تدبر کرتا رہا حتی کہ اسی طرح صبح کا وقت ہوگیا۔درمیان میں خیال تو آیا کہ تہجد پڑھ لوں مگر میں نے کہا کہ علم کا ایک باب سیکھنا ہزار رکعت نفل پڑھنے سے زیادہ فضیلت رکھتا ہے لہٰذا میں اسی علمی سوچ بچار میں مشغول رہا۔صبح جب آپ آئے تو فجر پڑھنے چلا گیا، نہ میرا وضو ٹوٹا اور نہ ہی مجھے وضو کرنے کی ضرورت پیش آئی۔اس لیے میں نے عشاء کے وضو سے جا کر صبح کی نماز پڑھ لی۔

مقتدا پھسلا تو سب پھسلے

یہ بات یاد رکھیں کہ علما کے لیے احتیاط کی زندگی گزارنا زیادہ اہم ہے' حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ایک مرتبہ ایک چھوٹی بچی نے نصیحت کی جو میں کبھی نہیں بھول سکتا' کسی نے پوچھا کہ حضرت! وہ کونسی نصیحت ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ ایک مرتبہ بارش کا موسم تھا میں نماز پڑھنے کے لیے مسجد جا رہا تھا' راستہ میں پھسلن تھی سامنے سے ایک چھوٹی سی بچی آ رہی تھی گزرتے ہوئے میں نے اس بچی سے کہا ذرا احتیاط کرنا کہ کہیں پھسل نہ جانا' اس نے آگے سے جواب دیا' حضرت! میں احتیاط کروں گی ہی سہی مگر آپ بھی احتیاط کر لینا' کیوں کہ اگر میں پھسلی تو میری ذات کو نقصان ہوگا اور اگر آپ پھسل گئے تو پھر امت کا کیا بنے گا؟ ہمارے لیے بھی یہ بات ایک نصیحت کی ہے آپ حضرات استقامت کے ساتھ شریعت وسنت پر عمل کریں اللہ رب العزت اس علم وعمل کے صدقے دنیا وآخرت میں آپ کو عزتیں عطا فرمائیں گے۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو مسئلہ خلق قرآن میں ایسے سخت کوڑے لگائے گئے کہ وہ کوڑے ہاتھی کو بھی لگائے جاتے تو وہ بھی بلبلا اٹھتا' ان کے جسم پر جہاں کوڑے لگے وہاں کا گوشت مردہ ہوگیا' اس گوشت کو قینچی کے ساتھ کاٹ کر وہاں مرہم لگایا گیا' وہ دین کی حفاظت کے لیے یوں استقامت کے ساتھ ڈٹے رہے۔

شیخ طریقت کی عزت باعث معرفت

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک بزرگ آتے تھے ان کا نام تھا ابو ہاشم رحمۃ اللہ علیہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ ان کو ابو ہاشم صوفی کہا کرتے تھے' یہ صوفی کا لفظ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فقیہ کی زبان سے نکلا ہے' جب وہ آتے تو امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کئی دفعہ اپنا درس بھی موقوف کر کے کھڑے ہو جاتے اور ان کو پاس بٹھاتے اب طلبہ کے دل میں اشکال ہوتا کہ امام صاحب اتنے بڑے عالم' جبال العلم اور یہ تو ایک ذاکر شاغل بزرگ ہیں ان کے لیے کھڑے ہوتے ہیں اور درس بھی کئی دفعہ چھوڑ دیتے ہیں۔ ان کی باتیں سنتے ہیں تو ایک

شاگرد نے پوچھ لیا کہ حضرت ہمیں سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ ان کا اتنا اکرام کیوں کرتے ہیں؟ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے عجیب عالمانہ جواب دیا۔ فرمایا: دیکھو! میں عالم بکتاب اللہ ہوں اور ابوہاشم عالم باللہ ہیں اور عالم باللہ کو عالم بکتاب اللہ پر فضیلت حاصل ہے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان کی صحبت اختیار فرمایا کرتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ اگر ابوہاشم کوفی رحمۃ اللہ علیہ نہ ہوتے ریاء کی باریک باتوں سے میں کبھی واقف نہ ہوسکتا۔

مجذوب در سے جاتا ہے دامن بھرے ہوئے
صد شکر حق نے آپ کا سائل بنا دیا

جذبہ عبادت کی قدر و منزلت

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے پڑوس میں ایک لوہار (حداد) رہتا تھا۔ جب وہ فوت ہوا تو بعد میں کسی محدث نے خواب میں دیکھا' اس نے پوچھا' سنایئے' آگے کیا معاملہ پیش آیا؟ وہ کہنے لگا کہ مجھے بھی احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے درجہ میں رکھ دیا گیا ہے اور اب میں ان کے ساتھ رہ رہا ہوں۔ جس محدث نے یہ خواب دیکھا وہ بڑے حیران ہوئے کہ یہ لوہار تو سارا دن لوہا کوٹتا تھا اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ دین کا کام کرنے والے تھے اور مسئلہ خلق قرآن کے معاملہ میں قربانیاں دینے والے اللہ کے ایک مقبول بندے تھے۔ اس لوہار کو ان کے برابر مرتبہ دے دیا گیا۔ چناں چہ انہوں نے دوسرے محدثین کو بتایا انہوں نے جواب دیا کہ اس کا کوئی نہ کوئی عمل ایسا ہے جو اللہ کے یہاں پسند آ گیا۔

انہوں نے کہا کہ اچھا ان کے اہل خانہ سے پتہ کرتا ہوں۔ چناں چہ انہوں نے اس لوہار کی اہلیہ سے جا کر کہا کہ میں نے تمہارے خاوند کو خواب میں بڑے اچھے درجے میں دیکھا ہے۔ مجھے لگتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اس کا کوئی عمل پسند آ گیا ہے۔ آپ مجھے اس کا کوئی خاص عمل بتائیں۔ اس نے جواب دیا کہ وہ ایک عیال دار اور غریب آدمی تھا۔ وہ سارا دن بھٹی میں لوہا کوٹتا رہتا تھا اور وقت پر نمازیں بھی پڑھتا تھا۔ اس کے علاوہ اس کی کوئی خاص عبادت نہیں ہوتی تھی۔ انہوں نے کہا' پھر بھی ذرا سوچ کر بتائیں اس کی بیوی نے سوچ

سوچ کر بتایا کہ مجھے اس کی زندگی میں دو باتیں نمایاں محسوس ہو رہی ہیں۔ ایک تو یہ کہ اس کے اندر نماز اور اذان کا اتنا ادب تھا کہ اگر لوہا کوٹتے ہوئے کبھی اس کا ہاتھ اوپر ہوتا اور اس کے ہاتھ میں ہتھوڑا ہوتا اور عین اسی لمحہ اللہ اکبر کی آواز آتی تو وہ اس کو مارنے کے بجائے رکھ دیتا تھا کہ اب میرے مالک کے منادی نے پکارا ہے اور مجھے اب اس کے دربار میں حاضری دینی ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ وہ سارا دن محنت کر کے رات کو تھکا ہوا آتا تھا تو ہم میاں بیوی بچوں کے ساتھ اپنے گھر کی چھت پر سوتے تھے اور ہمارے پڑوس میں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ رہتے تھے' امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ ساری رات قرآن پڑھتے ہوئے گزار دیتے تھے۔ یہ ان کی طرف دیکھتا اور حسرت سے ٹھنڈی سانس لیتا اور کہتا کہ میرے بچے زیادہ ہیں اور گھر میں کوئی ایک بندہ ایسا نہیں ہے جو محنت کر سکے۔ مجھے ہی سارا دن لوہا کوٹنا پڑتا ہے اور اس محنت کی وجہ سے اتنا تھک جاتا ہوں کہ میں اللہ کی عبادت نہیں کر سکتا اگر میری پیٹھ ہلکی ہوتی تو میں بھی امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی طرح قیام کرتا۔ وہ محدث یہ سن کر فرمانے لگے کہ اذان کے اس ادب اور دل میں یہ نیکی کا شوق رکھنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس کو امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا رتبہ عطا فرما دیا۔

سبحان اللہ! اس سے پتہ چلتا ہے کہ اگر انسان کسی ایسے ماحول میں پھنس جائے کہ وہ نیکی نہ کر سکے تو کم از کم دل میں تڑپ ضرور رکھنی چاہیے کیوں کہ بسا اوقات اللہ تعالیٰ دل کی تڑپ پر بھی وہ نعمت اور اجر عطا فرما دیتے ہیں۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ پر شیطان کی شیطانیت

جب امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا آخری وقت آیا تو طلبہ نے ان کے سامنے کلمۂ طیبہ کا ورد کرنا شروع کر دیا۔ ان کی آواز سن کر امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ لا پھر تھوڑی دیر کے بعد آواز نکال کر کہا۔ لا ان کے شاگرد حیران ہوئے کہ پورا کلمہ پڑھنے کے بجائے فقط لا پڑھ رہے ہیں۔ جب تھوڑی دیر بعد ان کی طبیعت سنبھلی اور ہوش میں آئے تو کچھ باتیں بھی کرنے لگے۔

اس دوران ایک طالب علم نے پوچھا' حضرت! جب ہم کلمہ پڑھ رہے تھے تو آپ پورا کلمہ پڑھنے کی بجائے صرف لا کہہ رہے تھے اس کی کیا وجہ تھی۔ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ اس وقت شیطان میرے سامنے تھا اور وہ مجھے کہہ رہا تھا۔ احمد بن حنبل! تو ایمان بچا کر دنیا سے جا رہا ہے اور میں اس مردود سے کہہ رہا تھا لا ابھی نہیں، ابھی نہیں بلکہ جب تک میری روح نکل نہیں جاتی' اس وقت تک میں تجھ سے امن میں نہیں ہوں۔

فقہ حنفی کا اعزاز

امت مسلمہ کا اللہ تعالیٰ نے چار فقہیں عطا فرمائیں۔ ان میں فقہ حنفی وہ فقہ ہے جس کو مسلمان ممالک کے اندر قانون کی حیثیت سے لاگو ہونے کا شرف حاصل رہا ہے جب خلافت عثمانیہ کا دور تھا تو ملک کا قانون فقہ حنفی کے مطابق اسلامی شریعت تھا اور جب برصغیر پاک وہند میں مغل بادشاہوں کا دور تھا اس وقت اس برصغیر میں بھی حکومت کی طرف سے فقہ حنفیہ نافذ تھی یہ اعزاز صرف فقہ حنفی کو حاصل ہے۔ اور الحمدللہ آج آپ دیکھیں کہ پاکستان، ہندوستان، بنگلہ دیش، ترکی، ازبکستان، ترکمانستان، آذربائیجان، قزاقستان، شیکرستان، تاتارستان رشیا، یوکرائن، عراق، شام اور ترکی میں فقہ حنفیہ پر عمل کرنے والوں کی اکثریت ہے غور کیجیے کہ یہ آدھی دنیا سے زیادہ علاقہ بنتا ہے۔

امت مسلمہ کی کمزوری کی بنیادی وجہ

ان چاروں فقہوں کے ائمہ نے علم پر اتنا کام کیا کہ مخلوق خدا علم سے فیض یاب ہوتی رہے۔ ایک ایک عالم کے حلقہ درس میں ہزاروں کی تعداد میں لوگ ہوتے تھے۔ مگر ہوا یہ کہ جب دنیادار لوگوں نے دیکھا کہ ان علما کی بہت عزت کی جاتی ہے اور وقت کے خلفاء ادب سے ہاتھ باندھ کر ان کے سامنے کھڑے ہوتے ہیں۔ تو وہ دنیادار لوگ بھی کتابیں پڑھنے لگ گئے اور کتابیں پڑھنے کے بعد درباری ملا بن گئے۔ ان درباری ملاؤں نے آپس میں مناظرے کرنے شروع کر دیے۔ دلیلیں چلتی رہیں۔ وقت کے ساتھ علمائے

کرام کا بیشتر وقت آپس کے بحث ومباحثہ اور مناظروں کی نذر ہونے لگ گیا ہے۔ چنانچہ ایک وقت وہ بھی آیا جب عوام الناس ان کی باتوں کو سنتے تو تھے مگر ان کے دل متوجہ نہیں ہوتے تھے۔اس طرح امت مسلمہ کے اتحاد میں دراڑیں پڑنی شروع ہوگئیں۔

تا تاری فتنہ میں مسلمانوں کا نقصان

اب ایسے فتنہ وانتشار کے وقت میں کفار نے مسلمانوں پر شب خون مارا۔ساتویں صدی ہجری میں تا تاری فتنہ اٹھا اور اس نے مسلمانوں کے ہاتھ سے حکومت چھین لی۔ بغداد میں ایک دن میں اڑھائی لاکھ مسلمانوں کو ذبح کیا گیا۔گندے پانی کی نالیوں میں مسلمانوں کا خون بہہ رہا تھا۔

امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ جب تا تاریوں نے بغداد پر قبضہ کیا تو انہوں نے مسلمانوں کی کتابوں سے دریائے دجلہ کے اوپر پل باندھا تھا۔انگریزوں نے بھی جب اندلس کو فتح کیا تو انہوں نے مسلمانوں کی کتابوں کو ضائع کرنا شروع کیا۔آپ حیران ہوں گے کہ کتابوں کے اتنے ذخیرے تھے کہ ان کو ضائع کرنے میں چالیس سال لگے۔ یہ دین اسلام کو شرف حاصل ہے کہ جتنی کتابیں اس دین پر لکھی گئیں اتنی کتابیں کسی اور دین پر نہیں لکھی گئیں تصنیف وتالیف کو اللہ تعالیٰ نے اس دین کی خصوصیت بنا دیا ہے۔

☆......شمس الائمہ امام سرخسی رحمۃ اللہ علیہ کنویں میں نظر بند رہے۔شاگرد اوپر منڈیر پر بیٹھے ہوئے ہیں اور یہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''مبسوط'' کی شرح لکھوا رہے ہیں۔مبسوط کی شرح ۳۰ جلدوں میں لکھی گئی۔وہ شرح آج علمائے کرام پڑھ رہے ہیں۔

☆......امام حسن بن مندہ رحمۃ اللہ علیہ نے مرتے وقت حدیث کی کتابوں کے چالیس صندوق چھوڑے جو ان کے اپنے ہاتھوں سے لکھی ہوئی کتابیں تھیں۔

☆......حافظ ابوالقاسم سلیمان رحمۃ اللہ علیہ بن احمد طبرانی صاحب معاجم ثلاثہ طلب حدیث میں ۳۳ سال گھومتے پھرتے رہے اور ایک ہزار مشائخ سے علم حاصل کیا۔

☆......ابوحاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ نے خود بیان کیا کہ تحصیل علم حدیث کے لیے نو ہزار میل

پیادہ چلے۔

......بن مقری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک نسخہ ابن فضالہ کی خاطر ۸۴۰ میل کا سفر کیا۔

......حافظ ابو عبد اللہ اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ نے طلب حدیث کے لیے ۱۲۰ مقامات کا سفر کیا۔

......شیخ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے بر سر منبر کہا کہ میں نے اپنی انگلیوں سے دو ہزار جلدیں لکھیں۔ ان کی وصیت کے مطابق ان کی قلموں کے تراشوں سے غسل کا پانی گرم کیا گیا۔

......امام ادب ثعلب رحمۃ اللہ علیہ ناقل ہیں کہ برابر پچاس برس سے ابراہیم حربی رحمۃ اللہ علیہ کو ہر محفل ادب میں موجود پاتا ہوں۔

......امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''واللہ انی تاسف فی الفوات عن الاشتغال بالعلم فی وقت الاکل فان الوقت والزمان عزیز'' (اللہ کی قسم مجھے کھانے کے وقت علمی مشاغل کے چھوٹ جانے کا افسوس ہوتا ہے کیوں کہ وقت مجھے بہت عزیز ہے)

......امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات جو انہوں نے ابو نصر اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ سے لکھی تھیں لٹ گئیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ڈاکوؤں کے سردار سے واپس مانگیں۔ وہ ہنسا کہ تم نے خاک سمجھا۔ ایک کاغذ نہ رہا اور تم کورے ہو گئے تعلیقات تو اس نے آپ کو دے دیں مگر آپ متواتر تین برس تک مسائل یاد کرتے رہے اور حافظ بن گئے۔

......امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ امام شاطبی رحمۃ اللہ علیہ نے جب قصیدہ شاطبیہ لکھا تو اسے ساتھ لے کر بیت اللہ شریف کے بارہ ہزار طواف کیے جب دعا کے مقامات پر پہنچتے تو کہتے:

(اللھم فاطرالسموات والارض عالم الغیب والشھادۃ
رب ھذاالبیت العظیم انفع بھا کل من قرء ھا)

''اے آسمان اور زمین کے بنانے والے، حاضر و غیب کے جاننے والے، اس گھر کے پروردگار جو اس کتاب کو پڑھے اسے فائدہ عطا فرما''

......عورتیں بھی علمی کارناموں میں پیچھے نہیں رہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے عورتوں کی مجلس کے لیے ایک دن مقرر فرمایا تھا۔ شفاء عدویہ رضی اللہ عنہا کو متعین فرمایا کہ ام المومنین حفصہ کو لکھائی سکھائیں۔ سلف صالحین میں قاضی عیسی رحمۃ اللہ علیہ اپنی بیٹیوں کو روزانہ عصر کے بعد کتابیں پڑھاتے تھے۔ چناں چہ بعض عورتیں محدثہ بنیں۔ کریمہ مروزیہ رحمۃ اللہ علیہا اور سیدہ نفیسہ بنت محمد رحمۃ اللہ علیہا بہت مشہور ہیں۔ حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے انہی عورتوں سے لڑکپن میں حدیث پڑھی۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے علمی کمالات کسی سے مخفی نہیں۔

......مشائخ عظام رحمۃ اللہ علیہم نے بھی احیاء دین کے لیے خوب قربانیاں دیں۔

تاتاری فتنے کا توڑ

تاتاریوں کے اس فتنے کے دوران جب تخت وتاج مسلمانوں کے ہاتھ سے چھن گیا تو خانقاہوں میں بیٹھ کر اللہ اللہ سکھانے والے مشائخ رحمہم اللہ نے دیکھا کہ اب علما کو مدد کی ضرورت ہے۔ چناں چہ مشائخ عظام رحمۃ اللہ علیہم کفار کے مقابلے میں نکل آئے۔
اس وقت ائمہ میں سے امام ذیلعی رحمۃ اللہ علیہ ، امام تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اوران کے شاگرد ابن قیم اور تقی الدین سبکی زندہ تھے مگر پھر بھی اللہ رب العزت نے مشائخ سے کام لیا۔ اس نازک دور میں خواجہ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب تذکرۃ الاولیاء سے مسلمانوں کے دلوں کو منور کیا۔ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے مثنوی شرف لکھ کر غافل دلوں کو جگایا۔ اور محبت الٰہی سے گرمایا۔ بعض مشائخ رحمہم اللہ تعالیٰ نے تاتاری شہزادوں کے دلوں پر محنت کرنا شروع کر دی جن میں حضرت خواجہ احمد دربندی رحمۃ اللہ علیہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

جب تاتاری شہزادے دربند شریف پہنچے تو سارے مسلمان شہر کو خالی کر کے چلے گئے۔ شہزادے نے پوچھا، شہر میں کوئی مسلمان تو نہیں بچا؟ سپاہیوں نے بتایا کہ ایک مسجد میں دو آدمی بیٹھے ہوئے ہیں۔ کہنے لگا: گرفتار کر کے پیش کرو چناں چہ خواجہ احمد دربندی رحمہ اللہ اوران کے شاگرد کو ہتھکڑیاں لگا کر پیش کیا گیا۔ شہزادے نے کہا کہ آپ کو پتہ نہیں چلا کہ میں یہاں داخل ہو رہا ہوں، سب چلے گئے تم کیوں نہ گئے؟ وہ کہنے لگے ہم

اللہ کے گھر میں بیٹھے تھے کیوں نکلتے؟ کہنے لگا: تمہیں پتہ نہیں، تم آج میری حراست میں ہو؟ انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ چاہے تو ہمیں آزاد کرواسکتا ہے۔ شہزادے نے پوچھا کیسے؟ انہوں نے زور سے کہا اللہ۔ اللہ کا لفظ کہنا تھا زنجیر ٹوٹ کر گر پڑی۔ تاتاری شہزادے کے دل پر خوف طاری ہوگیا۔ کہنے لگا: اچھا میں آپ کو معاف کرتا ہوں حضرت کو آزاد کردیا گیا۔ بعد میں بھی وقتاً فوقتاً وہ شہزادہ حضرت رحمہ اللہ سے ملتا رہا، حضرت اس کے دل پر توجہ ڈالتے رہے حتی کہ تیس سال کے بعد ایک وقت وہ بھی آیا کہ وہ شہزادہ وقت کا بادشاہ بنا۔ اور حضرت رحمہ اللہ کے فیضان صحبت سے مسلمان ہوگیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے سلطنت پھر مسلمانوں کے ہاتھوں میں دے دی۔ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:

ہے عیاں آج یورش تاتار کے افسانے سے
پاسبان مل گئے کعبے کو صنم خانے سے

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے کارنامے

اکبری دور میں ابوالفضل اور فیضی جیسے درباری ملاؤں نے تعظیمی سجدے کے جواز میں فتوے دیے۔ دین الٰہی کے نام پر بادشاہ وقت کی خواہشات کی پیروی ہونے لگی۔ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانی سنتوں کی جگہ بدعات کی ظلمت عام ہونے لگ گئی تو مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ شرک و بدعت کے قلع قمع کے لیے میدان دعوت میں اترے۔ آپ نے دوسال گوالیار کے قلعے میں پابند سلاسل رہ کر قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ مگر احیاء دین کے لیے آپ کی رگ فاروقی پھڑکتی رہی حتی کہ آپ کی صحبت فیض پانے والے سیادت پناہ شیخ فرید رحمۃ اللہ علیہ اور خان خاناں جیسے جرنیل دینی رنگ میں رنگے گئے۔ ان حضرات کی کوششوں سے اکبر بادشاہ کا دماغ ٹھکانے لگا۔ چناں چہ اکبر بادشاہ اس بات پر مجبور ہوگیا کہ خلاف شرع کاموں کو بند کروائے۔ الحمدللہ دین الٰہی کی تار پور بکھر گئی اور اللہ تعالیٰ نے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے ذریعے شرک و بدعات کا قلع قمع کرایا اور متروکہ سنتوں کو از سر نو زندہ کروایا۔ اسی لیے جہانگیر کی زندگی میں دینی رنگ پیدا ہوا اور بالآخر

اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ جیسا متقی اور پرہیزگار بادشاہ تخت وتاج کا وارث بنا۔

محبت میں رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا کا غلبہ حال

رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا ایک ہاتھ میں پانی لے کر دوسرے میں آگ لے کر ایک بار جارہی تھیں' اور کہہ رہی تھیں کہ آگ سے جنت کو جلاؤں گی اور پانی سے جہنم کو بجھاؤں گی تاکہ لوگ جنت اور جہنم کے لیے عبادت نہ کریں' یہ رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا کے غلبہ حال کا واقعہ ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: کہ اگر رابعہ بیچاری بھید سے واقف ہوتی تو وہ ایسا کام نہ کرتی' اس لیے کہ اللہ تعالیٰ خود جنت کی طرف بلارہے ہیں' ''وَاللّٰہُ یَدْعُوْا اِلٰی دَارِ السَّلَامِ'' اور جس کی طرف اللہ بلائیں اس کی طرف جانا عین منشائے خداوندی ہوتا ہے۔ اللہ والوں کی محبت الٰہی کے غلبہ میں ایسی باتیں کرجانا یہ محبت کی وجہ سے ہوتا ہے۔

صحبت بد کا اثر جانکنی کے وقت بھی

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی میرے پاس آیا جو کسی میرے تعلق والے کا قریبی عزیز تھا' وہ بیمار ہوگیا قریب تھا کہ اسے موت آجائے وہ تعلق والا بندہ میرے پاس آیا اور اس نے بڑی منت وسماجت کی کہ حضرت! آخری وقت ہے تشریف لائیں اور کچھ توجہات فرمائیں' اس کی آخرت اچھی بن جائے گی' فرماتے ہیں کہ میں وہاں گیا' میں نے بہت دیر تک توجہ دی مگر میں نے دیکھا کہ اس کے دل کی ظلمت پر کوئی فرق نہ پڑا' میں بڑا حیران ہوا کہ ایسا پہلے کبھی نہیں ہوا تھا' پہلے تو جب بھی اللہ تعالیٰ کی مدد سے متوجہ ہوا' رب کی رحمت نے یاوری فرمائی اور سالکین کے دلوں کی ظلمت کو دور کردیا' یہ عجیب معاملہ تھا کہ اتنی توجہ بھی کی مگر اس کے دل پر ذرہ برابر بھی اثر نہ ہوا' بے اختیار اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوا تو دل میں القاء فرمایا گیا کہ آپ کی توجہ سے یہ ظلمت دور نہیں ہوگی اس لیے کہ اس آدمی کے کفار کے ساتھ محبت کے تعلقات ہیں کافروں سے محبت رکھنے کی

وجہ سے دل پر ایسی ظلمت آئی جو وقت کے مجدد کی توجہات سے بھی دور نہ ہو سکی۔

شیخ سے جیسا گمان ادھر سے ویسا ہی فیضان

امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم تین پیر بھائی تھے' ہم تینوں کا اپنے شیخ خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں علیحدہ علیحدہ گمان تھا' فرماتے ہیں کہ خواجہ باقی اللہ رحمۃ اللہ علیہ خاموش طبع تھے' لہٰذا کم بات کرنے کی وجہ سے ہمارے ایک پیر بھائی سمجھتے تھے کہ میرے شیخ کامل تو ہیں مگر صاحب ارشاد نہیں ہیں' دعوت وارشاد میں اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کو قطب ارشاد بنا دیتے ہیں اور ان کے بیان کلمات سے اللہ تعالیٰ ہزاروں انسانوں کے دلوں کی دنیا کو بدل کر رکھ دیتے ہیں۔

ان میں سے دوسرے کا گمان یہ تھا کہ خود تو کامل ہیں مگر وہ دوسروں کو کامل نہیں بنا پاتے کیوں کہ کم بولتے تھے کسی نے ایک دفعہ ان سے کہا' حضرت! آپ بات کیا کریں تا کہ لوگوں کو فائدہ ہو' حضرت نے عجیب بات کہی فرمایا جس نے ہماری خاموشی سے کچھ نہیں پایا' وہ ہماری باتوں سے بھی کچھ نہیں پائے گا۔

کہہ رہا ہے شور دریا سے سمندر کا سکوت
جس کا جتنا ظرف ہے اتنا ہی خاموش ہے

اللہ تعالیٰ اپنے بعض اولیاء کی ایسی حالت بنا دیا کرتے ہیں کہ وہ ''من عرف ربہ طال لسانہ'' کا مصداق بن جاتے ہیں اور ایک حدیث پاک میں آیا ہے ''من عرف ربہ طال لسانہ'' کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ جب ان کو اللہ تعالیٰ کی معرفت ملتی ہے تو اللہ تعالیٰ کے دیدار میں ایسے مست ہو جاتے ہیں کہ ان کی مخلوق کے ساتھ کلام کرنے کی کیفیت کم ہوتی ہے' اور پروردگار عالم کی طرف ان کے رجحان کی نسبت زیادہ رہتی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے دیدار میں ہی مست رہتے ہیں' اور فرماتے ہیں کہ تیسرا میں تھا اور میرا اپنے شیخ کے بارے میں گمان یہ تھا کہ میرے شیخ اتنے کامل ہیں کہ اس سے پہلے اگر اس امت میں کسی کو کوئی کامل شیخ ملا ہے تو وہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو نبی علیہ السلام

ملے ہیں اور صدیق اکبرؓ کے بعد اگر کسی کو کوئی کامل شیخ ملا ہے تو پھر مجھے میرے شیخ ملے ہیں فرماتے ہیں کہ میرے ساتھی تو پتہ نہیں کدھر گئے مگر میرے اس گمان کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے مجھے مجدد الف ثانی بنا دیا یعنی مجھے دوسرے ہزار سال کا مجدد بنا دیا۔

امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے ادب کی انتہا

امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں بیٹھا ہوا احادیث لکھ رہا تھا قلم نہیں چل رہا تھا' تو میں نے اپنے ہاتھ کے انگوٹھے سے اس قلم کو ذرا درست کیا تو سیاہی لگ گئی' اسی حال میں مجھے تقاضا محسوس ہوا بیت الخلاء جانے کا' جب میں وہاں بیٹھنے لگا تو بیٹھتے ہی میری نظر انگوٹھے پر پڑی تو میں نے سیاہی دیکھی تو دل میں خیال آیا کہ اگر تقاضے سے فارغ ہوا تو ہاتھ دھوئیں گے اور پانی کی وجہ سے یہ سیاہی جو میں لکھنے میں استعمال کرتا ہوں اس گندے پانی میں شامل ہوگی جو ادب کے خلاف ہے' میں نے تقاضا کو دبایا اور بیت الخلا سے باہر آیا اور آ کر میں نے سیاہی کو صاف جگہ پر دھویا جیسے ہی دھویا اسی وقت الہام ہوا کہ احمد سرہندی! ہم نے جہنم کی آگ کو تیرے اوپر حرام کر دیا ہے جب علم بھی ہو اور ادب بھی ہو پھر نور علی نور ہوا کرتا ہے۔

دربار شاہی میں مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی جرأت و بیباکی

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ جو ہندوستان کے شہر سرہند میں پیدا ہوئے ان کے دور میں اکبر نے دین کی شکل کو مسخ کر دیا تھا' دین الٰہی کے نام سے ایک نیا دین دنیا کے سامنے پیش کر دیا تھا' جو بدعات و رسومات کا ملغوبہ تھا' یہ وہ وقت تھا' جب اکبر کے بیٹے جہانگیر نے اپنی طاقت کے نشے میں آ کر علماء کو لکھا کہ مجھے فتوی دو کہ بادشاہ کو سجدہ تعظیمی کرنا جائز ہے جب لوگوں کے سامنے جیلوں کے دروازے کھل چکے تھے۔ جب ان کو درے نظر آ رہے تھے کھالیں پیٹھ سے اترتی نظر آ رہی تھی' اس وقت کچھ ربانیین ایسے تھے' کچھ احبار ایسے تھے' جنہوں نے جان کی پرواہ تک نہ کی' اس لیے کہ ان کا فرض منصبی دین کی

حفاظت تھا' انہوں نے کہا:

جاں دی دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

چناں چہ امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ سجدہ تعظیمی حرام ہے قطعاً جائز نہیں اس کلمۂ حق کی وجہ سے آپ رحمہ اللہ کو گوالیار کے قلعہ میں بند کر دیا گیا' آپ رحمہ اللہ کے پاؤں میں زنجیریں ڈال دی گئیں آپ رحمہ اللہ نے پابند سلاسل رہنا تو قبول کر لیا مگر اس کی غلط بات کے آگے جھکے نہیں کیوں کہ ان کو رب کے سوا کسی کے آگے جھکنا نہیں آتا تھا۔ وہ ساری زندگی رب کے سامنے پیشانیاں جھکانے والے بھلا مخلوق کے سامنے کیسے جھک سکتے تھے۔ بالآخران کی استقامت کی بدولت رب العزت نے ایک وقت وہ بھی دکھلایا کہ جب جہانگیر بادشاہ کو جھکنا پڑا۔ سب امیر اس فقیر کے سامنے ادب کے ساتھ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے' جو آپ کہیں گے آج ہم وہی کریں گے چناں چہ بدعتوں کو ختم کر دیا گیا' رسومات کو چھوڑ دیا گیا' اور اس کی جگہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو رواج دیا گیا' اسی وجہ سے ان کو امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔

باوضو زندگی گزارنے کی تڑپ

مجھے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے ایک صاحب کے گھر جانے کا موقعہ ملا' ان کے بچے گھر کے گراونڈ میں فٹ بال کھیل رہے تھے' نئی آبادی تھی' مسجد قریب نہیں تھی' اس لیے گھر میں ہی جماعت سے نماز ادا کرنا پڑتی تھی' جب ہم نے مغرب کی نماز کے لیے اذان دی اور صفیں بنانی شروع کی تو ہم نے دیکھا کہ بچے جو فٹ بال کھیل رہے تھے چھوٹے بڑے سارے ہی آئے اور آکر صف باندھ کر کھڑے ہو گئے۔ میں نے صاحب خانہ سے پوچھا کہ ان بچوں نے وضو نہیں کرنا' انہوں نے کہا وضو کیا ہوا ہے اس عاجز نے سمجھا کہ شاید انہوں نے سوچا ہو گا کہ مہمان آیا ہوا ہے نماز تو پڑھنی ہی ہے اس لیے ہم پہلے سے وضو کر کے کھیلتے ہیں۔ لیکن نماز پڑھنے کے بعد صاحب خانہ نے بتایا کہ ہمارے خاندان میں

اوپر مشائخ سے عمل چلتا آ رہا ہے کہ کوئی بچہ بھی جب چار پانچ سال کی عمر سے بڑا ہو جاتا ہے تو ہم اس کو بھی جاگتے ہوئے ہوش کی حالت میں بے وضو نہیں دیکھیں گے' آج کے دور میں بھی ایسے لوگ ہیں کہ جن کو باوضو زندگی گزارنے کی تڑپ اور تمنا ہوتی ہے۔ "کَمَا تَعِیشُوْنَ تَمُوْتُوْنَ" فرمایا تم جس حال میں زندگی گزارو گے تمہیں اسی حال میں موت آئے گی' تو باوضو زندگی گزارنے والوں کو اللہ تعالیٰ باوضو موت عطا فرمائیں گے۔

دعا سے بدلتی وہ تقدیر دیکھی

ملا طاہر لاہوری رحمۃ اللہ علیہ امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے دو بیٹے حضرت محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کے استاد تھے۔ ایک مرتبہ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کو کشفاً پتہ چلا کہ ملا طاہر کی پیشانی پر "ملا طاہر لاہوری رحمۃ اللہ علیہ شقی" لکھا ہوا ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا تذکرہ اپنے صاحب زادوں سے کر دیا۔ چوں کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے صاحب زادے ملا طاہر رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے اس لیے انہوں نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے درخواست کی کہ آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کر دیجیے کہ اللہ تعالیٰ اس شقاوت کو مٹا کر سعادت سے بدل دیں۔ چناں چہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے دعا فرمائی کہ اے اللہ! ملا طاہر لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے پیشانی سے شقی کا لفظ مٹا کر سعید کا لفظ تحریر فرما دیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت رحمہ اللہ کی دعا قبول فرمالی اور ملا طاہر لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی پیشانی پر شقی کے لفظ کی بجائے سعید کا لفظ لکھ دیا گیا۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمات

برصغیر پاک وہند میں دین کی اشاعت کے لیے بہت کام کیا۔ قرآن کے ترجے کیے گئے، تفاسیر لکھی گئی۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اصول تفسیر کی کتاب الفوز الکبیر تصنیف فرمائی۔ ان کے بیٹے شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن پاک کا اردو زبان میں الہامی ترجمہ کیا۔ مثال کے طور پر ایک آیت ہے "لفروجھم حافظون" دوسرے مفسرین حضرات نے لکھا ہے "حفاظت کرتے ہیں اپنی شرمگاہوں کی" اور شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا ترجمہ

لکھا ہے ''جو تھامتے ہیں اپنی شرمگاہوں کو'' اب دونوں میں فرق دیکھیے۔ شرمگاہ کی حفاظت کرنا اور چیز ہے اور شرمگاہ کو تھامنا اور چیز ہے۔ یعنی جب جذبات ابھرتے ہیں تو حفاظت کا لفظ صحیح مفہوم ادا نہیں کرتا۔ بلکہ وہاں اپنے جذبات کو تھامنے کا لفظ کام دیتا ہے۔ ایک اور آیت میں فرمایا گیا ''اولمستم النساء'' دوسرے مصنفین نے اس کا ترجمہ کیا ہے کہ ''یا تم مس کرو عورتوں کو'' مس کرنا قدرے مشکل لفظ ہے اور شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ نے ترجمہ کیا ''یا تم لگو عورتوں کو'' اتنے آسان الفاظ میں ترجمہ کیا کہ مسئلہ خود بخود سمجھ میں آ جاتا ہے۔

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان میں علم کا شوق

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند ارجمند شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اردو میں قرآن پاک کی تفسیر لکھی۔ ایک مرتبہ مطالعہ کرتے ہوئے شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے پانی مانگا۔ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کو پتہ چلا تو فرمانے لگے کہ افسوس آج علم ہمارے خاندان سے رخصت ہو گیا کہ میرے بیٹے نے مطالعہ کے وقت پانی مانگا۔ بیوی نے کہا، حضرت! صبر تو کریں۔ اس نے پانی بھیجنے کی بجائے سرکہ ملا کر بھیج دیا۔ شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ مطالعہ میں اتنے مشغول تھے اور پیاس کی شدت کی وجہ سے اضطرار اتنا تھا کہ سرکہ پی لیا اور پتہ ہی نہ چلا کہ میں سرکہ پی رہا ہوں یا پانی پی رہا ہوں۔ جب بیوی نے بتایا کہ اس کا تو یہ حال ہے تو فرمایا، الحمدللہ ہمارے خاندان میں ابھی علم باقی ہے۔ اسی وجہ سے اللہ رب العزت نے ان حضرات کو باطنی نعمتیں عطا فرما دی تھیں۔ خود شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کو علم و ادب کی وجہ سے اتنا رعب حاصل تھا کہ مغلیہ خاندان کے شہزادوں کو منبر پر کھڑے ہو کر کہا کہ مغلیہ خاندان والو! ولی اللہ کے سینے میں اللہ نے ایک موتی رکھا ہے، اگر تمہارے خزانے میں اتنا قیمتی موتی ہے تو مجھے لا کر دکھاؤ۔ تم ساری دنیا کے خزانوں کو بھی اکٹھا کر لو تو مجھے وہ موتی لا کر نہیں دکھا سکتے۔

شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے بھی باکمال شاگرد تیار کیے جیسے اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ اور سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ آج بالاکوٹ ان کی عظمت کی گواہیاں دے رہا ہے۔

اہل اللہ کے دلوں کی قدر و قیمت کیوں؟

ایک مرتبہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے دہلی کی جامع مسجد میں منبر پر کھڑے ہو کر کہا تھا' او مغل بادشاہو! تمہارے خزانے ہیرے اور موتیوں سے بھرے ہوئے ہیں لیکن ولی اللہ کے سینے میں ایسا دل ہے کہ تمہارے سارے خزانے مل کر بھی اس کے دل کی قیمت نہیں بن سکتے' اس لیے کہ اس کے دل میں اللہ سمایا ہوا ہے اس کے دل میں اللہ آیا ہوا ہے بلکہ اس کے دل میں اللہ چھایا ہوا ہے۔

برصغیر میں انگریز کا ظلم و ستم

۱۸۵۷ء میں جب انگریز نے ہندوستان پر قبضہ کیا تو اس نے مسلمانوں سے تخت و تاج چھین کر اپنے پنجے مضبوط کرنے کے لیے شکنجہ کس دیا۔ امراء سے زمینیں چھین لیں، مسلمانوں کو مال و جاہ سے محروم کردیا، مادی وسائل پر قبضہ کرلیا تا کہ انہیں کمزور کیا جاسکے، ظلم کی حدیں توڑ دیں حتی کہ پانچ پانچ منٹ میں پھانسی کے فیصلے دے دیتے تھے۔ اگر کسی مسلمان کی انگلی زخمی دیکھتے تو کہتے، لگتا ہے تم نے کسی انگریز کو مارا ہوگا۔ چناں چہ اس کی بھی پھانسی کا فیصلہ کرلیا جاتا۔ انگریز بڑا چالاک دشمن تھا۔ اس نے دیکھا کہ مال تو میں نے لے لیا مگر جب تک اس قوم کے ایمانی جذبے کو ختم نہیں کروں گا تو یہ قوم متحد رہے گی۔ لہٰذا اسکو ختم کرنے کے لیے مدارس کو ختم کرنا ضروری ہے۔ اس دور میں مدارس وقف کی املاک سے چلا کرتے تھے۔ لہٰذا انگریز نے دوسرا حربہ اختیار کیا کہ اس نے مدارس کی املاک کو سرکاری تحویل میں لے لیا۔ جب اقتصادی طور پر گلا ہی گھونٹ دیا گیا تو اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ چار ہزار مدارس بند ہوگئے۔ ڈراؤ دھمکاؤ کی پالیسی کامیاب رہی اور لوگ سہم گئے۔

برصغیر میں علوم وفنون کے مراکز

اس وقت انڈیا میں تین مراکز تھے ایک دہلی میں قرآن وحدیث کا ولی اللٰہی مرکز تھا،

دوسرا لکھنو میں فقہ اور اصول فقہ کا مرکز تھا اور تیسرا خیر آباد میں فنون کا مرکز تھا۔ انگریز نے ان تینوں مراکز پر اپنا تسلط جمالیا۔

دیوبند میں مدرسہ کا قیام

اللہ تعالیٰ نے ایک بندے حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں بات ڈالی کہ مال مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل گیا تاہم ملنے کی امید ہے، حکومت ہاتھ سے نکل گئی ملنے کی امید باقی ہے اگر دین ہاتھوں سے چلا گیا تو نہیں ملے گا لہٰذا انگریز کے اس ظلم وستم کا توڑ دینی مدارس کا قیام ہے۔ کیوں نہ کسی ایسی جگہ پر مدرسہ بنایا جائے کہ جہاں انگریز کی نظر ہی نہ پڑے اور خاموشی سے کام ہوتا رہے۔ حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے سسرال دیوبند کے رہنے والے تھے۔ چناں چہ حضرت دیوبند پہنچے اور وہاں جا کر چھتہ کی مسجد میں انار کے درخت کے نیچے خاموشی سے کام کرنا شروع کر دیا۔ ایک استاد اور ایک شاگرد۔ استاد کا نام ملاں محمود اور شاگرد کا نام محمود الحسن رحمہما اللہ تعالی۔ دونوں محمود تھے۔ حضرت شاہ عبدالغنی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد مولانا مملوک علی رحمۃ اللہ علیہ کو استاد کامل کا خطاب ملا کیوں کہ انہوں نے سب کو پڑھایا اور مولانا رفیع الدین نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ پہلے مہتمم بنے۔

دارالعلوم دیوبند کا سنگ بنیاد

حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں دارالعلوم کی عمارت کی پوری حدود کا تعین فرما دیا۔ اسی لیے ترانہ دارالعلوم کے الفاظ کچھ یوں ہیں:

یہ علم و ہنر کا گہوارا تاریخ کا وہ شہ پارہ ہے
ہر پھول یہاں اک شعلہ ہے ہر سرو یہاں مینارہ ہے
خود ساقی کوثر صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھی میخانہ کی بنیاد یہاں
تاریخ مرتب کرتی ہے دیوانوں کی روداد یہاں

کہسار یہاں دب جاتے ہیں طوفاں یہاں رک جاتے ہیں
اس کاخ فقیری کے آگے شاہوں کے محل جھک جاتے ہیں
یہ علم و ہنر کا گہوارا تاریخ کا وہ شہ پارہ ہے
ہر پھول یہاں اک شعلہ ہے ہر سرو یہاں مینارہ ہے

چناں چہ بنیادیں رکھنے کا وقت آیا تو حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے اعلان فرمایا کہ آج دار العلوم کا سنگ بنیاد میں ایسی شخصیت سے رکھواؤں گا جس نے پوری زندگی کبیرہ گناہ تو کیا کرنا، کبھی گناہ کرنے کا ارادہ بھی نہیں کیا۔ چناں چہ حضرت شاہ حسین احمد رحمۃ اللہ علیہ جو میاں اصغر حسین رحمۃ اللہ علیہ کے ماموں تھے ان کو بلایا اور کہا کہ حضرت آیئے دار العلوم کا سنگ بنیاد رکھیے۔

حضرت شاہ حسین احمد رحمۃ اللہ علیہ کی فنائیت قلبی

شاہ حسین احمد رحمۃ اللہ علیہ پر اللہ تعالیٰ نے فنائیت کا ایسا پرتو ڈال دیا تھا کہ ہر وقت اللہ کے ذکر میں مشغول رہتے تھے۔ ان کے ایک داماد کا نام اللہ بندہ تھا۔ دو سال تک وہ ان کے پاس رہا۔ جب سامنے سے گزرتا تو حضرت شاہ حسین احمد رحمۃ اللہ علیہ پوچھتے، ارے میاں! تم کون ہو؟ کہتا، حضرت! میں آپ کا داماد اللہ بندہ ہوں۔ فرماتے: ارے میاں سبھی تو اللہ کے بندے ہیں۔ دو سال تک داماد کا نام یاد نہ ہوا۔ ذکر کی فنائیت ایسی تھی کہ دل میں ایک اللہ تعالیٰ کا نام بس چکا تھا۔ ایسی نابغہ روزگار شخصیت نے دار العلوم کی بنیاد رکھی۔

حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اور عشق نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ تو علم کے آفتاب و ماہتاب تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو بے پناہ عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم عطا فرمایا تھا' ایک دفعہ انگریزوں نے ان کی گرفتاری کا وارنٹ جاری کر دیا۔ حضرت تین دن گھر میں رہے اور تین دن بعد باہر نکل آئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم غار میں تین دن تک چھپے رہے تھے۔ لہٰذا تین دن سے زیادہ میں اندر رہنا پسند نہیں کرتا ایسا نہ

ہو کہ قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ سے خلاف سنت کام ہو جائے۔

① ...... حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے کہ تم اپنی بیواؤں کا نکاح کر دیا کرو' قرآن پاک میں بھی ہے حضرت قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک ہمشیرہ ۹۰ سال کی عمر میں بیوہ ہو گئیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو پتہ چلا آپ رحمۃ اللہ علیہ ان کے پاس تشریف لے گئے۔ کچھ دن گزر گئے تو دوبارہ اپنی بہن کے پاس گئے۔ بہن! میں آپ کے پاس ایک بات کرنے آیا ہوں بہن نے کہا بتاؤ بھائی! بھائی کیا بات ہے؟ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے کہ میرے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ تم بیواؤں کا نکاح کر دیا کرو' آپ میری اس بات کو مان لیجیے اور نکاح کر لیجیے میں جانتا ہوں کہ اس عمر میں ازدواجی زندگی کی ضرورت نہیں مگر قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کو سنت کی توفیق ہو جائے گی۔ بہن رونے لگ گئیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی پگڑی کو اتارا بہن کے قدموں پر رکھ دیا اور کہا کہ تیری وجہ سے مجھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک سنت پر عمل کی توفیق نصیب ہو سکتی ہے۔ چناں چہ ۹۰ سال کی عمر میں اپنی بہن کا ایک اور نکاح کر دیا کیسا عشق تھا۔

② حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ جب حج پر گئے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے راستہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں کچھ اشعار لکھے وہ بھی آپ کو سناتا چلوں۔

امیدیں لاکھوں ہیں لیکن بڑی امید یہ
کہ ہو سگانِ مدینہ میں میرا نام شمار
جیوں تو ساتھ سگان حرم کے تیرے پھروں
مروں تو کھائیں مجھ کو مدینہ کے مور و مار

کہ اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! نجات کی امیدیں تو بہت ہیں مگر سب سے بڑی امید یہ ہے کہ مدینہ کے کتوں میں میرا شمار ہو جائے اگر جیوں تو مدینہ کے کتوں کے ساتھ پھرتا رہوں اور اگر مر جاؤں تو مدینہ کے کیڑے مکوڑے مجھے کھائیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی شدید محبت تھی دل میں ایک آدمی آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آیا اس نے سبز رنگ کا جوتا

پیش کر دیا حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے وہ جوتا لے تو لیا مگر اس کو گھر میں رکھ دیا۔ کسی نے بعد میں پوچھا حضرت فلاں نے بہت اچھا جوتا دیا تھا' علاقہ میں اکثر لوگ پہنتے ہیں خوب صورت بھی بنا ہوا تھا۔ فرمایا میں نے جوتا لے تو لیا تھا کہ اس کی دل جوئی ہو جائے مگر پہنا اس لیے نہیں کہ دل میں سوچا کہ میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس کا رنگ سبز ہے اب میں اپنے پاؤں میں اس رنگ کا جوتا کیسے پہنوں آپ رحمۃ اللہ علیہ حرم تشریف لے گئے آپ رحمۃ اللہ علیہ بہت نازک بدن تھے۔ ایک آدمی نے دیکھا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ ننگے پاؤں مدینہ کی گلیوں میں چلے جا رہے ہیں اور پاؤں کے اندر سے خون رستا چلا جا رہا ہے۔ کسی نے پوچھا حضرت جوتے پہن لیتے فرمایا ہاں پہن تو لیتا لیکن جب میں نے سوچا کہ اس دیار میں میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم چلا کرتے تھے تو میرے دل نے گوارہ نہ کیا کہ قاسم اس کے اوپر جوتوں کے ساتھ چلتا پھرے۔ کیسے دیوانے اور پروانے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے۔

ہزار بار بشویم دہن زمشک و گلاب
ہنوز نام تو گفتن بے ادبی است

کتب بینی حسن نیت سے کیجیے

کسی شخص نے حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ سے سوال پوچھا' حضرت! دین کی جو کتابیں آپ نے پڑھیں وہی کتابیں آپ کے دوسرے ساتھیوں نے بھی پڑھیں' لیکن اللہ تعالیٰ نے جو مرتبہ آپ کو دیا ہے وہ کسی اور کو نہیں دیا اس کی کیا وجہ ہے؟ حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے عجیب جواب دیا کہ میرے ساتھیوں نے قرآن مجید کو اس نیت سے پڑھا کہ ہم معارف قرآن کو جان لیں اور حقائق قرآن مجید سے واقف ہو جائیں' اس لیے ان کو وہ حقائق تو مل گئے مگر وہ نعمت نہ ملی جو اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا کر دی' اس نے پوچھا حضرت! یہ نعمت آپ کو کیسے ملی؟ فرمانے لگے کہ میں نے جب بھی قرآن کو پڑھا ہمیشہ اس نیت سے پڑھا کہ اے اللہ! تیرا غلام حاضر ہے تیرا حکم جاننا چاہتا ہے کہ جس کو یہ اپنی زندگی میں عمل میں لے آئے سبحان اللہ! یہی چیز صحابہ کرامؓ میں تھی سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے

اڑھائی سال کے اندر سورہ بقرہ مکمل کی' حالاں کہ عربی زبان تو ان کی مادری زبان تھی' اس لیے ان کو تو صرف ونحو کی کوئی ضرورت ہی نہیں تھی' پھر اڑھائی سال کیسے لگے؟ معلوم ہوا کہ وہ حضرات! ایک ایک آیت پڑھتے تھے اور اس پر عمل کرتے تھے ادھر ان کی سورت مکمل ہوتی تھی اور ادھران کا عمل اس سورت پر مکمل ہوتا تھا۔

علم دوست کی نظر ذات خدا پر نہ کہ وظیفہ پر

بہاولپور میں ایک نواب صاحب نے مدرسہ بنوایا' اس نے مقامی علما سے کہا کہ عمارت تو میں بنوا دیتا ہوں مگر آباد کیسے ہوگا؟ علما نے کہا کہ ہم آپ کو ایک ایسی شخصیت کے بارے میں بتائیں گے آپ انہیں لے آنا مدرسہ چل جائے گا۔ اس نے کہا ہیرا تم ڈھونڈ نا قیمت ہم لگا دیں گے' نواب صاحب کو بڑا ناز تھا پیسے کا چناں چہ جب عمارت بن گئی تو اس نے علما سے پوچھا' بتاؤ کونسا ہیرا ڈھونڈا ہے؟ کہنے لگے قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اس نے علما سے پوچھا کہ حضرت کی تنخواہ کتنی ہوگی انہوں نے کہا کہ حضرت کی تنخواہ چار پانچ روپے ہوگی اس دور میں اتنی ہی تنخواہ ہوتی تھی۔ کہنے لگا جاؤ اور میری طرف سے حضرت کو سو روپے ماہانہ کا پیغام دے دو۔ اب جس آدمی کو پانچ روپے کی بجائے سو روپے ملنا شروع ہو جائیں تو کتنا فرق ہے چناں چہ علما بڑے خوش ہوئے کہ جی ہاں اب تو حضرت ضرور آ جائیں گے' دیو بند جا کر حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے ملے حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی خوب خاطر تواضع فرمائی پوچھا کیسے آنا ہوا؟ کہنے لگے حضرت! نیا مدرسہ بنایا ہے آپ وہاں تشریف لائیں' نواب صاحب نے آپ کے لیے سو روپے ماہانہ مشاہرہ مقرر کیا ہے حضرت رحمہ اللہ نے فرمایا بات یہ ہے کہ میرا مشاہرہ تو پانچ روپے ہے اس میں سے تین روپے میرے ذاتی خرچہ کے ہیں اور دو روپے میں غریبوں' مسکینوں' یتیموں میں خرچ کر دیتا ہوں اگر میں وہاں چلا گیا اور سو روپیہ تنخواہ ہوگئی تو میرا خرچہ تو تین روپے رہے گا اور باقی ستانوے روپے غریبوں میں تقسیم کرنے کے لیے مجھے سارا دن ان کو ہی ڈھونڈ نا پڑے گا اور میں پڑھا تو نہیں سکوں گا' لہٰذا میں وہاں نہیں جا سکتا ایسی دلیل دی کہ ان علما کی زبانیں گنگ ہو گئیں

اسے زہد فی الدنیا کہتے ہیں۔ اللہ اکبر کبیرا

حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا استغنائے قلبی

انسان جب استغنا کے کام کرتا ہے تو دنیا اس کے پیچھے بھاگتی ہے۔ مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ جو آدمی مجھے محتاج سمجھ کر ہدیہ پیش کرے' میرا دل اس کا ہدیہ قبول کرنے کو نہیں کرتا۔ البتہ سنت سمجھ کر پیش کرے تو میں اسے ضرور قبول کروں گا۔ ایک دفعہ ایک آدمی نے آ کر آپ رحمۃ اللہ علیہ کو ہدیہ پیش کیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے محسوس کیا کہ یہ تو احسان چڑھا کر ہدیہ دے رہا ہے۔ چناں چہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے انکار کر دیا۔ مگر وہ بھی پیچھے لگا رہا کہ حضرت! قبول کیجیے۔ حضرت! قبول کیجیے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے دو چار دفعہ کے بعد اس کو سختی سے ڈانٹ دیا کہ نہیں' میں قبول نہیں کروں گا۔ جب اس نے دیکھا کہ چہرہ پر جلال ہے تو پیچھے ہٹ گیا۔ جب مسجد سے باہر نکلنے لگا تو اس کی نظر حضرت رحمہ اللہ کے جوتوں پر پڑی' اس کے دل میں خیال آیا کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ جب باہر نکلیں گے تو جوتے تو پہنیں گے ہی سہی' چناں چہ اس نے وہ پیسے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے جوتوں میں رکھ دیئے۔ جب حضرت رحمۃ اللہ علیہ مسجد سے باہر نکلے اور پاؤں جوتے میں رکھا تو اس میں پیسے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھا اور مسکرا کر فرمایا کہ یہ وہی پیسے ہیں جو وہ آدمی ہدیہ میں پیش کر رہا تھا۔ پہلے سنا کرتے تھے اور آج آنکھوں سے دیکھ لیا کہ جو انسان دنیا کو ٹھوکر لگاتا ہے دنیا اس کے جوتوں میں آیا کرتی ہے۔

بانی دار العلوم کی شان فنائیت

حضرت اقدس مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی بات سنائے بغیر محفل کا مزہ ہی نہیں آتا' اللہ تعالیٰ نے ان کو علم و عمل میں بہت ہی بلند مقام عطا کیا تھا۔ اس دور میں شاہ جہاں پور انڈیا میں سال میں ایک مرتبہ تمام مذاہب کے لوگ اکٹھے ہوتے تھے' اور اپنے اپنے مذہب کی تبلیغ کرتے تھے' مسلمان علما نے سوچا کہ ہم کن کو بلائیں' جب حضرت مولانا قاسم

نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا نام سامنے آیا تو سب مطمئن ہوئے کہ اچھا ہے کہ حضرت تشریف لائیں اور دین اسلام کی حقانیت پر بیان فرمائیں، چناں چہ انہوں نے حضرت سے رابطہ کیا، حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ میں مباحثے سے ایک دن پہلے وہاں بذریعہ ٹرین پہنچ جاؤں گا، جب ان علما نے یہ جواب سنا تو وہ مطمئن ہو گئے کہ چلو حضرت تشریف لے آئیں گے۔

جس دن حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے آنا تھا، اس دن لوگوں نے ان کے استقبال کی تیاریاں کیں اور اسٹیشن پر پہنچ گئے، حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی باطنی بصیرت کے واقعات مشہور تھے، حدیث شریف میں ہے کہ "اِتَّقُوْا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّهٗ يَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰهِ" (مومن بندے کی فراست سے ڈرو وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے) چناں چہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی باطنی بصیرت سے بھانپ لیا کہ چوں کہ لوگوں کو میرے آنے کی اطلاع ہے ایسا نہ ہو کہ استقبال کے لیے اکٹھے ہو جائیں، میں تو پہلے ہی بگڑا ہوا ہوں، میرا نفس کہیں اور نہ بگڑ جائے، چناں چہ یہ سوچ کر آپ رحمۃ اللہ علیہ منزل سے ایک اسٹیشن پہلے ہی نیچے اتر گئے کہ میں اگلے شہر تک کا سفر پیدل طے کرلوں گا تقریباً پانچ میل کا سفر بنتا تھا، آپ رحمۃ اللہ علیہ نے پیدل چلنا شروع کر دیا، ادھر جب ٹرین پہنچی تو لوگوں نے دیکھا کہ ٹرین میں حضرت رحمہ اللہ تشریف نہیں لائے، بہت حیران ہوئے کہ کیا بنا، ان میں سے ایک بڑے عالم نے کہا کہ شہر کے مسافر خانہ یا ہوٹل سے معلومات حاصل کرو کہ کہیں وہاں آ کے ٹھہر نہ گئے ہوں، چناں چہ انہوں نے ہوٹلوں میں پتہ کیا تو وہاں بھی قاسم کے نام کا کوئی آدمی نہیں تھا، ایک ہوٹل میں خورشید حسن کا نام نظر آیا۔

ادھر جس اسٹیشن پر حضرت رحمہ اللہ اترے تھے، وہاں سے اگلے شہر جب روانہ ہوئے تو راستے میں ایک نہر عبور کرنا پڑی، جب حضرت رحمۃ اللہ علیہ وہ نہر عبور کرنے لگے تو پاجامہ پانی میں بھیگ گیا، جب اس نہر سے باہر نکلے تو اس وقت کوئی خادم کوئی شاگرد، کوئی رفیق سفر ساتھ نہ تھا، اکیلے جا رہے تھے، سبحان اللہ، یہ دیوانہ اللہ کی محبت میں فنا ہو کر اسلام کا نمائندہ بن کر جا رہا تھا۔ جب آپ نہر سے باہر نکلے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے چادر باندھ لی، پاجامے کو

اتار لیا ہاتھ میں چھڑی تھی، سفر کرنا بھی ضروری تھا، خشک کرنے کا انتظار بھی نہیں کر سکتے تھے چناں چہ اس چھڑی کو کندھے پر رکھ لیا اور اس کے پیچھے اپنا پاجامہ لٹکا لیا، دین اسلام کا نمائندہ اس فقیرانہ چال سے جا رہا ہے، لوگ استقبال کے لیے جمع ہیں اور یہ فقیر اللہ کی یاد میں مست اپنی منزل کی طرف چل رہا ہے، شہر پہنچ کر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے خورشید حسن (یہ آپ کا اصلی نام ہے اور قاسم لقب ہے) کے نام سے ہوٹل میں ایک کمرہ بک کروا لیا اور سوچا کہ آج آرام کر لوں، کل مباحثے سے پہلے میں متعین جگہ پر پہنچ جاؤں گا۔

دوسری طرف جب لوگ ڈھونڈتے ڈھونڈتے ہوٹل پہنچے تو خورشید کا نام دیکھا، پہچان لیا، کہ یہ حضرت ہوں گے، انہوں نے ہوٹل والے سے پوچھا کہ یہاں اس کمرے میں کون ہیں؟ اس نے کہا کہ ایک مولانا ہیں، دبلے پتلے اور ہلکے پھلکے سے ہیں، انہوں نے کہا بس وہی جو دیکھنے میں دبلا پتلا ہے، وہ بسطة في الجسم تو نہیں مگر بسطة في العلم ضرور ہے، اللہ تعالیٰ نے علم کے اعتبار سے اسے بڑا وزن عطا فرمایا ہے، چناں چہ وہ حضرت رحمہ اللہ کے پاس گئے اور مل کر عرض کیا، حضرت! آپ یہاں پر ہیں اور ہم تو آپ کے استقبال کے لیے اسٹیشن پر گئے ہوئے تھے، حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، ہاں میں بھی اسی لیے آ گیا کہ آپ میرے استقبال کے لیے اسٹیشن پر گئے ہوئے تھے، وہ بڑے حیران ہوئے کہ حضرت یہ کیا فرما رہے ہیں، پھر حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو عاجزی انکساری کا انمول درس دیا اور بڑی حسرت کے ساتھ اپنے بارے میں فرمایا کہ دو لفظ پڑھ لیے ہیں جس کی وجہ سے دنیا جان گئی ورنہ تو قاسم اپنے آپ کو ایسے مٹاتا کہ کسی کو نام کا بھی پتہ نہ چلتا۔

میرے دوستو! جب اپنے دل میں اپنے آپ کو مٹانے کی یہ کیفیت ہو تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو اوپر اٹھایا کرتے ہیں، آج جہاں تک علم کا نام رہے گا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا نام بھی وہاں تک رہے گا، سبحان اللہ

ایک حسین خواب

حضرت مولانا شاہ رفیع الدین رحمۃ اللہ علیہ دار العلوم کے دوسرے مہتمم بنے۔ ایک دفعہ

دارالعلوم میں تشریف لائے تو ایک طالب علم نے آ کر کہا، حضرت! آپ کے مطبخ میں یہ سالن پکتا ہے، ذرا دیکھیں تو سہی، اس سے تو وضو بھی جائز ہو جاتا ہے۔ اگر مہتمم صاحب کے سامنے ایک طالب علم ایسی بات کرے تو یہ معمولی بات نہیں تھی۔ حضرت مولانا شاہ رفیع الدین رحمۃ اللہ علیہ نے اس لڑکے کو سر سے پاؤں تک غور سے دیکھا اور فرمایا لگتا ہے یہ ہمارے مدرسے کا طالب علم نہیں ہے۔ یہ بیرونی لڑکا ہے جو یہاں آیا ہوا ہے۔ استاد کہنے لگے، حضرت! دیکھ لیتے ہیں۔ اس کا نام رجسٹر میں دیکھا، لکھا ہوا ہے۔ جب باورچی سے پوچھا تو اس نے کہا، روزانہ کھانے کے وقت آ کر کھانا بھی کھاتا ہے۔ لیکن جب مزید تحقیق کی گئی تو پتہ چلا کہ وہ بازار میں کام کرتا تھا اور کھانے کے وقت مدرسہ میں آ کر کھانا کھا لیتا تھا۔

استاد بڑے حیران ہوئے کہنے لگے: مہتمم صاحب! ہم لوگ بچوں کو پڑھاتے ہیں، اس لڑکے کو نہ پہچان سکے، آپ تو بچوں کو دیکھتے ہی نہیں آپ نے کیسے پہچان لیا؟ مولانا رفیع الدین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، جب میں اس مدرسہ میں مہتمم بنا تو میں نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ یہاں ایک کنواں ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کنویں میں سے پانی کے ڈول نکال رہے ہیں۔ دارالعلوم کے طلبا آتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو پانی ڈال کر دے رہے ہیں۔ میں نے خواب میں اس لڑکے کو نہیں دیکھا تھا اس لیے میں سمجھ گیا کہ یہ ہمارے مدرسے کا طالب علم نہیں ہے۔

دارالعلوم دیوبند کی جامعیت

انگریز نے برصغیر میں نو سال تک خوب قدم جمائے رکھے جب اسے یقین ہو گیا کہ اب میرے قدم اچھی طرح جم چکے ہیں تو اس نے مذہبی آزادی کا اعلان کر دیا چناں چہ دارالعلوم دیوبند ان تینوں مراکز کے علوم کا جامع بن کر ابھرا۔

اللہ کا شکر

سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ فتنے اور ظلمت کے دور میں

ایمان کی حفاظت کے لیے کون سا نسخہ اکسیر ہے؟ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اولیاء اللہ کے احوال واقوال کا پڑھنا۔ یہ اللہ کے لشکروں میں سے ایک لشکر ہیں، ہر دور اور ہر زمانے میں پڑھنے والوں کو فائدہ پہنچاتے ہیں۔

حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ جس وقت دنیا میں اولیائے کرام کا وجود نہیں ہوگا اس وقت ہمیں کیا کرنا چاہیے جس کی وجہ سے ہم لغویات سے دور رہ سکیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اولیائے کرام کے حالات کا ایک جز روزانہ پڑھ لیا کرنا۔

آج علم وعمل کی تنزلی کا دور ہے۔ ہر شخص کاروبار حیات میں اس قدر مصروف ہوگیا ہے کہ مشائخ کی صحبت میں جاتے اور اطاعت وعمل کی زندگی کو اپنانے میں سو طرح کے عذر کرتا ہے۔ ان حالات میں اگر اللہ والوں کی زندگی کے حالات وواقعات کا مطالعہ کیا جائے تو یہ غافل دلوں کو جگانے کا ایک ذریعہ بن سکتا ہے۔

دار العلوم دیوبند کا فیض

پہلے کسی محفل میں دار العلوم دیوبند کا تاریخی پس منظر بیان کیا تھا۔ اس ضمن میں ان حالات وواقعات کا ذکر کیا تھا جن کی وجہ سے دار العلوم دیوبند کا قیام عمل میں لایا گیا۔ جس کام کے لیے کچھ قربانیاں دی گئی ہوں اور اس کے کرنے والوں میں خلوص بھی انتہا درجے کا ہو تو پھر اللہ تعالیٰ اس کے ثمرات بھی ایسے ہی دکھاتے ہیں۔ چناں چہ اس میں دار العلوم سے بہت سی ایسی شخصیات فیض یاب ہو کر نکلیں کہ جن کے تقویٰ، خلوص عمل اور علمی کارنامے سن کر عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ جی چاہتا تھا کہ کسی محفل میں دار العلوم دیوبند کی فیض یافتہ ان شخصیات کے واقعات سنائے جائیں تا کہ ہمیں پتہ چلے کہ ہماری روحانی نسبت کن اسلاف سے جا کر ملتی ہے۔ چناں چہ اپنے اکابرین کے انہی واقعات کا تذکرہ کیا جائے گا۔

حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا اصل نام خورشید حسن تھا۔ آپ ۱۲۴۸ھ میں ضلع سہارنپور کے قصبے نانوتہ میں پیدا ہوئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے والد اسد علی بن غلام شاہ رحمۃ اللہ علیہ نہایت پرہیزگار اور صوم وصلوۃ کے پابند تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ بچپن ہی سے سعادت مند، ذہین اور محنتی تھے۔ ابتدائی تعلیم قصبہ دیوبند میں حاصل کی پھر ۱۲۶۰ھ میں مولانا مملوک علی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ دہلی تشریف لے گئے اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے چھوٹے صاحبزادے حضرت مولانا شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ سے علوم حدیث کی تکمیل کی۔ بعدازاں آپ شیخ المشائخ حضرت مولانا حاجی امداداللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی اور تصوف وسلوک کی منازل طے کرتے ہوئے خلعت خلافت حاصل کی۔ اس روحانی نسبت نے آپ رحمہ اللہ کے باطنی جوہروں کو خوب نکھار دیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ خوش مزاج اور عمدہ اخلاق کے مالک تھے، حد درجہ منکسر المزاج، شہرت سے گریزاں، ریاء سے کوسوں دور تھے۔ علم وعمل، زہد وتقوی کے پہاڑ تھے اور بہت بڑے مناظر تھے۔ باطل قوتوں سے متعدد مناظرے کیے اور ہمیشہ کامیاب رہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے دور کے ایک عظیم محدث اور سچے عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے حاجی امداداللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں اپنے رفقائے کار مولانا رشید احمد گنگوہی، مولانا محمد یعقوب نانوتوی رحمۃ اللہ علی، مولانا شیخ محمد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ضامن شہید رحمۃ اللہ علیہ سے مل کر انگریزوں کے خلاف جہاد میں بھی حصہ لیا۔ انجام کار آپ کے کئی ساتھی شہید رحمۃ اللہ علیہ ہوئے اور کئی گرفتار ہو گئے۔

جنگ آزادی کی شکست کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ نے احیائے دین کا کام دوسرے انداز میں شروع کیا اور دارالعلوم دیوبند کی بنیاد رکھی جہاں سے بے شمار تشنگان علم نے فیض پایا۔ دارالعلوم دیوبند کا قیام تاریخ کا ایک ایسا روشن باب ہے جو علم وعمل کی دنیا میں ہمیشہ جگمگاتا رہے گا۔ اس دارالعلوم کے فضلاء میں حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن رحمۃ اللہ علیہ، علامہ

انور شاہ کشمیری، علامہ شبیر احمد عثمانی، مولانا سید حسین احمد مدنی، مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی، مفتی محمد شفیع، مولانا عبید اللہ سندھی، اور مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہم جیسی ہزاروں مشاہیر شخصیات نکلیں جنہوں نے ایک عالم کو اپنے فیض سے منور کیا۔ بالآخر علم وعمل کا یہ آفتاب ۴ جمادی الاول ۱۲۹۷ھ بروز جمعرات ہمیشہ کے لیے غروب ہوگیا۔

مجھے حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ سے اتنی زیادہ محبت وعقیدت ہے کہ بہت زیادہ۔ حالاں کہ دارالعلوم دیوبند کے دوسرے اکابرین سے بھی عقیدت ہے مگر حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف دل زیادہ کھچتا ہے، ان کے ساتھ قدرتی محبت قلبی ہے جیسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ائمہ اربعہ میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ اور مشائخ عظام میں سے حضرت نقشبندی بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ محبت بہت زیادہ ہے۔ اسی طرح حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ محبت بہت زیادہ ہے۔ حتی کہ ان کا نام آجائے تو پتہ نہیں مجھے کیا ہوجاتا ہے۔ میں اس وقت مسجد میں بیٹھا ہوں، باوضو بیٹھا ہوں، منبر پر بیٹھا ہوں اگر قسم کھا کر کہوں کہ مجھے حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ اپنے باپ سے بھی زیادہ محبت ہے تو میں حانث نہیں بنوں گا۔

ایک ماہ میں حفظ

ایک مرتبہ آپ رحمۃ اللہ علیہ قطب عالم حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ حج کے لیے جارہے تھے۔ قافلے میں کوئی حافظ نہ تھا۔ رمضان المبارک کا مہینہ آگیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ روزانہ ایک پارہ حفظ کرکے رات کو تراویح میں سنادیتے۔ کسی کو پتہ بھی نہ چلا اور صرف ایک ماہ کی مختصر مدت میں پورا قرآن پاک حفظ بھی کرلیا۔

علمی کمال کی پانچ وجوہات

حصول علم میں ادب اور تقوی کو بڑا دخل ہے۔ چناں چہ ایک شخص نے مولانا محمد یعقوب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا، حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی وہی

پڑھی تھیں جن کو سب پڑھتے ہیں پھر ان کو اتنا علم کہاں سے آیا؟ مولانا محمد یعقوب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس میں کئی چیزوں کو دخل ہے ایک تو مولانا طب کی رو سے معتدل مزاج تھے، دوسرے یہ کہ ان کو استاد بڑے کامل ملے یعنی مولانا مملوک علی رحمۃ اللہ علیہ جن کا علم وفضل کسی سے مخفی نہیں، تیسری یہ بات کہ متقی اعلیٰ درجہ کے تھے، چوتھی بات یہ کہ ان میں استاد کا ادب بہت زیادہ تھا، پانچویں بات یہ کہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ جیسے کامل پیر تھے۔

استاذ کا ادب

ادب کی یہ کیفیت تھی کہ مولانا ذوالفقار علی رحمۃ اللہ علیہ جب بیماری میں آپ کے پاس آتے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ اٹھ کر بیٹھ جاتے تھے۔ ایک مرتبہ مولوی صاحب نے دریافت کیا، حضرت! آپ ایسا کیوں کرتے ہیں؟ تو فرمایا، حضرت! اس لیے کہ آپ میرے استاذ ہیں۔ انہوں نے کہا: میں کہاں استاذ ہوں؟ فرمایا کہ ایک مرتبہ مولانا مملوک علی رحمۃ اللہ علیہ کسی کام میں مصروف تھے تو آپ سے فرمایا تھا کہ ذرا ان کو کافیہ کا سبق پڑھا دو اس لیے آپ میرے استاذ ہوئے۔

پیر کے ہم وطن آدمی کا احترام

تھانہ بھون کے ایک شخص کو اہل علم سے محبت تھی۔ اس نے حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو بتایا کہ ایک دفعہ میں دیوبند میں مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں حاضر ہوا۔ مولانا نے فارغ ہو کر پوچھا، کہاں سے آئے ہو؟ میں نے کہا، تھانہ بھون سے آیا ہوں۔ یہ سن کر گھبرا کر فرمایا کہ بے ادبی ہوئی، وہ تو میرے پیر کا وطن ہے۔ آپ آئے اور میں بیٹھا رہا آپ مجھ کو معاف کیجیے۔

ادب کی انتہا

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے ادب

کا ذکر فرماتے تھے کہ میں نے اپنا ایک مسودہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو نقل کے لیے دیا۔ ایک مقام پر املاء میں غلطی ہوگئی تھی۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ اس مسودہ کو نقل کر کے لائے تو اس لفظ کی جگہ بیاض میں خالی چھوڑ دی۔ صحیح بھی نہیں لکھا کیوں کہ یہ تو شیخ کے کلام کی اصلاح تھی اور غلط بھی نہیں لکھا کہ یہ علم کے خلاف تھا اور عمداً خطا کی اور آ کر فرمایا کہ اس جگہ پڑھا نہیں گیا غلطی کی نشاندہی نہیں کی۔ غرض یہ تھی کہ دیکھ کر غلطی درست کر دیں۔ چناں چہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے قلم سے کاٹ کر درست کر دیا۔

توجہ کا اثر

حضرت اقدس مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے علم کے بارے میں ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا، ایک دفعہ میں صبح کی نماز میں سورۃ مزمل پڑھ رہا تھا کہ اچانک علوم کا اتنا عظیم الشان دریا میرے قلب کے اوپر سے گزرا کہ میں تحمل نہ کر سکا۔ قریب تھا کہ میری روح پرواز کر جائے مگر وہ دریا جیسا ایک دم آیا ویسے ہی ایک دم نکل گیا۔ نماز کے بعد غور کرنے پر منکشف ہوا کہ حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ ان ساعتوں میں میرٹھ میں میری طرف متوجہ ہوئے تھے۔ یہ ان کی توجہ کا اثر تھا۔ پھر فرمایا، اللہ اکبر جس شخص کی توجہ کا یہ اثر ہے کہ علوم کے دریا قلب میں موجیں مارنے لگیں اور تحمل دشوار ہو جائے تو خود اس شخص کے اپنے قلب کی وسعت و قوت کا کیا حال ہوگا کہ جس میں وہ خود علوم سمائے ہوئے ہیں۔

حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی ہیبت

ایک دفعہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے غالب ہوا کہ کتابوں کے نام بھول گئے۔ پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے دوسری باتیں شروع کیں تاکہ ہیبت کا اثر کم ہو جائے اور حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی طبیعت کھل جائے۔ چناں چہ بعد میں فرمایا کہ ایک ہوتا ہے پڑھنا اور دوسرا ہوتا ہے رسوخ حاصل کرنا۔ محض پڑھنا کافی نہیں بلکہ رسوخ

حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔ پھر ایک مثال بیان فرمائی۔ ایک حافظ ہدایہ تھے مگر سمجھ کر نہ پڑھی تھی۔ ایک دوسرے عالم تھے جنہوں نے سمجھ کر پڑھی تھی، ان سے کہا کہ ایک مسئلہ ہدایہ میں ہے۔ حافظ ہدایہ نے انکار کیا کہ یہ مسئلہ ہدایہ میں نہیں ہے میں تو ہدایہ کا حافظ ہوں۔ مگر جب دوسرے نے کتاب کھول کر عبارت پڑھ کر استنباط کیا تو حافظ ہدایہ حیران رہ گئے۔ اتنا فرما کر حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا یہ فرق ہے پڑھنے اور رسوخ حاصل کرنے میں۔

نرمی سے نصیحت

ایک خان صاحب حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے دوست تھے مگر لباس ان کا خلاف شریعت تھا۔ وہ جمعہ کے دن آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آ کر غسل کرتے، کپڑے بدلتے اور پھر نماز جمعہ پڑھتے۔ ان کے انداز سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ سخت طبیعت کے آدمی ہیں۔ کہنے سے نہیں مانیں گے۔ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک جمعہ کو ان سے فرمایا کہ میاں آج دو جوڑے لیتے آیئے۔ جب ہمارے دلوں میں محبت اتنی ہے تو پھر ہم بھی تمہاری وضع کا لباس پہنیں گے۔ وہ صاحب بے حد متاثر ہوئے اور عرض کیا کہ خدا نہ کرے آپ مجھ خبیث کی وضع پر رہیں۔ آپ ہی مجھ کو ایک جوڑا دیجیے میں اس کو پہنوں گا۔ اس شخص نے ہمیشہ کے لیے اس لباس سے توبہ کر لی۔

تقلید کی ضرورت

ایک غیر مقلد نے حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر سن کر کہا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ مجتہد ہو کر تقلید کرتے ہیں۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مجھ کو اس سے زیادہ اس پر تعجب ہے کہ آپ غیر مجتہد ہو کر تقلید نہیں کرتے۔ اس بات سے اس شخص نے تقلید کی ضرورت سمجھ لی کہ جب اتنا بڑا شخص مقلد ہے تو ہم کس شمار میں ہیں؟ معلوم ہوا کہ جس قدر علم بڑھتا ہے تقلید کی ضرورت اور زیادہ محسوس ہوتی جاتی ہے۔ اس لیے کہ ان کے سامنے ایسے مواقع بہت

آتے ہیں جہاں اپنی رائے کام نہیں دیتی۔

شانِ مسکنت

ایک طالب علم نے حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت کی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک شرط پر منظور ہے کہ خود کچھ مت پکانا، گھر میں جو تمہاری روٹیاں مقرر ہیں وہی ہمیں بھی کھلا دینا۔ اس نے منظور کرلیا۔ یہ ہے شان مسکنت اور غربت وانکساری اور عاجزی کہ اتنا بڑا شخص اور اس طرح اپنے کو مٹائے ہوئے تھا۔

شانِ استغنا

حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کو بریلی کے ایک رئیس نے غالباً چھ ہزار روپیہ پیش کیا کہ کسی نیک کام میں لگا دیجیے۔ فرمایا کہ لگانے کے بھی تم ہی اہل ہو تم ہی خرچ کردو۔ اس نے عرض کیا کہ میں کیا اہل ہوتا۔ فرمایا: میرے پاس اس کی دلیل ہے وہ یہ کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھ کو اہل سمجھتے تو مجھ کو ہی عنایت فرماتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ امراء کو استغناء کی چھری سے ذبح کرتے تھے۔

تواضع

حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ میرٹھ میں مثنوی شریف پڑھاتے تھے۔ ایک مجذوب بھی شریک ہوتے تھے۔ وہ کئی روز مثنوی سن کر کہنے لگے، مولانا اگر مجذوب ہوتے تو کیا اچھا ہوتا۔ ایک مرتبہ انہوں نے محبت سے کہا، حضرت! میں آپ کو توجہ دینا چاہتا ہوں ذرا بیٹھ جایئے۔ ان کی نیت یہ تھی کہ کیفیت محمودہ کا آپ رحمۃ اللہ علیہ پر القاء کریں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ متواضع بن کر بیٹھ گئے وہ متوجہ ہوئے اور تھوڑی ہی دیر میں گھبرا کر کہنے لگے، حضرت! بڑی گستاخی ہوئی، معاف کیجیے، مجھ کو کیا خبر تھی کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کتنی بلندی پر پہنچے ہوئے ہیں۔

فن تعبیر میں مہارت

ایک زمانہ میں مولانا محمد منیر نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے سرکاری سکول میں ملازمت کے لیے گورنمنٹ کے یہاں درخواست دے رکھی تھی۔ اسی زمانے میں خواب دیکھا کہ بریلی سے کچھ بط ان کے مکان کی طرف آ رہی ہیں۔ یہ خواب مولانا محمد قاسم رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، اگر مٹھائی کھلاؤ تو اور تعبیر ہے اور مٹھائی نہ کھلاؤ تو اور تعبیر ہے۔ انہوں نے مٹھائی کھلانے کا وعدہ کیا تو فرمایا جاؤ تم بریلی میں بیس روپے کے ملازم ہو جاؤ گے۔ اس کی حقیقت پوچھنے پر فرمایا کہ لفظ بط کے عدد فارسی کے اعتبار سے گیارہ ہیں۔ ب کے دو اور ط کے نو عدد ہیں۔ مگر اس میں ط مشدد ہے۔ میں نے اس کو مکرر لے کر بیس سے تعبیر دی۔ چناں چہ مولانا منیر رحمۃ اللہ علیہ کو بیس روپے کی ملازمت مل گئی۔

ایک سوال دو جواب

ایک صالح شخص کو لوگوں نے کسی عورت کے حسن و جمال کا تذکرہ کر کے اس کا عاشق بنا دیا۔ اس شخص نے حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ سے مشورہ کیا کہ میں اس عورت سے نکاح کرلوں یا نہیں؟ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہرگز نکاح نہ کرو تم شریف خاندانی ہو اور وہ بازاری عورت ہے۔ اس سے نسل پر برا اثر پڑے گا۔ حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ مشورہ دیا کہ نکاح کرلو۔ مولانا اس شخص کی حالت سے متاثر ہو گئے اور یہ سمجھے کہ اس کی یہ بے قراری تب زائل ہوگی جب اس سے نکاح کرے گا۔ دونوں کامل الاخلاق تھے اور دونوں اس کی حالت سے متاثر ہوئے مگر ایک غالب الاخلاق تھے ایک مغلوب الاخلاق اور یہ امر غیر اختیاری ہے۔ اس میں کسب کو دخل نہیں۔ حق تعالیٰ جس کو چاہیں غالب الاخلاق کر دیتے ہیں اور جس کو چاہیں مغلوب الاخلاق کر دیتے ہیں۔ بلکہ بعض دفعہ ایک ہی شخص ایک خلق پر غالب اور دوسرے خلق سے مغلوب ہوتا ہے۔ یہ بھی غیر اختیاری ہے اگرچہ کمال یہ ہے کہ سالک غالب الاخلاق ہو۔

خدام کی خدمت

ایک دفعہ ایک درویش حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں درویشی کا امتحان لینے بڑے تزک واحتشام سے آئے۔ بہت سے گھوڑے اور خادم بھی ساتھ تھے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے سب کی دعوت کی۔ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نوکروں اور خادموں کو اپنے ہاتھ سے اسی شان کے برتنوں میں کھانا کھلایا جیسے برتنوں میں خود کھاتے تھے۔ وہ درویش حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا یہ انکسار اور خلق دیکھ کر آپ رحمۃ اللہ علیہ کے کمال کے قائل ہوگئے۔

مطبع میں ملازمت

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کو ایک شخص نے پرنٹنگ پریس میں ملازمت کی درخواست پیش کی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا علمی لیاقت تو مجھ میں ہے نہیں، البتہ قرآن مجید کی تصحیح کرلیا کروں گا، اس میں دس روپے دے دیا کرو۔ اللہ اللہ کیا ہی تواضع اور زہد ہے اسی زمانے میں ریاست بہاولپور سے تین سو روپیہ ماہواری کی نوکری کی پیش کش ہوئی۔ مولانا نے جواب میں لکھا کہ:

”آپ کی یادفرمائی کا شکر گزار ہوں مگر مجھے یہاں دس روپے ملتے ہیں جس میں پانچ روپے تو میرے اہل وعیال کے لیے کافی ہوجاتے ہیں اور باقی پانچ روپے بچ جاتے ہیں۔ آپ کے یہاں سے جو تین سو روپیہ ملیں گے ان میں سے پانچ روپے تو خرچ ہوں گے اور دو سو پچانوے روپے جو بچیں گے میں ان کا کیا کروں گا؟ مجھ کو ہر وقت ہی فکر لگی رہے گی کہ ان کو کہاں خرچ کروں؟ لہٰذا میں آنے سے معذور ہوں“

غرض آپ رحمۃ اللہ علیہ تشریف نہیں لے گئے۔

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے بے تکلفی

ایک مرتبہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جتنی محبت پیروں کے ساتھ مریدوں

کو ہوتی ہے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے مجھ کو اتنی نہیں ہے۔ حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے سن کر ادھر ادھر کی باتیں کر کے فرمایا کہ اب تو ماشاء اللہ آپ کی حالت باطنی حضرت حاجی صاحب سے بھی بہت آگے بڑھ گئی ہے۔ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا لاحول ولاقوۃ...... استغفر اللہ بھلا کہاں حضرت اور کہاں میں......!

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

پھر فرمایا کہ مجھے اس بات سے بڑی تکلیف ہوئی اور بڑا صدمہ ہوا۔ حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ خیر آپ ان سے بڑھے ہوئے نہ سہی لیکن میں پوچھتا ہوں کہ یہ تکلیف آپ کو کیوں ہوئی؟ آپ تو کہتے تھے مجھے حضرت سے محبت نہیں ہے۔ اگر محبت نہیں تھی تو یہ صدمہ کیوں ہوا؟ ویسے ہی اپنی فضیلت کی نفی کر دیتے۔ بس یہی محبت ہے۔ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بھئی تم بڑے استاذ ہو۔ دونوں حضرات میں آپس میں بہت بے تکلفی پائی جاتی تھی۔

حجر اسود کسوٹی ہے

حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حجر اسود کسوٹی ہے اس کو چھونے سے انسان کی اصلی حالت ظاہر ہوتی ہے اگر واقعی فطرتاً صالح ہے تو حج کے بعد اعمال صالحہ کا غلبہ ہوگا اور اگر فطرت طالع ہے، محض تصنع سے نیک بنا ہوا ہے تو حج کے بعد اعمال سیئہ کا غلبہ ہوگا۔ اس لیے حاجی کی حالت خطرناک ہے اور اس خطرے کا علاج یہ ہے کہ حاجی زمانہ حج میں اللہ تعالیٰ سے اپنی اصلاح کی خوب دعا کرے اور دل سے اعمال صالحہ کے شوق کی دعا کرے اور حج کے بعد اعمال صالحہ کا خوب اہتمام کرے۔

اسلام کی محبت سے خاتمہ بالخیر

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے پڑوس میں ایک ہندو بنیا رہتا تھا اس کی دکان سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں سودا بھی آتا تھا۔ اس کا انتقال ہوگیا۔ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ

نے اسے خواب میں دیکھا کہ جنت میں گشت کر رہا ہے۔ پوچھا، لالہ جی! تم یہاں کیسے پہنچے؟ تم تو ہندو تھے، بت کی پوجا کرتے تھے، جنت تو مسلمان کے لیے ہے۔ اس نے کہا، مولوی جی! آپ کی صحبت سے مجھے اسلام سے محبت ہوگئی پھر جب میں مرنے لگا تو لوگوں نے کہا، ان کی ہی کہہ لے جان آسانی سے نکل جائے گی۔ اب تک فرشتے سامنے نہیں آئے تھے۔ میں نے دل میں کلمہ پڑھ لیا۔ پھر وہ قبول ہوگیا اور میں جنت میں پہنچ گیا۔

طلب صادق ہو تو ایسی

ایک صاحب تھے دیوان جی ''اللہ دیا'' انہوں نے حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی درخواست کی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا گنگوہ جا کر حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہو جاؤ۔ عرض کیا، بہت اچھا۔ گنگوہ پہنچے اور حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے پھر واپس دیوبند آئے اور حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ سے پھر بیعت کی درخواست کی۔ حضرت نے فرمایا، میں نے تو تم سے کہا تھا کہ گنگوہ جا کر حضرت گنگوہی سے بیعت ہو جاؤ۔ عرض کیا، میں بیعت ہو آیا ہوں اور جہاں جہاں آپ فرمائیں گے وہاں جا کر بیعت ہو آؤں گا۔ مگر دل سے تو آپ ہی سے بیعت ہوں گا۔ کیا ہی ٹھکانہ ہے اس تعلق و محبت کا۔ آخر حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو بیعت فرمالیا دیکھیے کیا لطیف ادب و اطاعت ہے۔

تکبیر اولیٰ کے فوت ہونے پر افسوس

تذکرۃ الرشید میں لکھا ہے کہ دیوبند کے جلسہ دستار بندی میں جب حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے تو غالباً عصر کی نماز میں ایک دن ایسا اتفاق پیش آیا کہ مولانا محمد یعقوب رحمۃ اللہ علیہ نماز پڑھانے کے لیے مصلے پر جا کر کھڑے ہوئے۔ مخلوق کے اژدھام اور مصافحہ کی کثرت کے باعث باوجود عجلت کے جس وقت آپ رحمۃ اللہ علیہ جماعت میں شریک ہوئے تو قرأت شروع ہوگئی تھی۔ سلام پھیرنے کے بعد دیکھا گیا تو آپ رحمہ اللہ اداس سے تھے اور چہرے پر اضمحلال برس رہا تھا۔ اور آپ رحمۃ اللہ علیہ رنج کے ساتھ یہ

الفاظ فرما رہے تھے کہ افسوس بائیس برس کے بعد آج تکبیر اولیٰ فوت ہوگئی۔

عاجزی وانکساری

بھوپال سے حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کو ملازمت کی پیشکش ہوئی اور پانچ سو روپے تنخواہ مقرر کی گئی۔ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ سے جانے کے لیے اصرار کیا گیا تو فرمایا وہ مجھے صاحب کمال سمجھ کر بلاتے ہیں اور اسی بنا پر وہ پانچ سو روپے دیتے ہیں مگر میں اپنے اندر کوئی کمال نہیں پاتا۔ پھر کس بنا پر جاؤں گا۔ بہت اصرار کے باوجود تشریف نہیں لے گئے۔

حصول علم کی ایک عجیب صورت

ارواح ثلاثہ میں لکھا ہے کہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حیدر آباد کے دو نواب زادے پڑھنے کے لیے آئے ہوئے تھے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کبھی کبھی ان سے پاؤں دبوایا کرتے تھے ایک بار فرمایا، مجھے تو اس کی ضرورت نہیں ہے کہ ان سے پاؤں دبواؤں مگر علم اسی طرح آتا ہے۔

کھانے میں تواضع

حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے طالب علمی کے زمانہ میں مکان میں تنہا ایک جگہ رہتے تھے۔ روٹی کبھی پکوا لیتے تھے تو کئی کئی وقت تک کھا لیتے تھے۔

مطالعہ میں دلچسپی

تذکرۃ الرشید میں لکھا ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ اس قدر محنتی تھے کہ شب و روز کے چوبیس گھنٹوں میں شاید سات آٹھ گھنٹے بمشکل سونے کھانے اور دیگر ضروریات میں خرچ ہوتے ہوں گے اور اس کے علاوہ سارا وقت ایسی حالت میں گزرتا تھا کہ کتاب نظر کے سامنے اور خیال مضمون کی تہہ میں ڈوبا جاتا تھا۔ مطالعہ میں آپ رحمۃ اللہ علیہ اس درجہ محو ہوتے تھے کہ پاس رکھا ہوا کھانا کوئی اٹھا کر لے جاتا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کو خبر نہ ہوتی۔ بارہا ایسا اتفاق ہوا کہ کتاب دیکھتے دیکھتے آپ رحمۃ اللہ علیہ سو گئے۔ صبح معلوم ہوا کہ رات کھانا نہیں کھایا تھا۔ مدرسہ کو

آتے جاتے آپ رحمۃ اللہ علیہ کبھی ادھر ادھر نہ دیکھتے تھے، لپکے ہوئے جاتے تھے اور جھپٹے ہوئے آتے تھے۔

کلمہ طیبہ کی برکت

حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ جب میں گنگوہ حاضر ہوا تو حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی سہ دری میں ایک پیالہ رکھا ہوا تھا۔ میں نے اس کو اٹھا کر کنویں سے پانی کھینچا اور اس میں بھر کر پیا تو پانی کڑوا پایا۔ ظہر کی نماز کے وقت حضرت رحمہ اللہ سے ملا اور قصہ بیان کیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کنویں کا پانی تو کڑوا نہیں بلکہ میٹھا ہے۔ میں نے وہ پیالہ پیش کیا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بھی پانی چکھا تو بدستور تلخ تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، اچھا اس کو رکھ دو۔ نماز کے بعد حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے سب نمازیوں سے فرمایا کہ کلمہ طیبہ جس قدر ہو سکے پڑھو اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بھی پڑھنا شروع کر دیا۔ بعد میں حضرت رحمہ اللہ نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور نہایت خشوع وخضوع کے ساتھ دعا مانگ کر ہاتھ منہ پر پھیر لیے۔ اس کے بعد پیالہ اٹھا کر پانی پیا تو شیریں تھا۔ اس وقت مسجد میں بھی جتنے نمازی تھے سب نے چکھا تو کسی قسم کی تلخی نہ تھی۔ بعد میں حضرت رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس پیالے کی مٹی اس قبر کی ہے جس پر عذاب ہو رہا تھا۔ الحمد للہ کلمہ کی برکت سے عذاب الٰہی رفع ہو گیا۔

کمال استغنا

ایک مرتبہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ چھتہ کی مسجد کے متصل حجرہ کے سامنے حجامت بنوا رہے تھے کہ شیخ عبدالکریم رئیس میرٹھی آپ رحمۃ اللہ علیہ سے ملنے کے لیے دیوبند آئے۔ حضرت رحمہ اللہ نے ان کو دور سے آتے ہوئے دیکھا۔ جب وہ قریب آئے تو ایک تغافل کے ساتھ رخ دوسری طرف پھیر لیا گویا کہ دیکھا ہی نہیں۔ وہ آ کر ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو گئے۔ ان کے ہاتھ میں رومال میں بندھے ہوئے بہت سے روپے تھے۔ جب انہیں کھڑے ہوئے بہت دیر گزر گئی تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی طرف رخ کر کے فرمایا۔ آہا!

شیخ صاحب ہیں، مزاج اچھا ہے۔ انہوں نے سلام عرض کیا اور قدم چوم لیے اور وہ روپیہ بندھا ہوا قدموں میں ڈال دیا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اسے قدموں سے الگ کر دیا۔ تب انہوں نے ہاتھ باندھ کر منت سماجت کی کہ قبول فرمالیں۔ بالآخر بہت سے انکار کے بعد انہوں نے تمام روپیہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی جوتیوں میں ڈال دیا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ جب اٹھے تو نہایت استغنا کے ساتھ جوتے جھاڑے اور روپیہ سب زمین پر گر گیا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے جوتے پہن لیے اور حافظ انوار الحق رحمۃ اللہ علیہ سے ہنس کر فرمایا کہ حافظ جی! ہم بھی دنیا کماتے ہیں اور اہل دنیا بھی کماتے ہیں۔ فرق یہ ہے کہ ہم دنیا کو ٹھکراتے ہیں اور وہ قدموں میں پڑتی ہے اور دنیا دار اس کے قدموں میں گرتے ہیں اور وہ انہیں ٹھکراتی ہے۔ یہ فرما کر روپیہ وہیں تقسیم فرما دیا۔

تکلف سے اجتناب

مولانا احمد حسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک جولاہے نے مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت کی۔ اتفاق سے اس روز بارش ہوگئی۔ اور وہ جولاہا وقت پر بلانے نہ آیا تو مولانا رحمۃ اللہ علیہ خود اس جولاہے کے یہاں تشریف لے گئے۔ اس نے عرض کیا کہ حضرت! چوں کہ آج بارش ہوگئی تھی اس لیے میں دعوت کا انتظام نہ کر سکا۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، انتظام کیا ہوتا ہے۔ تمہارے یہاں کچھ پکا بھی ہے؟ اس نے کہا جی ہاں وہ تو موجود ہے۔ فرمایا کہ بس وہی کھالیں گے۔ چناں چہ جو کچھ معمولی کھانا ساگ وغیرہ اس کے یہاں تیار تھا وہ بخوشی تناول فرما کر تشریف لے آئے اور فرمایا بس جی یہ تمہاری دعوت ہوگئی۔

قصۂ ذہانت

ایک انگریز حساب دان نے اشتہار دیا تھا کہ کوئی شخص مثلث کے زاویہ کو تین حصوں میں دلیل سے ثابت اور منقسم کر دے تو ڈیڑھ لاکھ روپے انعام ہے۔ اس پر مظفر نگر کے ایک جج صاحب نے بڑی کاوش اور محنت سے اس کو ثابت کیا اور کئی ماہرین ہندسہ نے جج

صاحب کو مشورہ دیا کہ اس کو شائع کر دیں اور ڈیڑھ لاکھ روپے کا انعام وصول کر لیں۔ مگر جج صاحب کا اصرار تھا کہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اگر ملاحظہ فرما کر تصدیق کر دیں تو شائع کروں گا۔ اتفاق سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ مظفر نگر تشریف لے گئے اور واپسی میں ریل پر سوار ہونے کے لیے جب اسٹیشن پر تشریف لائے تو گاڑی میں دس بارہ منٹ باقی تھے۔ ڈاکٹر عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ نے جو حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد میں خاص خدام ہو گئے تھے۔ جج صاحب کی تمنا ظاہر کی۔ انہیں خیال تھا کہ حضرت اس تحریر کو اپنے ساتھ لے جائیں گے۔ حضرت نے گاڑی کے انتظار میں کھڑے کھڑے سرسری نظر سے اسے دیکھا اور فرمایا کہ اس کا فلاں مقدمہ نظری ہے حالاں کہ اقلیدس کے تمام مقدمات کی انتہا بدیہات پر ہوتی ہے۔ چوں کہ وہ صاحب فن تھے فوراً سمجھ گئے اور اشتہار دینا ملتوی کر دیا۔

بچپن کا ایک خواب

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ایام طفلی میں یہ خواب دیکھا تھا کہ گویا اللہ جل شانہ کی گود میں بیٹھا ہوں تو ان کے دادا نے جو خواب کی تعبیر کے ماہر تھے یہ تعبیر بتائی کہ تم کو اللہ تعالیٰ علم عطا فرمائیں گے اور بہت بڑے عالم ہوئے۔

کھیل میں سب سے اول

حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ جیسے پڑھنے میں سب سے بڑھ کر رہتے تھے ہر کھیل میں خواہ ذہانت کا ہو خواہ محنت کا ہو سب سے اول اور غالب رہتے تھے۔ اس زمانہ میں ایک کھیل جوڑ توڑ کے نام سے کھیلا جاتا تھا۔ بہت پرانے مشاق لوگ کھیلتے تھے جب کہ نئے کھیلنے والے مات کھا جاتے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے جب اس کا قاعدہ معلوم کر لیا تو پھر کسی سے مات نہ کھائی، بہت ہوا تو دونوں برابر ہو گئے۔ ہر کھیل میں جو مرتبہ کمال ہوتا تھا وہاں تک پہنچا کر اس کو چھوڑتے تھے۔

دین کا فیض جاری ہونے کی بشارت

ایام طالب علمی میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک اور خواب دیکھا تھا کہ میں خانہ کعبہ کی چھت پر کھڑا ہوں اور میرے جسم سے نکل کر ہزاروں نہریں جاری ہو رہی ہیں۔ اپنے استاذ حضرت مولانا مملوک علی رحمۃ اللہ علیہ سے ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا کہ تم سے علم دین کا فیض بکثرت جاری ہوگا۔

عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم

ہندوستان میں بعض حضرات سبز رنگ کا جوتا بڑے شوق سے پہنتے تھے اور اب بھی پہنتے ہیں۔ لیکن حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایسا جوتا مدت العمر کبھی نہیں پہنا اور اگر کوئی ہدیہ میں لا دیتا تو اس کے پہننے سے اجتناب کرتے۔ صرف اس لیے کہ سرور کائنات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گنبد خضرا کا رنگ سبز ہے۔ پھر ایسے رنگ کے جوتے پاؤں میں کیونکر استعمال کیے جاسکتے ہیں۔ حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ تمام عمر سبز رنگ کا جوتا اس وجہ سے نہ پہنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک سبز رنگ کی ہے اور اگر کوئی ہدیہ لے آیا تو آگے کسی دوسرے کو دے دیا" حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ جب حج کے لیے تشریف لے گئے تو مدینہ طیبہ سے کئی میل دور ہی سے ننگے پاؤں چلنا شروع کر دیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ضمیر نے یہ اجازت نہ دی کہ جوتا پہن کر چلیں۔ حالاں کہ وہاں سخت نوکیلے اور چبھنے والے پتھروں کی بھرمار تھی۔ چناں چہ حضرت مولانا سید مناظر احسن گیلانی رحمۃ اللہ علیہ، جناب مولانا حکیم منصور علی خان رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں جو اس سفر حج میں حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے رفیق سفر تھے کہ "مولانا مرحوم مدینہ منورہ تک کئی میل پہلے سے شب تاریک میں اسی طرح چل کر پاؤں برہنہ پہنچ گئے"

اسلام کا بول بالا

شاہجہاں پور میں اہل اسلام اور مختلف باطل فرقوں کا مناظرہ اور مباحثہ طے ہوا۔ جس

میں ہندوؤں کے بہت سے رہنما اور اہل اسلام کی طرف سے متعدد علمائے حق اور مشاہیر اس وقت اس مقام پر موجود تھے۔ مگر مناظرہ پادریوں اور مسلمانوں کا ہوا۔ اس میں حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ مناظر تھے۔ انہوں نے عقلی ونقلی رنگ میں ایسی صحیح اور قطعی دلیلیں پیش فرمائیں کہ پادری صاحبان سے ان کا کوئی معقول جواب ہی نہ بن پڑا اور اسلام کا بول بالا ہوا۔

آریہ سماج کے فتنے کا تدارک

انگریزوں کے چہیتے، ہندوؤں اور آریاؤں کے کرتا دھرتا سوامی دیانند جو اپنے منطقیانہ اور فلسفیانہ دلائل میں مشہور تھا۔ اس نے اپنی ایک کتاب میں قرآن کریم کی بسم اللہ سے لے کر والناس تک کی تمام سورتوں پر اعتراضات کیے اور ان کی کمی وخامی بتلائی ہے۔ (العیاذ باللہ) وہ ہر مقام پر اہل اسلام کو جواب کے لیے للکارتا تھا۔ چناں چہ اپنا تبلیغی دورہ کرتا ہوا رڑکی جا پہنچا۔ وہاں اسلام کے خلاف دل کھول کر زہر اگلتا رہا۔ ان کے اعتراضات کے جواب حضرت شیخ الہند اور مولانا حافظ عبدالعدل رحمہما اللہ تعالیٰ نے کئی روز سر بازار دیے اور پنڈت جی اور ان کے حواریوں کی غیرت دلائی۔ ان کے مذہب پر اعتراضات کیے کہ اب جواب دو۔ مگر پنڈت جی اور ان کے شاگردوں کے کانوں پر جوں تک نہ رینگی۔ ان کو ایسا سانپ سونگھ گیا کہ وہ ہلنے سے ہی رہی۔ آخر حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اچھا پنڈت جی بمع اپنے شاگردوں اور معتقدوں کے میرا وعظ ہی سن لیں۔ مگر وہ وعظ میں تو کیا آتے رڑکی سے بھی چل دیے اور ایسے گئے کہ پتہ بھی نہ چلا۔ بالآخر حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے تین روز تک بر سر بازار وعظ فرمایا۔ وہ دلائل مذہب اسلام کے حق ہونے پر بیان فرمائے کہ سب حیران تھے۔ اہل جلسہ پر سکتے کا عالم تھا۔ ہر شخص متاثر معلوم ہوتا تھا۔ پنڈت جی کے اعتراضات کے وہ دندان شکن جوابات دیے کہ مخالف بھی مان گئے۔

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت باسعادت ضلع سہارنپور کے قصبہ گنگوہ میں ہوئی۔ والد ماجد کا نام مولانا ہدایت احمد رحمۃ اللہ علیہ ہے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ نسب حضرت ابوایوب انصاریؓ سے جاملتا ہے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ابتدائی تعلیم اور عربی و فارسی کی تعلیم گنگوہ میں ہی حاصل کی۔ ۱۲۶۱ھ میں دہلی کا سفر کیا اور مولا مملوک علی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچے۔ یہاں حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ پہلے ہی پہنچ چکے تھے۔ یوں علم و فضل کے یہ دونوں شمس و قمر اکٹھے ہو گئے اور تاحیات ایک ساتھ رہے۔ حضرت مولانا مملوک علی رحمۃ اللہ علیہ کو ان دونوں سے خاص محبت تھی۔ ذہانت و ذکاوت میں یہ دونوں حضرات دہلی میں مشہور ہو گئے۔ علم حدیث آپ رحمۃ اللہ علیہ نے خاندان ولی اللہ کے آخری چشم و چراغ حضرت مولانا شاہ عبدالغنی محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کیا۔ ۲۱ سال کی عمر میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے تمام علوم و فنون میں تعلیم مکمل کر لی اور وطن واپس ہوئے۔

ایک مرتبہ آپ رحمۃ اللہ علیہ تھانہ بھون تشریف لائے تو حضرت حاجی امداداللہ مہاجر کی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بھی حاضر ہوئے دل میں بیعت کا ارادہ بن گیا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے درخواست کی تو انہوں نے پہلے تو انکار فرمایا بعدازاں حضرت حافظ ضامن شہید رحمۃ اللہ علیہ کی سفارش پر بیعت کر لیا۔ بیعت کے بعد ذکر و شغل شروع کیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ پھر تو میں مرمٹا" حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ نے آٹھویں دن ہی بلا کر فرمایا۔

"رشید احمد جو نعمت حق تعالیٰ نے مجھے دی تھی وہ میں نے آپ کو دے دی آئندہ اس کو بڑھانا آپ کا کام ہے"

بیالیس دن حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہنے کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ نے وطن واپسی کی اجازت چاہی حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو خلافت اور اجازت بیعت دے کر رخصت کیا۔ گنگوہ واپس آ کر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے خانقاہ شاہ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو جو تین سو سال سے ویراں اور خستہ حال پڑی تھی مرمت کر کے آباد کیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ رات دن ذکر و فکر میں مشغول رہتے اور راتوں کو رویا کرتے تھے اور جو لحاف آپ رحمۃ اللہ علیہ اوڑھا کرتے تھے باران اشک سے داغدار ہو جاتا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے فقہ و حدیث کے امام تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے علمی و روحانی کمالات کا احاطہ کرنا بہت مشکل ہے صرف اتنا عرض کر دینا کافی ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے فیض صحبت سے شیخ الہند مولانا محمود الحسن رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا عبدالرحیم رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ، اور حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ جیسے نیر اعظم ہوئے ہیں۔

جب ۱۸۵۷ کی جنگ آزادی کا واقعہ پیش آیا تو حکومت برطانیہ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو بھی شبہ میں گرفتار کر لیا لیکن کوئی ثبوت نہ ملنے پر رہا کر دیا چوں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ سے دین کا کام لینا تھا اس لیے حکومت آپ رحمۃ اللہ علیہ کا بال بھی بیکا نہیں کر سکی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے تمام عمر دین کی خدمت میں گزاری۔ فتاوی رشیدیہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا علمی شاہکار ہے۔ اور بھی کئی تصانیف لکھیں اور ہزاروں علماء و مشائخ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے فیض علمی اور روحانی سے مستفید ہوئے۔ ۹ جمادی الثانی ۱۳۲۳ھ مطابق ۱۱ اگست ۱۹۰۵ کو واصل بحق ہوئے۔

صحبت کی برکت

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں یہ اثر تھا کہ کیسی ہی پریشانی کیوں نہ ہو جونہی آپ رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں بیٹھتے قلب میں ایک خاص قسم کا سکون اور ایسی جمعیت حاصل ہوتی کہ سب کدورتیں رفع ہو جاتی تھیں۔ اسی وجہ سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے تمام مریدوں میں عقائد کی درستگی

اور دین کی پختگی خصوصاً حب فی اللہ اور بغض فی اللہ کا بدرجہ کمال مشاہدہ کیا جاتا تھا۔ یہ سب برکت آپ رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت ہی کی تھی۔

کسر نفسی اور اس کی وضاحت

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ قسم کھائی کہ مجھ میں کوئی کمال نہیں ہے محض احباب کا حسن ظن ہے جو میرے ساتھ ہے۔ بعض مخلص لوگوں کو اس میں شک ہوگا کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ میں کمال کا ہونا تو ظاہر ہے لیکن اس قول سے آپ کا جھوٹ بولنا لازم آتا ہے۔ پھر حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے قول کی تفسیر میں فرمایا کہ بزرگوں کو آئندہ کمالات کی طلب میں موجودہ کمالات پر نظر نہیں ہوتی۔ پس حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے کمالات موجود کو کمالات آئندہ کے سامنے نفی خیال فرماتے تھے۔ اس کی مثال ایسے ہے کہ جیسے کسی شخص کے پاس ایک ہزار روپے ہیں۔ وہ لکھ پتیوں کے سامنے مال دار نہیں ہوگا۔ حق تعالیٰ شانہ کی بڑی عظیم الشان اور بے مثال درگاہ ہے۔ یہاں سے جو کچھ عطا ہو آگے کی ہوس کرنا چاہیے۔ کسی ایک مقام پر بس نہیں کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کے یہاں ہر مقام سے زیادہ قرب کی کوشش کرنی چاہیے اور جدوجہد نہ چھوڑنی چاہیے کیوں کہ اس کے خزانہ میں کمی نہیں۔

تو ہی نادان چند کلیوں پر قناعت کر گیا
ورنہ گلشن میں علاج تنگیء داماں بھی تھا

بادشاہوں جیسی شان

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ شان تھی کہ کوئی بھی پاس بیٹھا ہوتا آپ رحمۃ اللہ علیہ اشراق یا چاشت کا وقت آنے پر وضو کر کے وہی نماز پڑھنے کھڑے ہو جاتے۔ یہ بھی نہیں کہ کچھ کہہ کر اٹھیں کہ میں نماز پڑھ لوں یا اٹھنے کی اجازت لیں۔ جہاں کھانے کا وقت آیا عصا لیا اور چل دیے چاہے کوئی نواب ہی کا بچہ بیٹھا ہو۔ بادشاہوں کی سی شان تھی۔ اول تو بات ہی کم کرتے تھے اور اگر کچھ مختصر سی بات کہنی ہوتی تو جلدی سے ختم کر کے تسبیح لے کر

ذکر میں مشغول ہو جاتے کسی نے کوئی بات پوچھی تو جواب دے دیا اور اگر نہ پوچھی تو کوئی گھنٹوں بیٹھا رہے آپ رحمۃ اللہ علیہ خاموش رہتے۔

دوسروں کو اپنے سے افضل سمجھنا

ایک بار حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کہ ایک بات پر بڑا رشک آیا ہے کہ آپ کی نظر فقہ پر بہت اچھی ہے۔ ہماری نظر ایسی نہیں۔ بولے، جی ہاں! ہمیں کچھ جزئیات یاد ہوگئیں تو آپ کو رشک ہونے لگا اور آپ مجتہد بنے بیٹھے ہیں ہم نے کبھی آپ پر رشک ہی نہیں کیا۔ اس طرح کی باتیں ہوا کرتی تھیں۔ وہ انہیں اپنے سے بڑا سمجھتے اور یہ انہیں بڑا سمجھتے۔

تصوف کا حاصل

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر ہم کو پہلے سے خبر ہوتی کہ تصوف میں اخیر کیا چیز حاصل ہوتی ہے تو میاں ہم کچھ بھی نہ کرتے۔ مدتوں کے بعد معلوم ہوا کہ جس کے لیے اتنے مجاہدات و ریاضت کیے تھے وہ ذرا سی بات تھی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے تو عالی ظرفی کی وجہ سے اس ذرا سی بات کو نہیں بتلایا میں اپنی کم ظرفی کی وجہ سے بتلاتا ہوں کہ وہ ذرا سی چیز کیا ہے جس کے حاصل ہونے کے لیے اتنی محنتیں کرنی پڑتی ہیں۔ وہ یہی ہے کہ یہ تبدیلی تعلق مع اللہ پیدا کرنے والی ہے اور تعلق مع اللہ کی حفاظت کرنے والی ہے اور تعلق مع اللہ کو بڑھانے والی ہے۔

گناہ ہو جائے تو توبہ کرلو

حضرت حافظ ضامن رحمۃ اللہ علیہ کے ایک خلیفہ تھے۔ ان کے یہاں ایک مرتبہ چوری ہوگئی۔ ان صاحب کا رئیسانہ مزاج تھا۔ مگر اہل نسبت تھے۔ ان کے سامنے کسی نے ایک جولاہے کا نام لے دیا۔ ۔۔ نمازی تھا مگر کم وقعت تھا۔ ان صاحب نے اس کو بلایا، وہ ڈر گیا اور باتیں دریافت کرتے وقت خوف کی وجہ سے اس کے کلام میں لغزش ہوئی۔ اس وجہ سے

اس پر کچھ شبہ ہوا اوران صاحب نے اس کو مارا۔ وہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور حقیقت حال بتائی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو بہت ناگوار گزرا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ان صاحب کو رقعہ لکھا کہ اگر اللہ تعالیٰ آپ سے سوال کریں کہ آپ نے اس غریب کو کس حجت شرعیہ سے مارا تو آپ کے پاس کیا جواب ہے؟ اس جواب کو آپ تیار کرلیں۔

اس رقعہ کو پڑھ کر ان صاحب کو سر سے پاؤں تک سناٹا نکل گیا۔ پس گنگوہ پیدل پہنچے۔ حضرت رحمہ اللہ اس وقت حجرے میں لیٹے تھے۔ باہر ایک طالب علم بیٹھے تھے۔ ان صاحب نے اس طالب علم سے کہا کہ حضرت کو اطلاع کردو کہ ایک ناپاک کتا آیا ہے اگر منہ دکھانے کے قابل ہو تو منہ دکھائے ورنہ کسی کنوئیں میں ڈوب مرے تاکہ یہ عالم پاک ہو۔ طالب علم نے اطلاع کی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بلالیا۔ ان صاحب نے کہا حضرت میں تو تباہ ہوگیا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کیوں قصہ پھیلایا ہے؟ گناہ ہوگیا ہے تو توبہ کرلو یہی علاج ہے۔

توسل کا مسئلہ

حضرت اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ مجھے توسل کے مسئلہ میں اشکال تھا۔ اس کو حل کرنے کے لیے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا یہ وہ زمانہ تھا جب حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی بینائی نہ رہی تھی۔ سلام کے بعد میں نے اس خیال سے کہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے سلام کی آواز سے مجھے پہچان لیا ہوگا عرض کیا کہ توسل کے مسئلہ میں کچھ پوچھنا ہے۔ فرمایا کہ کون پوچھتا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ اشرف علی۔ فرمایا کہ تعجب ہے۔ بس اتنی گفتگو ہوئی۔ اس کے بعد مجھے بھی کچھ عرض کرنے کی ہمت نہ ہوئی اور تھانہ بھون واپس آ گیا۔ مگر اس مسئلہ میں ایسا شرح صدر ہوا کہ کوئی اشکال باقی نہ رہا۔ میں نے اس مسئلہ میں ایک رسالہ تصنیف کیا اس میں مسئلہ توسل کو خوب شرح وبسط کے ساتھ بیان کیا ہے۔

پائیدار دوستی کی علامت

آج کل دوستی کا نام ہی رہ گیا ہے۔ ورنہ حقیقت تو قریب قریب مفقود ہے۔ ایک مرتبہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں حافظ محمد احمد رحمۃ اللہ علیہ اور مولوی حبیب الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ حاضر تھے۔ جن کی دوستی مشہور و معروف تھی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے دریافت فرمایا کہ کبھی تم میں اور ان میں لڑائی بھی ہوئی ہے۔ عرض کیا کہ حضرت کبھی کبھی ہو جاتی ہے۔ فرمایا یہ دوستی پائیدار ہے۔ درخت وہ مستحکم ہوتا ہے کہ جس پر آندھی آچکی ہو۔ پھر بھی اپنی جڑوں کو نہ چھوڑا ہو۔ بس دوستی بھی وہی ہے کہ باہم لڑائی بھی ہو جائے اور پھر تعلقات بھی باقی رہیں۔

حب جاہ کا نقصان

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک شیخ اور مرید کا قصہ سنایا کہ مرید بہت عبادت و ریاضت کرتا تھا۔ مگر کچھ اثر نہ ہوتا تھا۔ شیخ نے بہت وظائف تبدیل کیے اور تدبیریں اختیار کیں لیکن اس کے باطنی حالات درست ہوتے نظر نہ آئے۔ پھر ایک تدبیر کی جو حب جاہ اور ظاہری عزت کے خلاف تھی۔ وہ یہ کام نہ کر سکا۔ اس وقت معلوم ہوا کہ وہ طالب جاہ تھا۔ یہی طلب جاہ اس کے راستے کی رکاوٹ بن گئی تھی۔

بے ادبی تصوف میں رہزن ہے

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ ایک واقعہ بیان فرماتے تھے کہ ایک عالم حضرت میاں نور محمد رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں کچھ گستاخانہ الفاظ کہا کرتے تھے۔ آخر کار تنبیہ ہوئی۔ انہوں نے توبہ کی اور حضرت میاں جی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی درخواست کی۔ حضرت میاں جی رحمۃ اللہ علیہ نے بیعت کر لیا۔ لیکن کچھ عرصہ بعد تنہائی میں ان سے فرمایا کہ میاں اس طریق کی بنیاد اخلاص پر ہے۔ اس لیے تم سے بات چھپانا نہیں چاہتا۔ بات یہ ہے کہ جب میں تمہاری طرف متوجہ ہوتا ہوں تو تمہارے وہ سب کلمات جو تم نے پہلے کہے تھے میرے سامنے آ کر حائل ہو جاتے ہیں۔ ہر چند تمہیں نفع پہنچانے کی کوشش کرتا ہوں مگر اس کی صورت نہیں بنتی۔ اس

لیے بہتر یہ ہے کہ تم کسی اور سے بیعت کرلو۔ میں تمہاری سفارش کردوں گا۔ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ مفتی اعظم پاکستان کے نزدیک یہ کوئی حسد وکینہ نہیں بلکہ غیر اختیاری امر ہوتا ہے۔ جس کا انسان مکلف نہیں۔ جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حمزہؓ کے قاتل وحشی کو مسلمان ہونے کے بعد ہدایت فرمائی کہ تم میرے سامنے نہ آیا کرو۔ مجھے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا صدمہ تازہ ہوجاتا ہے۔ وہ تمہارے لیے مضر ہوگا۔

صاحب کشف کو دعا سے عار

حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ایک دفعہ حج کی غرض سے جس جہاز میں حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سوار تھے اس میں ایک شخص اور بھی سوار تھا جو کئی مرتبہ پہلے بھی حج کو گیا تھا مگر اس کو حج نصیب نہ ہوا تھا۔ وہ شخص جہاز میں سوار تو ہوگیا مگر خبر ملی کہ حج کا وقت آخر ہوگیا ہے۔ اگر جہاز نے راستے میں پڑاؤ کیا تو وقت پر نہ پہنچ سکے گا۔ یہ سن کر وہ شخص وہیں اتر پڑا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حج ضرور مل جائے گا۔ مگر وہ شخص پھر بھی دوبارہ سوار نہ ہوا۔ کسی نے کہا اس کے لیے دعا فرمائیں کہ اسکو بھی حج کی توفیق نصیب ہوجائے۔ فرمایا، جی نہیں چاہتا اور دعا نہ فرمائی۔ جب جہاز کامران کے قریب پہنچا تو لوگوں نے جہاز کے کپتان سے کہا کہ اگر جہاز کامران میں کھڑا کیا تو ہم تم کو قتل کردیں گے اور چھرا نکال کر خوب ڈرایا۔ کپتان نے ڈر کر جہاز سیدھا جدہ جا کر لگایا۔ کپتان پر اس وجہ سے کئی ہزار روپیہ جرمانہ ہوا۔ حجاج کو اتار دیا گیا کہ ان کا کوئی قصور نہیں تھا۔ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اس جہاز میں نہ آتے تو اہل جہاز میں سے کسی کو بھی حج نصیب نہ ہوتا۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد کا مقام

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ شاہ ولی اللہ محدث رحمۃ اللہ علیہ مرض موت میں مبتلا ہوئے تو بتقاضائے بشریت بچوں کی صغر سنی کا تردد ہوا۔ چناں چہ خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا کہ تم کس لیے فکر مند ہو جیسی تمہاری

اولاد ویسی ہی میری اولاد۔ چناں چہ آنکھ کھلنے پر آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اطمینان نصیب ہوگیا۔ حضرت گنگوہی نے فرمایا کہ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد عالم ہوئی اور بڑے مرتبے پر پہنچی اور تمام بیٹے بڑے صاحب کمال ہوئے۔

صبر ہو تو ایسا

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے جوان صاحبزادے کا انتقال ہوگیا۔ لوگ تعزیت کے لیے آتے تو چپ بیٹھے رہتے کہ کیا کہیں؟ اہل اللہ شارعب ہوتا ہے، کسی کی ہمت نہ پڑتی تھی کہ کچھ کہے اور آخر کہتے بھی تو کیا کہتے؟ اگر کہتے رنج ہوا تو اسکے اظہار کی کیا ضرورت تھی؟ اگر کہتے صبر کیجیے تو وہ خود صبر کیے بیٹھے تھے۔ آخر ہر جملہ خبریہ کی کوئی نہ کوئی وجہ تو ہونی چاہیے۔ بڑی دیر کے بعد آخر ایک نے ہمت کر کے کہا کہ حضرت بڑا رنج ہوا۔ فرمایا معلوم ہے کہ کہنے کی کیا ضرورت ہے۔ پھر سارا مجمع چپ ہوگیا۔ لوگ آتے تھے اور چپ ہو کر بیٹھ کر چلے جاتے تھے۔ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کا صدمہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو اس قدر ہوا تھا کہ دست لگ گئے تھے اور کھانا موقوف ہوگیا تھا لیکن کیا مجال کہ کوئی ذکر کر دے۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں بھی اس موقع پر حاضر ہوا۔ اب میں متحیر تھا کہ کیا کہوں؟ آخر چپ ہو کر بیٹھ رہا۔ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ پر اتنے بڑے صدمات پڑے لیکن کیا مجال کہ کسی معمول میں ذرا سا فرق آجائے۔ چاشت، تہجد، اوابین، کوئی معمول قضا تو کیا کبھی موخر بھی نہیں ہونے پایا۔ یہاں تک کہ کھانا سامنے آیا تو اسے بھی اللہ کی نعمت سمجھ کر کھالیا۔ یہ شان تھی کہ کسی طرز سے پتہ نہ چلتا تھا کہ چہرہ سے، نہ زبان سے، وہی معمولات وہی اذکار، وہی تعلیم و تلقین۔ کسی معمول میں ذرا فرق نہیں آتا تھا۔ واللہ یہ تعلق مع اللہ کی قوت ہے۔ انسان کوہ استقامت بن جاتا ہے۔

مساکین کا تبرک

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ بیمار ہوگئے۔ جب تندرست ہوئے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ

کے صاحبزادے نے شکریہ میں بہت سے لوگوں کی دعوت کی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک خاص خادم سے فرمایا کہ جب غریب لوگ کھانا کھا چکیں تو ان کے سامنے کا بچا ہوا کھانا میرے پاس لے آنا کہ وہ تبرک کھاؤں گا اور یہ خیال نہ کرنا کہ ان کا بدن صاف نہیں، ان کے کپڑے صاف نہیں اور اس کو تبرک اس لیے قرار دیا کہ وہ لوگ مومن ہیں، خدا کے محبوب ہیں، حدیث میں آیا ہے ''یا عائشه قربی المسکین'' چناں چہ وہ کھانا حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے پاس لایا گیا اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اسے رغبت سے کھالیا۔ اس سے ان کی تواضع اور اتباع سنت کی نشاندہی ہوتی ہے۔

تواضع

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ ان کے ہاں ایک بڑے عہدیدار شخص مہمان آئے۔ جب کھانے کا وقت ہوا تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ساتھ ان کو بٹھلایا۔ چوں کہ وہ بڑے آدمی سمجھے جاتے تھے اس کو ساتھ بیٹھا دیکھ کر دوسرے غریب طلبہ مہمان پیچھے ہٹے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: صاحبو! آپ لوگ کیوں ہٹ گئے کیا اس وجہ سے کہ ایک عہدیدار میرے ساتھ بیٹھا ہے۔ خوب سمجھ لیجیے کہ آپ لوگ میرے عزیز ہیں۔ میں جس قدر آپ کو معزز سمجھتا ہوں اس کے سامنے ان کی کچھ بھی وقعت نہیں چناں چہ سب غریب طلبا کو بھی ساتھ بٹھلا کر کھانا کھلایا۔

ایک مرتبہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ حدیث شریف کا درس دے رہے تھے۔ ابر ہو رہا تھا کہ اچانک بوندیں پڑنا شروع ہوگئیں۔ جس قدر طالب علم شریک درس تھے سب کتابوں کی حفاظت کے لیے اٹھا کر بھاگے اور سہ دری میں پناہ لی۔ پھر کتابیں رکھ کر جوتے اٹھانے چلے۔ صحن کی طرف رخ کیا تو دیکھتے ہیں کہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سب کے جوتے جمع کر کے لا رہے ہیں۔ طلباء نے کہا کہ حضرت! آپ نے یہ کیا کیا؟ فرمایا، جو لوگ قَالَ اللّٰه اور قَالَ الرَّسُوْلُ پڑھتے ہوں رشید احمد ان کے جوتے نہ اٹھائے تو اور کیا کرے؟

ایک ڈاکو کی حکایت

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک ڈاکو کی حکایت بیان فرمائی کہ وہ کسی بستی میں لب دریا اپنا بھیس بدل کر جھونپڑی ڈال کر اللہ اللہ کرنے لگا۔ لوگوں کو اس سے عقیدت ہوئی اور اس کے پاس آنے لگے۔ بعض مرید ہو کر وہیں ذکر و شغل میں مصروف ہو گئے۔ اللہ کی قدرت کہ بعضے ان میں صاحب مقام بھی ہو گئے۔ ایک دن ان پیر صاحب کے بعض مرید مراقب ہوئے کہ دیکھیں اپنے پیر کا مقام کیا ہے؟ مگر وہاں کچھ نظر نہ آیا۔ ہر چند مراقبہ کیا مگر کچھ ہوتا تو نظر آتا۔ ناچار ہو کر اپنے شیخ سے کہا۔ شیخ میں چوں کہ ذکر اللہ کی برکت سے صدق کی شان پیدا ہو چکی تھی اس نے سب قصہ صاف کہہ دیا کہ میں تو کچھ بھی نہیں ہوں۔ ایک ڈاکو ہوں۔ سب نے مل کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے شیخ کو بھی صاحب مقام بنا دیا۔

بیعت ہونے کی برکت

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک گاؤں کا رہنے والا آدمی مرید ہونے کے لیے آیا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے کلمات بیعت پڑھا دیے۔ جن کا حاصل معاصی سے توبہ ہے۔ جب توبہ کر لی تو کہتا ہے، مولوی جی! افیون سے تو توبہ کرائی نہیں؟ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا مجھے کیا خبر کہ تو افیم کھاتا ہے۔ اچھا یہ بتلا کہ کتنی کھاتا ہے؟ جس قدر کھاتا ہے میرے ہاتھ پر رکھ دے۔ مگر اس نے جیب سے افیون کی ڈلی نکال کر دور پھینکی کہ مولوی جی! توبہ ہی جب کر لی تو اب کیا کھائیں گے؟ گھر گیا تو دست شروع ہو گئے۔ اس کی خبر حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو پہنچی۔ مرتے مرتے بچا مگر اچھا ہو گیا۔ تندرست ہو کر دوبارہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آیا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کون؟ کہا میں ہوں افیون کھانے والا۔ اور سارا قصہ بیان کیا۔ اس کے بعد دو روپے پیش کیے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے کسی قدر عذر کے بعد دل جوئی کے لیے قبول فرما لیے۔ وہ دیہاتی نوجوان کہنے لگا: اجی مولوی جی! یہ تو آپ نے پوچھا ہی نہیں یہ کیسے روپے ہیں؟ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: بھائی! خود ہی بتلا دو۔ کہنے لگا: یہ روپے افیون

کے ہیں۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا: افیون کے کیسے؟ کہا کہ دو روپے کی افیون مہینہ میں کھاتا تھا جب توبہ کرلی تو نفس بڑا خوش ہوا کہ دو روپے ماہوار بچت ہوگی۔ مگر میں نے نفس سے کہا کہ یاد رکھ تیرے پاس یہ رقم نہ چھوڑوں گا۔ بلکہ توبہ کے وقت ہی نیت کرلی تھی کہ جتنے روپوں کی افیون کھاتا تھا وہ روپے حضرت کو دیا کروں گا۔ یہ بیعت کی برکت ہے کہا ایک دیہاتی شخص کو دین کی سمجھ ایسی آئی کہ دین دنیا کی آمیزش کو سمجھ گیا۔

شیخ کی معرفت

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص میرے ایک مرید کو ہٹا دے تو فی مرید ایک آنہ اور مولوی کو ہٹانے پر فی مولوی چار آنے لے لے۔ غرض یہ تھی کہ جو شخص نادان ہے اس کو شیخ سے بھی برائے نام محبت ہوگی۔ نادان کی دوستی رہ نہیں سکتی وہ معمولی بات کو بھی بزرگی کے خلاف سمجھے گا اور غیر معتقد ہو جائے گا۔ اس کی نظر جہل کے سبب عیوب کی طرف زیادہ ہوگی اور کمالات کو تو وہ جانتا ہی نہیں۔ ان پر تو اس کی نظر کیا ہوتی سچی محبت اسی کو ہوگی جس کو شیخ کی معرفت ہوگی اور شیخ کی معرفت اس کی اتباع سے ہوگی۔

چیلہ اور گرو بننے کی تمنا

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، آج کل لوگ مرید نہیں بنتے، گرو بنتے ہیں۔ فرمایا، ایک شخص ایک گرو کے پاس گیا اور کہا مجھے اپنا چیلہ بنالو۔ اس نے کہا چیلہ بننا بڑا مشکل ہے تو اس نے کہا پھر گرو ہی بنالو۔

سادگی

ایک مرتبہ حضرت مولانا محمد یعقوب رحمۃ اللہ علیہ پیدل سفر کر کے اس وقت گنگوہ پہنچے کہ جماعت کھڑی ہو چکی تھی۔ اور نماز شروع ہونے کو تھی۔ لوگوں نے دیکھ کر خوشی میں کہا، مولانا آگئے، مولانا آگئے۔ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ مصلے پر پہنچ چکے تھے یہ سن کر نگاہ اٹھا کر مولانا کو دیکھا تو مصلے سے واپس آ کر صف میں کھڑے ہوئے اور حضرت مولانا محمد یعقوب رحمۃ اللہ علیہ

سے نماز پڑھانے کے لیے فرمایا۔ مولانا سیدھے مصلے پر پہنچے، چوں کہ پیدل سفر کر کے تشریف لائے تھے اس لیے پاجامہ کے پائنچے چڑھے ہوئے تھے اور پاؤں گرد آلود تھے۔ جب حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی جگہ پر پہنچے تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے صف میں سے آگے بڑھ کر اپنے رومال کے ساتھ پہلے ان کے پاؤں کی گرد صاف کی پھر پائنچے اتارے اور فرمایا، اب نماز پڑھایئے۔ اور خود واپس آ کر صف میں کھڑے ہوگئے۔ مولانا مولانا یعقوب رحمۃ اللہ علیہ نے نماز پڑھائی۔ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے بعد میں کسی سے فرمایا کہ مجھے اس سے بے حد مسرت ہوئی کہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے انکار نہیں فرمایا بلکہ میری درخواست قبول فرمالی۔

دین ودنیا کا نقصان

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک مرید نے عرض کیا کہ حضرت! مجھے روشنی نظر آتی ہے اور اس میں سنہری حروف سے کچھ لکھا ہوتا ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، تم علاج کراؤ اور ذکر وشغل وغیرہ چھوڑ دو، تمہارے دماغ میں خشکی ہے اور یہ مقدمہ ہے جنون کا۔ اس نے کہنا نہ مانا، نہ علاج کرایا اور نہ کام کو چھوڑا۔ آخر خشکی بڑھی اور جنون ہوگیا بلکہ برہنہ مارے مارے پھرتے تھے۔ نہ نماز رہی نہ روزہ۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو وصیت فرمائی تھی کہ کھایا پیا کرو اس سے قوت آئے گی اور یہ فرمایا تھا، دیکھو! حدیث میں آیا ہے کہ:

((اَلْمُؤْمِنُ الْقَوِیُّ خَیْرٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِ الضَّعِیْفِ وَفِیْ کُلٍّ خَیْرٌ))

"یعنی مومن قوی مومن ضعیف سے بہتر ہے اور ہر ایک میں خیر ہے"

نماز میں گریہ وزاری

حق تعالیٰ کی عظمت اور جلالت شان چوں کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی رگ رگ میں پیوست تھی اس لیے آپ رحمۃ اللہ علیہ جب اپنے آقا و مالک حقیقی کے حضور دست بستہ کھڑے ہوتے اور نوافل میں قرأت قرآن مجید شروع فرماتے تو عموماً آپ رحمۃ اللہ علیہ پر گریہ طاری ہوجاتا اور پڑھتے پڑھتے رک جاتے تھے۔ سسکیاں آپ رحمۃ اللہ علیہ کا حلق تھام لیتی تھیں اور آہ وبکا پر

مجبور کرنے والی حالت آپ رحمۃ اللہ علیہ کو ساکت وصامت بنادیا کرتی تھی۔ آنکھوں سے آنسو بہتے اور مصلے پر موتیوں کی طرح گرتے۔ مولوی عبدالرحمان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ میں گنگوہ حاضر ہوا۔ رمضان کا مہینہ تھا اور تراویح میں کلام اللہ شریف حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سنایا کرتے تھے۔ ایک شب آپ رحمۃ اللہ علیہ نے تراویح شروع کی میں بھی جماعت میں شریک تھا۔ قرآن مجید پڑھتے پڑھتے آپ رحمۃ اللہ علیہ اس رکوع پر پہنچے جس میں خوف وخشیت دلایا گیا تھا۔ حالاں کہ جماعت میں نصف سے کم لوگ عربی زبان سمجھنے والے تھے باقی سب ناواقف تھے۔ مگر آپ رحمۃ اللہ علیہ کی قرأت سے اس رکوع کی خشیت کا اثر سب پر پڑ رہا تھا۔ کوئی روتا تھا اور کسی کے بدن پر لرزہ طاری تھا۔ اس وقت دفعتاً تمام جماعت پر سرور طاری ہوگیا اور پہلی حالت یکلخت تبدیل ہوگئی خشیت والی کیفیت انس میں بدل گئی۔

نماز قضا کرنا گوارا نہ کیا

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی اخیر عمر میں آنکھوں میں نزول آب ہوگیا تھا۔ خدام نے آنکھ بنوانے پر اصرار کیا مگر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے انکار فرمادیا۔ ایک ڈاکٹر صاحب نے وعدہ کیا کہ حضرت کی کوئی نماز قضا نہ ہونے دوں گا۔ فجر اول وقت اور ظہر آخر وقت میں پڑھ لیں البتہ چندروز تک سجدہ زمین پر نہ فرمائیں گے بلکہ اونچا تکیہ رکھ کر اس پر کرلیں۔ اس پر ارشاد فرمایا کہ چنددن کی نمازیں تو بہت ہوتی ہیں ایک سجدہ بھی اس طرح کرنا گوارا نہیں۔

ریاضت ومجاہدہ

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی ریاضت ومجاہدہ کی یہ حالت تھی کہ دیکھنے والوں کو رحم آتا اور ترس کھاتے تھے۔ چناں چہ اس پیرانہ سالی میں جب کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ ستر سال کی عمر سے متجاوز ہوئے تھے، کثرت عبادت کا یہ عالم تھا کہ دن بھر کا روزہ اور بعد مغرب ۲۰ رکعت صلوٰۃ الاوابین پڑھا کرتے تھے۔ جس میں اندازۂ دو پارے سے کم تلاوت نہیں ہوتی تھی۔ پھر اس کے ساتھ رکوع اور سجدہ اتنا طویل کہ دیکھنے والوں کو سہو کا گمان ہو۔ پھر اس کے

ساتھ رکوع اور سجدہ آنے جانے اور کھانا کھانے کے لیے مکان پر ٹھہرنے میں کئی پارے تلاوت کرلیا کرتے تھے۔

مرشد کی جانب سے ایک امتحان

تھانہ بھون کے قیام کے دوران حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے صبر وتحمل اور ضبط کا امتحان لیا۔ جس کے متعلق حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ خود ہی فرماتے ہیں کہ تھانہ بھون میں مجھ کو رہتے ہوئے چند روز گزرے تو میری غیرت نے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر کھانے کا بوجھ ڈالنا گوارا نہ کیا۔ آخر میں نے یہ سوچ کر کہ دوسری جگہ انتظام کرنا بھی دشوار اور ناگوار ہوگا۔ رخصت چاہی مگر حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اجازت نہ دی اور فرمایا کہ چند روز اور ٹھہرو۔ میں خاموش ہوگیا۔ قیام کا قصد تو کرلیا مگر اس کے ساتھ یہ فکر ہوا کہ کھانے کا انتظام کسی دوسری جگہ کرنا چاہیے۔ تھوڑی دیر کے بعد جب حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ مکان پر تشریف لے جانے لگے تو میرے وسوسہ پر مطلع ہو کر فرمایا، میاں رشید احمد! کھانے کی فکر مت کرنا۔ ہمارے ساتھ کھائیو۔ دوپہر کو کھانا مکان سے آیا تو ایک پیالہ میں نہایت لذیذ کوفتے تھے اور دوسرے پیالے میں معمولی سالن تھا۔ حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے دسترخوان پر بٹھایا مگر کوفتوں کا پیالہ مجھ سے دور ہی رکھا۔ اتنے میں حضرت حافظ محمد ضامن رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے۔ کوفتوں کا پیالہ مجھ سے دور رکھا دیکھ کر حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا، بھائی صاحب! رشید احمد کو اتنی دور ہاتھ بڑھانے میں تکلیف ہوتی ہے، اس پیالہ کو ادھر کیوں نہیں رکھ لیتے۔ حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا: اتنا بھی غنیمت ہے کہ اپنے ساتھ کھلا رہا ہوں، جی تو چاہتا تھا کہ چوڑھوں چماروں کی طرح الگ ہاتھ پر روٹی رکھ دیتا۔ اس فقرہ پر حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے میرے چہرے پر نظر ڈالی کہ کچھ تغیر تو نہیں آیا مگر الحمد للہ میرے قلب پر بھی اس کا کچھ اثر نہ تھا۔ میں سمجھتا تھا کہ حقیقت میں جو کچھ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرمارہے ہیں سچ ہے۔ اس دربار کی روٹی کا ملنا کیا تھوڑی نعمت ہے، جس طرح بھی ملے بندہ نوازی ہے۔ اس کے بعد حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے کبھی امتحان نہ لیا۔

کسی کے لیے کبھی بددعا نہ کی

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو ایک صاحب سے تکلیف پہنچی اس پر حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس احتمال سے کہ کہیں حضرت رحمۃ اللہ علیہ بددعا نہ کردیں۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ حضرت! بددعا نہ کیجیے گا۔ اس پر حضرت رحمۃ اللہ علیہ گھبرا گئے اور فرمایا توبہ مسلمان کے لیے کہیں بددعا بھی کیا کرتے ہیں۔ استغفر اللہ!!!

عاجزی وانکساری

ایک دفعہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے خدام بدن دبا رہے تھے کہ ایک بے تکلف دیہاتی نے سوال کیا۔ کہ مولوی جی! آپ رحمۃ اللہ علیہ تو بہت ہی دل میں خوش ہوتے ہونگے کہ لوگ خوب خدمت کررہے ہیں۔ فرمایا: بھائی جی! جی تو خوش ہوتا ہے کیوں کہ راحت ملتی ہے لیکن الحمد للہ بڑائی دل میں نہیں آتی۔ یہ سن کر وہ دیہاتی بولا، اجی مولوی جی! اگر یہ دل میں نہیں آتا تو بس پھر خدمت لینے میں کچھ حرج نہیں۔ اس دیہاتی نے صحیح نتیجہ اخذ کرلیا۔

کسب حلال کے لیے کوشش

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں لکھا ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ زمانہ طالب علمی کے بعد اپنا بار کسی دوسرے پر ڈالنا نہیں چاہتے تھے کہ اسی دوران میں ایک جگہ سے قرآن شریف کے ترجمہ پڑھانے کی ملازمت سات روپے میں آئی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اجازت چاہی۔ انہوں نے منع فرمادیا۔ اور کہا کہ اس کو منظور نہ کرو اور زیادہ کی آوے گی۔ چند ہی روز گزرے تھے کہ سہارنپور کے رئیس نواب شائستہ خان نے اپنے بچوں کی تعلیم کے لیے دس روپے تنخواہ پر بلایا۔ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ تو دنیا کی نگاہ میں بہت اونچے تھے مگر اپنی نگاہ میں چھوٹے تھے۔ اس لیے دس روپے کو اپنی حیثیت سے زیادہ سمجھ کر قبول کرلیا۔ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو جب اس کی اطلاع پہنچی تو فرمایا، اگر صبر کرتے تو اور زیادہ کی آتی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے چھ ماہ یہ ملازمت اختیار فرمائی تا کہ کسب حلال

کا فریضہ بھی ادا ہو جائے اور بعد والوں کے لیے تعلیم پر اجرت لینے کا راستہ بھی کھل جائے۔

تواضع اور مروت

ایک مرتبہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہونے کے لیے ایک عالم مولوی وہاج الدین رحمۃ اللہ علیہ رائے پور آئے۔ رات زیادہ ہو چکی تھی۔ سفر کی تکان بہت تھی۔ ایک طرف لیٹ کر سو گئے۔ ذرا دیر بعد آنکھ کھلی دیکھا تو ایک شخص پائنتی پر بیٹھا آہستہ آہستہ ان کے پاؤں دبا رہا مگر اس احتیاط سے کہ آنکھ نہ کھل جائے۔ اول تو یہ سمجھے کہ شاید حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے کسی خادم کو بھیج دیا مگر پھر غور کی نگاہ ڈالی تو معلوم ہوا کہ یہ تو خود حضرت ہیں۔ یہ گھبرا کر اٹھے اور کود کر چارپائی سے نیچے آئے کہ حضرت! یہ کیا غضب کیا؟ فرمایا بھائی اس میں حرج کیا ہے، آپ کو تکان ہو گیا تھا بس آپ لیٹے رہیے، آرام مل جائے گا۔ انہوں نے کہا، بس حضرت! معاف فرمائیے! باز آیا ایسے آرام سے کہ آپ سے پاؤں دبواؤں۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا رعب

مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا کہ ایک مرتبہ ایک کلکٹر گنگوہ آیا اور کسی سے خواہش ظاہر کی کہ شاملی کے میدان میں مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے جہاد کیا میں ان کی زیارت کرنا چاہتا ہوں۔ وہ اپنے بنگلہ سے چلا ادھر حضرت رحمۃ اللہ علیہ اپنی سہ دری سے اٹھ کر کمرہ میں تشریف لے گئے اور کواڑ بند کر لیے کلکٹر آیا اور کچھ دیر سہ دری میں بیٹھا رہا۔ پھر اٹھ کر چلا گیا۔ تب حضرت رحمۃ اللہ علیہ حجرہ سے باہر تشریف لائے۔ کچھ مدت کے بعد پھر وہی کلکٹر گنگوہ آیا۔ بعض خدام نے عرض کیا کہ حکومت دارالعلوم دیوبند کی طرف سے بہت بدظن ہے، حضرت! کلکٹر سے ملاقات فرمالیں تو دارالعلوم کے لیے مفید ہے اور خطرات سے حفاظت کی توقع ہے۔ فرمایا، بہت اچھا۔ پالکی میں سوار ہوئے اور کلکٹر کے بنگلہ پر پہنچے تو کلکٹر خود ہی بنگلہ سے باہر آیا۔ سامنے آ کر مصافحہ کے لیے خود ہی ہاتھ بڑھایا۔ حضرت قدس سرہ نے بھی مصافحہ فرمایا۔ مگر نگاہ نیچی رکھی، اوپر نہیں اٹھائی اور اس کی صورت نہیں

دیکھی۔ کلکٹر نے کہا کہ ہمیں کچھ نصیحت کرو۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ انصاف کرو اور مخلوق خدا پر رحم کرو۔ یہ کہہ کر پالکی میں سوار ہوئے اور واپس تشریف لے آئے۔ کلکٹر نے کسی سے پوچھا کہ یہ کون آدمی تھا؟ ہمارا دل اس کو دیکھ کر کانپ رہا تھا۔ اس کو بتلایا کہ یہ وہی مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ ہیں جن کی زیارت کا آپ کو شوق تھا۔

اتباع سنت

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی اتباع سنت ضرب المثل ہے۔ ایک مرتبہ لوگوں نے کہا کہ مسجد سے بایاں پاؤں نکالنا اور جوتا سیدھے پاؤں میں پہننا سنت ہے۔ دیکھیں حضرت رحمہ اللہ ان دونوں کو کیسے جمع فرماتے ہیں، لوگوں نے اس کا اندازہ کیا۔ جب حضرت رحمۃ اللہ علیہ مسجد سے نکلنے لگے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے پہلے بایاں پاؤں نکال کر جوتے پر رکھا پھر سیدھا پاؤں نکالا تو جوتے میں ڈال دیا۔ اس کے بعد بائیں پاؤں میں جوتا پہنا۔

حساس طبیعت

تذکرۃ الرشید میں لکھا ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ تمام حواس کے اعتبار سے نہایت ذکی تھے۔ بیسیوں تعجب انگیز قصے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے کمال ادراک کے مشہور ہیں۔ حضرت مولانا خلیل احمد رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ بھائی عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ مجھے چائے کا بہت شوق تھا اور اپنے ہاتھ سے پکایا کرتا تھا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے جب بھی چائے پی تو فرمایا، چائے میں کچے پانی کا ذائقہ آتا ہے۔ عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ نے ایک روز دل میں کہا کہ اچھا آج اس قدر پکاؤں گا کہ پانی بھاپ بن جائے۔ چناں چہ کئی گھنٹے تک پکا کر تیار ہوئی اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو پلائی تو فرمایا کچے پانی کا ذائقہ اس میں بھی ہے۔ انہوں نے عرض کیا، حضرت! یہ وہم کا درجہ ہے۔ پھر خیال ہوا کہ اس میں کچھ دودھ گھر سے لا کر ڈالا تھا جو ابلا ہوا تھا۔ پوچھ کر آتا ہوں کہ کہیں اس میں تو پانی نہیں تھا۔ آخر گھر جا کر معلوم ہوا کہ گھر کے لوگوں نے اس میں کچھ پانی ڈال دیا تھا۔ جن ایام میں مولوی حبیب الرحمٰن دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ حضرت رحمہ اللہ

کے لیے چائے پکایا کرتے تھے، کئی دن ایسا قصہ پیش آیا کہ جب حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو چائے پلائی، تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کچے پانی کی بو آتی ہے۔ ہر چند مولوی صاحب رحمہ اللہ نے چائے کو جوش دینے کی کوشش کی مگر ہر دفعہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے یہی فرمایا کہ کچے پانی کی بو آتی ہے۔ آخر بڑے پریشان ہوئے کہ بات کیا ہے؟ پانی کو بہت پکاتا ہوں پانی ابال کر ڈالتا ہوں پھر کچا پانی کیسا؟ آخر بہت غور کے بعد پتہ چلا کہ جس پیالی میں چائے ڈالی جاتی ہے اس کو دھو کر خشک نہیں کیا جاتا۔ چناں چہ اگلے دن پیالی کو دھو کر خشک کر کے چائے ڈالی اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں لے کر حاضر ہوئے حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے چائے پی اور فرمایا کہ آج کچے پانی کی بو نہیں ہے۔

حضرت رحمہ اللہ کے مہمان سہ دری میں بیٹھ کر کھانا کھاتے تھے۔ فراغت پر دستر خوان اٹھا کر بوریہ بستر جھاڑ دیا جاتا تھا۔ مگر حضرت رحمۃ اللہ علیہ تشریف لاتے تو جو کھانا کھایا جا چکا ہوتا تھا اس کا نام لے کر فرماتے کہ فلاں چیز کی خوش بو ہے۔ ایک مرتبہ کھانا کھاتے ہوئے فرمایا، اس میں کھمیر کی خوش بو آتی ہے۔ ہر چند غور کیا مگر مجمع میں سے کسی کو احساس نہ ہوا۔ تحقیق کی تو پتہ چلا کہ پکتی ہوئی ہنڈیا میں چار پانچ پتے ڈال دیے گئے تھے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ادراک کے متعلق ایسے ایسے عجیب اور حیرت انگیز قصے لوگوں نے دیکھے کہ بغیر دیکھے کہنے والے کی بات کا یقین بھی نہ آیا۔ ایک مرتبہ جمعہ کے بعد مجمع کثیر آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر تھا کہ مولوی محمد یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ کے چھوٹے بھائی مولوی محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ جن کی عمر اس وقت دس گیارہ برس کی تھی، دبے پاؤں آئے اور چپکے ہی سے ایک کونے میں بیٹھ گئے۔ اچانک حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے گردن اوپر اٹھائی اور فرمایا بچے کی سانس ہے۔ اسی وقت کسی نے کہا: حضرت! محمد الیاس آئے ہیں۔

ایک بار نمبردار فضل حق کا لڑکا اکرام الحق بعد نماز مغرب حاضر خدمت ہوا۔ حضرت رحمہ اللہ کو خبر نہ تھی کہ کون کون موجود ہیں۔ جب کھانا کھانے کو مکان پر جانے لگے اور اکرام الحق کے قریب پہنچے تو حضرت ٹھہر گئے اور فرمایا کہ نمبردار کی سی بو آتی ہے۔ تب کسی نے کہا

کہ نمبردار کا لڑکا اکرام کھڑا ہے۔

نماز کا شوق اور غیبی حفاظت

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے بچپن کا ایک واقعہ ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی عمر ساڑھے چھ سال تھی کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ سے ایک ایسی کرامت حسیہ اور استقلال و توکل کا ظہور ہوا کہ جس سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مقبول بارگاہ خداوندی ہونے کا پتہ چلتا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ بچپن ہی میں نماز کے پابند تھے۔ عام نمازوں کے اوقات کا بہت خیال رکھتے تھے۔ ایک دن شام کو ٹہلتے ٹہلتے قصبہ سے باہر نکل گئے وہاں غروب آفتاب کا وقت ہوگیا تو احساس ہوا کہ مغرب کی نماز کا وقت آ گیا۔ پھولوں کی دو چھڑیاں ہاتھ میں لیے واپس گھر آئے اور والدہ کو چھڑیاں پکڑائیں کہ یہ رکھو میں نماز پڑھنے جاتا ہوں۔ جلدی سے مسجد میں داخل ہوئے تو جماعت کھڑی تھی۔ وضو کے لیے لوٹوں کی طرف بڑھے تو خالی پایا۔ دیر ہوئی تو گھبرا کر پانی کھینچنے والے کنوئیں میں ڈول ڈالا، ڈول وزنی تھا۔ گھبراہٹ میں رسی پاؤں میں الجھ گئی اور ہاتھ پاؤں جماعت فوت ہونے کی وجہ سے پھولے ہوئے تھے۔ لہٰذا ذرا سا جھٹکا لگا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کنوئیں میں گر گئے۔ نمازیوں کو محسوس ہوا کہ کوئی کنویں میں گر گیا ہے۔ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جلدی سے نماز پوری کرائی۔ تمام نمازی کنوئیں کی طرف لپکے اب ہر ایک کنوئیں میں جھانکنے لگا۔ اندر سے آواز آتی ہے گھبراؤ نہیں میں آرام سے بیٹھا ہوں" قدرت حق تعالیٰ کی یہ ہوئی کہ ڈول الٹا پانی میں گرا۔ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ گرے تو حواس مجتمع کر کے فوراً اس پر بیٹھ گئے۔ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ کو باہر نکالا گیا تو معلوم ہوا کہ پاؤں کی چھوٹی انگلی میں معمولی سی خراش آئی تھی۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ میں شفا

ایک بار حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ صاحبہ رحمہ اللہ علیہا کی خالہ بیمار ہوئیں اور سخت تکلیف کا سامنا ہوا۔ معدہ میں درد تھا جس نے بے چین کر رکھا تھا۔ حکیم مولوی محمد تقی رحمۃ اللہ علیہ

اپنی خالہ کے معالج تھے۔ دوائیں پلاتے اور تدبیریں کرتے کئی روز گزر گئے۔ مگر مریضہ کو کوئی فائدہ محسوس نہ ہوا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی عمر مبارک اس وقت کم و بیش ۲۲ سال تھی۔ نانی جان نے آپ سے شکایت کی کہ مجھے محمد تقی رحمۃ اللہ علیہ کی دوا سے فائدہ نہیں ہوتا، بیٹے! تو بھی بڑا عالم فاضل ہے تو ہی کچھ کر اور کوئی ایسی دوا بتا جس سے میری تکلیف رفع ہو، حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے اس وقت سکوت فرمایا اور کچھ جواب نہ دیا مگر نانی جان کی بے حد تکلیف پر دل میں خیال ضرور پیدا ہو گیا کہ اس طرف توجہ کروں۔ چناں چہ آپ رحمۃ اللہ علیہ وہاں سے اٹھے اور میزان الطب میں معدہ کی بحث نکال کر مطالعہ شروع فرمایا۔ غرضیکہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے نانی صاحبہ کا علاج فرمایا حکم خدا سے وہ صحت یاب ہو گئیں۔ اس سے مستورات میں چرچا ہو گیا اور پرانے پرانے مریض ٹوٹ پڑے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دست مبارک میں شفا رکھ دی۔ جو مریض آتا آپ ''اکسیر اعظم اور میزان الطب'' کو غور سے دیکھ کر اس کی تشخیص و تجویز فرماتے۔ نتیجتاً اس کو آرام آ جاتا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مطب کو بھی بطور پیشہ کے اختیار نہ کیا بلکہ خدمت خلق کا رجوع دیکھ کر انسان دوستی، خدا ترسی اور شفقت کی نگاہ سے اس کو کرتے تھے۔

ثابت قدمی

مظفر نگر کے جیل خانہ میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کو تقریباً چھ ماہ رہنے کا اتفاق ہوا اور اس زمانہ میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے استقلال، عزم، ہمت اور ارادوں میں کسی قسم کی کمی نہیں آئی۔ ابتدا سے لے کر انتہا تک آپ رحمۃ اللہ علیہ کی نماز ایک وقت بھی قضا نہیں ہوئی۔ حوالات کے دوسرے قیدی آپ رحمۃ اللہ علیہ کے معتقد ہو گئے تھے۔ ان میں سے بہت سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مرید ہوئے۔ جیل خانہ کی کوٹھڑی میں باجماعت نماز ادا کرتے تھے۔ دعوت و ارشاد ظاہری و باطنی سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کسی دن غافل نہیں ہوئے۔ وعظ و نصیحت کے ساتھ قرآن مجید کا ترجمہ لوگوں کو سناتے اور وحدانیت کا درس دیا کرتے تھے۔ جب عدالت میں جاتے تو جو دریافت کیا جاتا بے تکلف اس کا جواب دیتے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کبھی کوئی کلمہ دبا کر یا زبان

موڑ کر نہیں کہا۔ کسی وقت جان بچانے کی کوشش نہیں کی۔ جو بات کہی سچ کہی اور جس بات کا جواب دیا خدا کو حاضر ناضر جان کر واقعات اور حقیقت حال کے مطابق دیا۔ پوچھا گیا کہ تم نے سرکار کے مقابلے میں ہتھیار اٹھائے تم نے مفسدوں کا ساتھ دیا۔ کبھی حاکم دھمکاتا کہ ہم تجھے پوری سزا دیں گے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے کیا مضائقہ ہے؟ بالآخر چھ ماہ بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ کی جیل سے رہائی ہوئی۔

سمجھانے کا دلچسپ انداز

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ حدیث پڑھاتے ہوئے ترجمہ اور معنی سلیس اور عام فہم الفاظ میں بیان فرماتے۔ طلبہ کے اعتراضات پر ذرا بھی چیں بچیں نہ ہوتے۔ ایک دفعہ ایک طالب علم قرأت کر رہا تھا۔ عطارہ کا لفظ آیا۔ اس نے سمجھ لیا کہ یہ عطر سے مشتق ہے اور اس کا فلاں معنی ہے۔ بلا تکان آگے بڑھتا چلا گیا۔ ایک پٹھان طالب علم کو سمجھ نہ آیا اس نے قاری کے کہنی ماری اور کہا کہ ٹھہرو ہم نہیں سمجھا۔ چہ معنی عطارہ؟ ہم نہیں سمجھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا عطر فروش کی بیوی'' قاری پھر پڑھنے لگا، پٹھان نے تیسری دفعہ کہنی ماری اور تیز نظر سے دیکھا اور کہا ٹھہرو ہم نہیں سمجھا اس کا معنی۔ اس مرتبہ امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ نے اونچی آواز سے فرمایا۔ عطر بیچنے والے کا جورو، اب پٹھان خوش ہوا اور کہا۔ ہاں اب سمجھا، ہاں بھائی آگے چلو' سوالات کرنے والوں سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ خفا نہیں ہوتے تھے۔

طلب ہو تو ایسی

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ غربت و تنگدستی کے دور میں حرمین شریفین کی حاضری کے لیے ماہی بے آب کی طرح تڑپتے رہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اقتصادی حالت اس قدر کمزور تھی کہ بمشکل اہل و عیال کی گزران ہوتی تھی۔ لیکن طلب سچی ہو تو اللہ تعالیٰ اسباب پیدا فرما دیتے ہیں۔

ڈپٹی عبدالحق رامپوری کا قصد حج کا ہوا۔ انہوں نے اپنے اہل و عیال اور متعلقین کا ایک جم غفیر ساتھ لے جانا چاہا۔ حکیم ضیاء الدین رحمۃ اللہ علیہ رام پوری جو حضرت حافظ ضامن

شہید رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز تھے اور ڈپٹی صاحب کے احباب میں سے تھے۔ ڈپٹی صاحب نے حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بھی ساتھ لیا۔ حکیم صاحب حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ عشاق میں سے تھے کیوں کہ انہیں علم تھا کہ میرے پیرو مرشد نے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے زانو پر جام شہادت نوش فرمایا تھا۔ حکیم صاحب نے حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کا ذکر کیا تو ڈپٹی صاحب بلا ادنی تامل کے مان گئے بلکہ اس پر خوشی کا اظہار کیا کہ یہ تو ہماری خوش قسمتی ہے کہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ جیسا محب رسول صلی اللہ علیہ وسلم و متبع سنت ہمارے قافلے میں شریک ہو۔ مولوی ابوالنصر رحمہ اللہ جو حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے ماموں زاد بھائی، بچپن کے ساتھی اور جانثار رفیق تھے ان کو جب معلوم ہوا کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سفر حج پر جا رہے ہیں تو انہوں نے اپنا اثاثہ اونے پونے بیچ کر مع اہلیہ معیت اختیار کی۔ ان دنوں سفر حج انتہائی دشوار تھا اور فریضہ حج کی ادائیگی سب فرائض سے مشکل تھی۔ ایسا بھی ہوتا کہ دخانی کشتیاں تین تین چار چار ماہ سمندر میں ہچکولے کھاتی رہتیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بحری سفر کے دوران سخت طوفان آیا۔ تمام مسافر گھبرا گئے۔ مگر آپ رحمۃ اللہ علیہ نہایت پر سکون اور مطمئن تھے۔ لوگوں کی گھبراہٹ پر انہیں یہ کہہ کر تسلی دی کہ بھئی! کوئی مرے گا تو ہے نہیں، ہم تو کسی کے بلائے ہوئے جا رہے ہیں، خود نہیں جا رہے،' اور جہاز جب اصلی حالت پر آیا تو کپتان نے گھڑی دیکھ کر بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس طوفان کی وجہ سے ہمیں آٹھ دن کی مسافت تین دن میں طے کروادی ہے۔ اللہ اکبر!

چائے میں برکت

مولوی شریف حسین مدراسی رحمۃ اللہ علیہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں میں سے تھے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے دیوبند تشریف لانے پر وہ ایک برتن میں بڑی عمدہ چائے بنا کر لائے۔ دیکھا تو بیٹھک اشخاص سے بھری ہوئی تھی۔ سوچتے رہے کہ کس کو دوں اور کس کو نہ دوں۔ آخر یہ سوچ کر کہ خاص خاص حضرات کو پلا دیتا ہوں، دہلیز پر بیٹھ گئے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا مولوی شریف حسین! ایک طرف سے پلانا شروع کر دو۔ وہ پریشان تو ہوئے لیکن تعمیل ارشاد میں داہنے ہاتھ سے تقسیم کرنا شروع کر دی۔ تقریباً ۲۵ آدمی مجمع میں موجود

تھے سب نے چائے پی لی تو برتن کھول کر دیکھا تو اس میں ابھی چائے موجود تھی اور یہ برتن صرف چھ پیالی کا تھا۔

دھوپ گھڑی ملانے کا واقعہ

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ روزانہ ۱۲ بجے دوپہر کو حجرہ کی گھڑیاں دھوپ گھڑی سے ملاتے تھے۔ ایک دفعہ ایسا ہوا کہ متواتر کئی دن ابر محیط رہا اور دھوپ نہ نکلی۔ جس دن دھوپ نکلی تو اس طرح کہ کبھی دھوپ کبھی بادل۔ حضرت رحمہ اللہ بارہ بجے سے کچھ قبل گھر سے تشریف لائے اور مولوی علی رضا رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ جب بارہ بجیں تو مجھے خبر کرنا اور خود قریب ہی ایک جگہ لیٹ گئے۔ جب وہ آئے تو دھوپ تھی لیکن جس وقت سایہ (۱۲ بجے کے) خط کے قریب پہنچنے لگا تو دفعتاً ایک بہت بڑا بادل سورج پر چھا گیا۔ گھبرا کر عرض کیا گیا کہ حضرت دھوپ چھپ گئی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اٹھ کر دھوپ گھڑی کے پاس آگئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا آنا تھا کہ بادل درمیان سے پھٹ گیا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ نے گھڑی ملا لی۔

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فقیہ وقت تھے ایک آدمی حج سے واپس آیا اور وہاں سے کچھ کپڑا لایا اس نے وہ کپڑا حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کیا حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے جب اسے لیا تو اسے چوما اور اپنے اوپر رکھ لیا جیسے بڑی عزت والی کوئی چیز ہو طلبا بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے عرض کیا حضرت یہ تو فلاں ملک کا کپڑا ہے مدینہ کے لوگ خرید کر آگے فروخت کرتے ہیں فرمایا میں تسلیم کرتا ہوں کہ یہ مدینہ کا بنا ہوا نہیں ہے مگر میں تو اس لیے اس کی عزت کرتا ہوں کہ اسے مدینے کی ہوا لگی ہوئی ہے۔

ایک آدمی حج سے واپس آیا اور اس نے تین کھجوریں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بھیجیں، آپ رحمۃ اللہ علیہ کو جب ملیں تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ہتھیلی پر وہ کھجوریں ایسے رکھیں جیسے دنیا کی دولت آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ہتھیلی میں سمٹ آئی ہو۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک

شاگرد کو بلایا اور فرمایا کہ ہمارے جو قریبی ملنے جلنے والے ہیں ذرا ان کے ناموں کی فہرست تیار کر دینا اس نے فہرست بنائی تو پچاس سے زیادہ نام ہوئے فرمایا ان تینوں کھجوروں کے ناموں کی تعداد کے برابر حصے کردو چناں چہ اتنے حصے کیے گئے چھوٹے چھوٹے حصے بنے، فرمایا: ایک ایک حصہ ہر میرے دوست کو دے دو ایسے معلوم ہوتا تھا جیسے کچھ ہیرے اور موتی آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ لگ گئے ہیں، جو اپنے دوستوں کو پیش کر رہے ہیں ایک شاگرد نے کہا حضرت! اتنے چھوٹے حصے سے کیا بنے گا؟ اس کی یہ بات سن کر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا رنگ سرخ ہو گیا اور فرمایا کہ مدینہ کی کھجور ہو اور تو اس حصے کو چھوٹا کہے چناں چہ کتنے ہی دنوں تک اس سے بولنا چھوڑ دیا۔

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ حضرت امداد اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ حضرت امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچے اور کہنے لگے، حضرت! اوراد و اشغال والا کام تو ہم سے ہوتا نہیں حضرت رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اچھا نہ کرنا، مگر ہم یہ کہتے ہیں تین دن اور تین راتیں یہاں ٹھہر جاؤ، کہنے لگے حضرت! ٹھیک ہے تین راتیں ٹھہروں گا مگر تہجد میں مجھ سے نہیں اٹھا جائے گا، جی کرے گا تو اٹھوں گا ورنہ نہیں حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یہ بھی ٹھیک ہے شاگرد کو بلا کر کہا کہ رشید احمد کی چارپائی میری چارپائی کے قریب ڈال دینا۔

رات کو حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اٹھے 'لا الــہ الا اللہ کا ورد کرنا شروع کر دیا' حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میری آنکھ کھلی، مجھے اتنا مزہ آیا کہ میں نے بھی اٹھ کر تہجد پڑھی اور پاس بیٹھ کر لا الــہ الا اللہ کی ضرب لگانا شروع کر دی تین دن کے لیے رکے تھے، مگر تیس دن تک وہاں ٹھہرے رہے جب وہاں سے رخصت ہونے لگے تو حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو اجازت و خلافت عطا فرما دی، یہ ہے صحبت و ذکر کا اثر اور فائدہ کہ چند دن میں خلعت خلافت سے سرفراز ہو گئے۔

آہ......تکبیر تحریمہ فوت ہوگئی

ایک مرتبہ مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ دارالعلوم دیو بند کے سالانہ جلسہ میں تشریف لائے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا' بیان کے بعد دعا ہوگئی اور ساتھ ہی نماز کے لیے اذان ہوگئی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ باوضو تھے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ اسٹیج سے اٹھے تا کہ نماز کے لیے مسجد میں جائیں۔آگے سلام کرنے والوں کا اتنا مجمع تھا کہ انہوں نے آپ کو گھیر لیا۔اب مجمع میں بندہ بعض دفعہ ایسا گھر جاتا ہے کہ اسی کو پتہ ہوتا ہے دوسروں کو پتہ نہیں ہوتا۔بندہ سوچتا ہے کہ اب میں کروں تو کیا کروں۔اب حضرت رحمۃ اللہ علیہ چاہتے تھے کہ لوگ ہٹیں اور میں مسجد میں پہنچوں حتی کہ جب مجمع کو ہٹاتے ہوئے بری مشکل سے مسجد میں پہنچے تو جماعت کھڑی ہو چکی تھی اور امام نے ایک رکعت پڑھالی تھی حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے جماعت کے ساتھ نماز پڑھی اور بڑی حسرت کے ساتھ کہا: آج تیئس سال کے بعد تکبیر اولیٰ قضا ہوگئی۔اب اس قضا ہونے میں ان کا اپنا کوئی قصور نہیں تھا۔جلسہ گاہ کے ساتھ ہی مسجد تھی۔وہ وقت سے پہلے نماز کے لیے تیار بھی تھے اور باوضو بھی تھے۔جارہے تھے مگر اللہ کے بندے درمیان میں آگئے۔وہ جانے ہی نہیں دے رہے تھے۔اللہ اکبر! تیئس سال تک تکبیر اولیٰ کے ساتھ نماز ادا کی۔

طالبان علوم نبوت کے سامنے تواضع کی مثال

ایک مرتبہ مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ حدیث پڑھا رہے تھے کہ ایک دم بارش شروع ہوگئی۔طلبا نے اپنی کتابیں سمیٹیں اور کمرے میں بھاگ گئے۔حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے رومال بچھایا' طلبا کی جوتیاں اس میں ڈالیں اور اس کی گٹھڑی باندھ کر سر پر رکھی اور کمرے میں لے آئے۔طلبا نے دیکھا تو ان کی چیخیں نکل گئیں۔کہنے لگے: حضرت! ہم خود جوتے اٹھا لیتے۔حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا۔بچو! تم سارا دن ''قال اللہ' اور قال الرسول'' پڑھتے ہو' رشید احمد تمہارے جوتے نہ اٹھائے گا تو اور کیا کرے گا۔

شیخ طریقت کے سامنے عجز و بے کسی

حضرت حاجی امداد اللہ مکی رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ دستر خوان پر بیٹھے۔ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ بھی ساتھ تھے۔ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک پلیٹ میں دال ڈال دی اور ایک روٹی حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ میں پکڑوا دی اور فرمایا کہ وہاں پیچھے دستر خوان کے کونے پر بیٹھ کر کھالو اور خود دستر خوان پر بڑی طرح طرح کی نعمتیں کھانا شروع کر دیں۔ آج کا کوئی مرید ہوتا تو پیر سے بدظن ہو جاتا کہ اس پیر کو تو مساوات ہی نہیں آتی۔ اس پیر کو تو آداب معاشرت نہیں آتے۔ اس پیر کو تو شریعت کا پتہ ہی نہیں ہے۔ یہ بندے کو بندہ نہیں سمجھتا۔ اس کے اندر تو تکبر ہے۔ اس کے اندر عجب ہے۔ اس کے اندر دنیا کی محبت ہے۔ معلوم نہیں کیا کیا فتوے لگ جاتے۔ مگر وہ کامل تھے۔ طالب صادق تھے۔ وہ جانتے تھے کہ اس میں کوئی حکمت ہوگی۔ لہٰذا آرام سے بیٹھ کر کھانا شروع کر دیا۔ ادھر حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے کھانے میں تو بریانی اور بوٹیاں کھا رہے ہیں اور ادھر دال دی ہوئی تھی۔ تھوڑی دیر کھانا کھاتے رہے۔ تھوڑی دیر کے بعد کہا۔ میاں رشید احمد! جی تو یہ چاہتا تھا کہ تجھے ادھر جوتوں پر بٹھا دیتا کہ وہاں بیٹھ کر کھانا کھاؤ۔ مگر تم پر احسان کیا کہ تمہیں اپنے دستر خوان کے کونے پر بٹھالیا۔ یہ کہنے کے بعد حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی طرف دیکھا۔ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے مسکرا کر کہا۔ حضرت! میری اوقات تو یہی ہے کہ میں جوتوں میں بیٹھنے کے قابل نہیں تھا۔ آپ نے احسان فرمایا کہ اپنے دستر خوان کے کونے پر بٹھالیا۔ جب حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھا کہ ایسی بات کو سن کر نفس بھڑکا نہیں، چمکا نہیں۔ بلکہ عاجزی کا بول نکالا ہے تو فرمایا! الحمدللہ اب کام بن گیا ہے۔ اس امتحان کے بعد حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو نسبت القاء فرمائی۔

حضرت مولانا شیخ الہند محمود الحسن قدس سرہ

شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ ۱۲۶۸ھ بمطابق ۱۸۵۱ء کو بریلی میں پیدا ہوئے۔ آپ رحمہ اللہ کے والد ماجد مولانا ذوالفقار علی رحمۃ اللہ علیہ ایک جید عالم تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا شجرہ نسب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے جا کر ملتا ہے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن پاک کا کچھ حصہ اور ابتدائی کتابیں مولانا عبداللطیف رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھیں۔ ابھی آپ رحمۃ اللہ علیہ قدوری تہذیب وغیرہ پڑھ رہے تھے کہ ۱۲۸۳ء میں حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے دارالعلوم دیوبند قائم کیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اس مدرسہ کے پہلے طالب علم بنے۔ ۱۲۸۶ھ میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کتب صحاح ستہ کی تکمیل کر کے فارغ التحصیل ہوئے۔ حدیث میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کو مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ مولانا یعقوب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ قطب الارشاد مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ اور مولانا شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی اجازت حاصل ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو فارغ التحصیل ہونے سے پہلے ہی دارالعلوم دیوبند کا معین مدرس بنا دیا گیا۔ ابتدا میں آپ کے سپرد ابتدائی تعلیم پڑھانے کا کام کیا گیا۔ لیکن بہت جلد آپ کی علمی استعداد اور ذہانت ظاہر ہونے لگی اور رفتہ رفتہ آپ رحمۃ اللہ علیہ مسلم شریف اور بخاری شریف کی تدریس تک جا پہنچے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا زمانہ تدریس چوالیس سال سے زائد ہے۔ اس عرصہ میں اطراف اکناف عالم میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ پھیل گئے جن کی تعداد ہزاروں میں ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ممتاز تلامذہ میں مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ، علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ، مفتی کفایت اللہ دہلوی، رحمۃ اللہ علیہ مولانا اصغر حسین دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا اعزاز علی رحمۃ اللہ علیہ مولانا حبیب الرحمٰن عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا عبدالسمیع رحمۃ اللہ علیہ جیسے مشاہیر علم وفضل شامل ہے۔

آپ رحمہ اللہ شروع سے ہی نیک نیت اور نیک فطرت تھے۔ اس کے ساتھ مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی محبت اور صحبت اور مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی توجہات نے آپ رحمہ اللہ کو روحانیت کے عرش پر بٹھا دیا تھا۔ شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی قدس سرہ نے آپ رحمہ اللہ کے کمالات علمیہ و روحانیہ سے خوش ہوکر دستار خلافت اور اجازت نامہ بیعت عنایت فرمایا۔ دربار رشیدیہ سے بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کو یہ نعمت حاصل ہوئی۔ حاصل یہ کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ علم نبوت، شریعت، طریقت اور روحانیت کے مجمع البحرین ہی نہیں بلکہ مجمع البحار تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اگرچہ اکثر اوقات تعلیم و تعلم اور تصنیف وتالیف اور مطالعہ کتب میں مصروف رہتے لیکن اوراد و وظائف، ذکر و مراقبہ، اور صلوۃ اللیل پر بھی ہر حالت سفر و حضر حتی کہ مالٹا کی طوفانی برفباری میں بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کے معمولات میں فرق نہ آتا تھا۔

انگریزوں کے خلاف تحریک آزادی کے مشن کو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کافی آگے تک بڑھایا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ عسکری بنیادوں پر مسلمانوں کو منظم کرکے انگریزوں کے خلاف جہاد کرنا چاہتے تھے۔ اس ضمن میں آپ رحمہ اللہ نے تحریک ریشمی رومال شروع کی جس کا مرکز آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کابل کو بنایا۔ اپنوں کی سازش اور ریشہ دوانیوں سے یہ تحریک کامیاب نہ ہوسکی تاہم اس نے مسلمانوں میں بیداری کی روح پھونک دی۔ ۱۳۳۵ء میں انگریزوں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو گرفتار کرکے مالٹا پہنچادیا۔ ۱۳۳۸ھ میں وہاں سے رہا ہوئے اور ہندوستان آئے ان دنوں تحریک خلافت عروج پر تھی باوجود عمر میں زیادتی اور بیماری کے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس تحریک میں بھرپور حصہ لیا لہٰذا بیماری میں اور اضافہ ہوگیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۸ ربیع الاول ۱۳۳۹ھ کو دیوبند میں انتقال فرمایا۔ اللہ آپ پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے۔

علم میں پختگی

ایک مرتبہ حضرت مولانا محمود الحسن صاحب دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ مرادآباد کے جلسہ میں تشریف لے گئے۔ لوگوں نے وعظ کے لیے اصرار کیا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے عذر کیا کہ مجھے عادت نہیں مگر لوگوں نے نہ مانا۔ آخر آپ رحمۃ اللہ علیہ کھڑے ہوگئے اور حدیث فَقِیْہٌ وَاحِدٌ اَشَدُّ

عَلَى الشَّيْطٰنِ مِنَ اَلْفِ عَابِدٍ پڑھی اور اس کا ترجمہ یہ کیا ''ایک عالم شیطان پر ہزار عابد سے بھاری ہے'' وہاں ایک مشہور عالم تھے وہ کھڑے ہوئے اور کہا کہ یہ ترجمہ غلط ہے اور جس کو صحیح ترجمہ بھی کرنا نہ آئے تو اس کو وعظ کہنا جائز نہیں۔ پس مولانا فوراً بیٹھ گئے اور فرمایا، میں تو پہلے ہی کہتا تھا کہ مجھے وعظ کی لیاقت نہیں ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، خیر اب میرے عذر کی دلیل ہوگئی یعنی آپ کی شہادت مگر ان لوگوں نے عذر نہ مانا اور وعظ کا اصرار کیا۔ چناں چہ آپ رحمہ اللہ نے پرتاثیر وعظ فرمایا۔ فراغت پر حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ان صاحب سے بطرز استفادہ پوچھا، غلطی کیا ہے؟ تاکہ آئندہ بچوں انہوں نے فرمایا کہ اشد کا ترجمہ اثقل نہیں بلکہ اضر آتا ہے۔ مولانا رحمہ اللہ نے فوراً فرمایا کہ حدیث وحی میں ہے۔ يَاتِيْنِيْ مِثْلَ صَلْصَلَةَ الْجَرْسِ وَهُوَ اَشَدُّ '(وحی مجھ پر مثل گھنٹی کی آواز کے نازل ہوتی ہے اور وہ مجھ پر بھاری ہوتی ہے) کیا یہاں بھی اضر کے معنی ہیں؟ اس پر وہ عالم دم بخود ہو گئے۔

عاقبت کا خوف

حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ جس وقت مالٹا میں قید تھے ایک روز بیٹھے ہوئے رو رہے تھے ساتھیوں نے پوچھا، کیا حضرت گھبرا گئے ہیں؟ یہ لوگ سمجھے کہ گھربار یاد آ رہا ہوگا یا جان جانے کا خوف ہوگا۔ لیکن آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو جواب میں فرمایا کہ میں گھربار یاد آنے کی وجہ سے نہیں رو رہا ہوں بلکہ اس وجہ سے رو رہا ہوں کہ ہم جو کچھ کر رہے ہیں یہ مقبول بھی ہے یا نہیں۔

عیسائی پادری سے مناظرہ

حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ ایک مرتبہ ایک انگریز عیسائی مناظر دیوبند آیا۔ دیوبند کے اسٹیشن کے قریب ایک باغ میں اس کا قیام ہوا۔ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کو علم ہوا تو آپ رحمہ اللہ مناظرے کے لیے تشریف لے گئے۔ وہ عیسائی مناظر کہنے لگا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کلمۃ اللہ تھے۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے کھڑے ہو کر فرمایا کہ کلمۃ اللہ کسے کہتے ہیں؟ اور اس کی کتنی اقسام ہیں؟ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کونسی قسم میں داخل تھے؟

بس اس کے ہوش وحواس اڑ گئے۔ بار بار یہی کہتا جاتا تھا کہ کلمۃ اللہ تھے۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے کونسا کلمہ؟ کلمہ تو بہت قسم کا ہوتا ہے۔ جب یہ نہ بتا سکا اور اس کی میم صاحبہ نے خیمہ میں سے دیکھا کہ یہ تو جواب نہیں دے سکتا تو پرچہ بھیج دیا کہ مناظرہ بند کر دو۔ یہ عورتوں کے تابع ہوتے ہیں۔ مناظرہ چھوڑ کر چلا گیا۔ حضرت رحمہ اللہ نے مزاحاً فرمایا کہ یہ لوگ مادیات ہی میں چلتے ہیں، نریات میں خاک بھی نہیں چلتے۔

دو اہم ترین سبق

حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ مالٹا کی قید سے واپس آنے کے بعد ایک رات بعد نماز عشاء دارالعلوم دیوبند میں تشریف فرماتھے۔ علماء کا بڑا مجمع سامنے تھا۔ اس وقت فرمایا کہ ہم نے تو مالٹا کی زندگی میں دو سبق سیکھے ہیں یہ الفاظ سن کر سارا مجمع ہمہ تن گوش ہو گیا کہ اس استاذ العلماء درویش نے ۸۰ سال علماء کو درس دینے کے بعد آخر عمر میں جو سبق سیکھے ہیں وہ کیا ہیں؟ فرمایا کہ میں نے جہاں تک جیل کی تنہائیوں میں اس پر غور کیا کہ پوری دنیا میں مسلمان دینی اور دنیوی ہر لحاظ سے کیوں تباہ ہو رہے ہیں تو اس کے دو سبب معلوم ہوئے۔

① ......ان کا قرآن مجید کو چھوڑ دینا۔

② ......آپس کے اختلافات اور خانہ جنگی۔

اس لیے میں وہاں سے یہ عزم لے کر آیا ہوں کہ اپنی باقی زندگی اسی کام میں صرف کروں کہ قرآن کریم کو لفظاً اور معناً عام کیا جائے۔ بچوں کے لیے لفظی تعلیم اور بڑوں کو عمومی درس قرآن کی صورت میں اس کے معانی سے روشناس کرایا جائے اور قرآن کی تعلیمات پر عمل کے لیے آمادہ کیا جائے اور مسلمانوں کے باہمی جنگ و جدال کو ہرگز برداشت نہ کیا جائے' قرآن پر عمل ہو تو خانہ جنگی کی نوبت نہیں آئے گی۔

محبوب شے کی قربانی

حضرت اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے نام پر جہاں تک ہو سکے عمدہ جانور

ذبح کرو جس کو ذبح کر کے کچھ تو دل دکھے۔ جیسا کہ اپنی جان کو پیش کرتے یا بیٹے کو ذبح کرتے تو دل دکھتا۔ اب تو ویسا کہاں دکھے گا؟ لیکن کچھ تو مال ایسا ہو کہ جس کو ذبح کر کے دل پر کچھ چوٹ لگے۔ حق تعالیٰ فرماتے ہیں "لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ" کامل نیکی تم کو اس وقت تک حاصل نہیں ہوگی جب تک کہ محبوب اشیاء کو خرچ نہ کرو"

انفاق محبوب کی صورت ایسی ہوتی ہے کہ جیسے شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بار قربانی کی تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے قربانی سے کئی مہینے پہلے ایک گائے خریدی اس کو خوب کھلایا پلایا اور عصر کے بعد جنگل میں اپنے ساتھ لے جا کر دوڑایا کرتے تھے۔ قربانی تک وہ اتنی تیار ہوگئی کہ ارزانی کے اس زمانے میں بھی قصائی اس کی قیمت ۸۰ روپے دے رہے تھے مگر مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے کسی کو نہ دی اور قربانی کے دن ذبح کیا۔ جب ذبح ہوئی تو مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے دل پر اثر ہوا اور آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ کچھ عرصہ تک ساتھ رکھنے کی وجہ سے اور پرورش کرنے کی وجہ سے اس کے ساتھ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو محبت ہوگئی تھی۔ چناں چہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے محبوب چیز کی قربانی دے کر نیکی کا اعلیٰ مرتبہ حاصل کیا۔

اتباع سنت

حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ وتروں کے بعد بیٹھ کر دو رکعت پڑھتے تھے۔ کسی شاگرد نے عرض کیا، حضرت! بیٹھ کر نوافل پڑھنے کا ثواب تو آدھا ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہاں بھائی! یہ تو مجھے معلوم ہے مگر بیٹھ کر پڑھنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اس لیے سنت عمل کو اپنایا ہے۔ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کا معمول رمضان میں تراویح کے بعد سے صبح تک قرآن پاک سننے کا تھا حافظ بدلتے رہتے اور حضرت رحمہ اللہ اخیر تک کھڑے ہو کر نماز پڑھتے تھے جس کی وجہ سے کبھی کبھی پاؤں پر ورم بھی آ جاتا تھا۔ تو اس پر خوش ہوتے کہ حَتّٰى يَتَوَرَّمَتْ قَدَمَاهُ کی سنت کی موافقت نصیب ہوگئی۔

معمولات کی پابندی

زمانہ نظر بندی میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ اکثر توجہ الی اللہ میں خاموش رہتے یا تسبیح اور ذکر اللہ میں مشغول رہتے، عشا کی نماز کے بعد تھوڑی دیر اپنے وظائف پڑھتے پھر آرام فرماتے اور دو بجے کے قریب سخت سردی میں اٹھ کر ٹھنڈے پانی سے وضو کر کے نماز تہجد میں مصروف ہو جاتے۔ نماز تہجد کے بعد اپنی چارپائی پہ بیٹھ کر صبح صادق تک مراقبہ اور ذکر خفی میں مشغول رہتے جب کہ مالٹا کی سردی مشہور و معروف ہے۔

دنیاداروں سے بے رغبتی

حضرت شیخ الہند نور اللہ مرقدہ کے متعلق حضرت اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ حضرت مولانا محمود الحسن رحمۃ اللہ علیہ میں اور کمالات کے علاوہ ایک عجیب بات یہ تھی کہ امراء سے ذرہ برابر دلچسپی نہ تھی۔ جب تک کوئی امیر پاس بیٹھا رہتا اس وقت تک حضرت رحمہ اللہ کے دل پر انقباض رہتا۔ نواب یوسف علی خان رحمۃ اللہ علیہ کو میں بعضے بزرگوں کی طرف زیادہ متوجہ کرتا تھا۔ مگر ان کو حضرت مولانا محمود الحسن رحمہ اللہ کی طرف زیادہ میلان تھا۔ میں نے ایک روز نواب صاحب سے دریافت کیا کہ میں آپ کو اور بزرگوں کی طرف متوجہ کرتا ہوں اور آپ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی طرف ہو گئے ہیں۔ اس کی کیا خاص وجہ ہے؟ کہنے لگے کہ جس جگہ میں جاتا ہوں تو وہ میرے جانے سے خوش ہوتے ہیں اور بہت زیادہ خاطر تواضع کرتے ہیں لیکن جب شیخ الہند رحمہ اللہ کے پاس جاتا ہوں تو مولانا رحمۃ اللہ علیہ مجھ سے طبعاً ایسی نفرت کرتے ہیں جیسے کسی کو گندگی سے بو آتی ہو۔ میں اس سے یہ سمجھتا ہوں کہ وہاں دین ہے اور خالص دین ہے، دنیا بالکل نہیں ہے، اس لیے میں ان کا معتقد ہوں۔

تواضع اور انکساری

مولانا مفتی محمود الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بروایت مولانا قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ مہتمم دارالعلوم دیوبند نے ایک واقعہ سنایا کہ جب حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ سفر حجاز کے لیے تشریف

لے جارہے تھے اور وہاں سے گرفتار ہو کر مالٹا گئے تو اس وقت کی بات ہے کہ ہمارے مکان پر تشریف لائے۔ دادی صاحبہ (اہلیہ محترم حضرت مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ) کی خدمت میں عرض کیا کہ اماں جی میں نے آپ کی کوئی خدمت نہیں کی، بہت شرمندہ ہوں اب سفر پر جارہا ہوں ذرا حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا جوتا دے دیجیے۔ انہوں نے پس پردہ سے جوتا آگے بڑھا دیا۔ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو لے کر اپنے سر پر رکھا اور روتے رہے اور کہتے رہے کہ یا اللہ! میری کوتاہیوں کو معاف فرما دیجیے۔

محبت شیخ

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ پان نہیں کھایا کرتے تھے لیکن اگلدان پاس رہتا تھا۔ کبھی کبھار کھانسی وغیرہ کی وجہ سے بلغم اس میں ڈالتے تھے جو سوکھ بھی جاتا تھا۔ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ اس اگلدان کو بہت چپکے سے کہ کوئی نہ دیکھے، اٹھایا اور باہر لے جا کر اس کو دھو کر پی لیا۔ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے شیخ سے وہ عاشقانہ اور والہانہ تعلق تھا جس کو ترقی باطن میں ہزار اذکار اور ریاضتوں کے زیادہ دخل ہے۔ اس ضمن میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی کیفیت یہ تھی کہ ؎

انبساط عید دیدن روئے تو
عیدگاہ ما غریباں کوئے تو
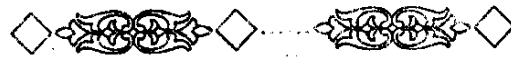
علامہ محمد انور شاہ محدث کشمیری رحمۃ اللہ علیہ

امام العصر علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ ۲۷ شوال المکرم ۱۲۹۲ھ کو بوقت صبح اپنے علاقہ لولاب، کشمیر میں پیدا ہوئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے والد مولانا معظم شاہ رحمۃ اللہ علیہ بڑے عالم ربانی، زاہد و عابد اور کشمیر کے مشہور خاندانی پیر و مرشد تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ نسب حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان سے جا کر ملتا ہے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے چار پانچ سال کی عمر میں اپنے والد ماجد سے قرآن پاک پڑھنا شروع کیا اور چھ برس کی عمر تک قرآن پاک کے علاوہ متعدد فارسی رسائل بھی ختم کر لیے۔ پھر مولانا غلام محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے فارسی و عربی کی تعلیم حاصل کی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ بچپن میں ہی بے حد ذہین اور فطین تھے۔ تین سال تک آپ رحمۃ اللہ علیہ ہزارہ و سرحد کے متعدد علما اور صلحا کی خدمت میں رہ کر علوم عربیہ کی تکمیل فرماتے رہے۔ پھر جب علوم فنون کی پیاس وہاں بجھتی نظر نہ آئی تو ہندوستان کے مرکز دارالعلوم دیوبند کی شہرت سن کر ۱۳۰۷ھ میں ہزارہ سے دیوبند تشریف لے آئے۔ چار سال وہاں رہ کر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے وہاں کے مشاہیر علما کرام سے علمی، عملی اور باطنی فیض حاصل کیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اساتذہ کرام میں شیخ الہند مولانا محمود الحسن، حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری، مولانا اسحاق امرتسری مہاجر مدنی اور مولانا غلام رسول ہزاروی رحمہم اللہ تعالیٰ جیسی شخصیات شامل ہیں۔ دیوبند سے فارغ ہونے کے بعد قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہ کی خدمت میں گنگوہ پہنچے۔ وہاں سے سند حدیث حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ فیوضات باطنی بھی حاصل کیے۔ پھر تین چار سال دہلی میں مدرسہ امینیہ میں مدرس اول رہے بعد ازاں کشمیر واپس تشریف

لے گئے وہاں بھی تدریسی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ ۱۳۲۳ھ میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کشمیر کی بعض مشاہیر علما کی رفاقت میں حج بھی کیا۔ سفرِ حج میں طرابلس، بصرہ اور مصر و شام کے جلیل القدر علما نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی بہت عزت کی اور سب نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خداداد لیاقت واستبداد کو دیکھ کر سندات حدیث عطا کیں۔ تین سال کشمیر میں رہنے کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ دارالعلوم دیوبند تشریف لائے اور وہاں مدرس مقرر ہوئے۔ سالہا سال وہاں تدریسی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ اس دوران آپ رحمۃ اللہ علیہ نے وہاں کے اساتذہ کرام اور مدرسین کے ساتھ عجیب علمی اور تحقیقی ماحول قائم کیا۔ شیخ الہند مولانا محمود الحسن رحمۃ اللہ علیہ کے حجاز مقدس تشریف لے جانے کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ وہاں کے صدر مدرس مقرر ہوئے۔ ۱۳۴۵ھ تک آپ رحمۃ اللہ علیہ دارالعلوم دیوبند کے صدر مدرس کی حیثیت سے درس حدیث دیتے رہے۔ اس کے بعد جامعہ اسلامیہ ڈابھیل تشریف لے گئے۔ ۱۳۵۱ھ تک وہیں درس حدیث دیتے رہے۔ ۲ صفر المظفر ۱۳۵۲ھ کو آخری شب ساٹھ سال کی عمر میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے دیوبند میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔

علمی استفادہ

ایک مرتبہ حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ، انجمن خدام الدین کے کسی سالانہ اجتماع میں شرکت کی غرض سے لاہور تشریف لائے تو ڈاکٹر علامہ اقبال رحمہ اللہ خود ملاقات کے لیے حضرت موصوف رحمۃ اللہ علیہ کی قیام گاہ پر آئے اور انہیں اپنے ہاں کھانے پر مدعو کیا۔ دعوت کا صرف بہانہ تھا ورنہ اصل مقصد علمی استفادہ کرنا تھا۔ ڈاکٹر علامہ اقبال رحمہ اللہ کی یہ عادت تھی کہ جب وہ کسی اسلامی مسئلہ پر کسی بڑے عالم سے گفتگو کرتے تھے تو بالکل ایک طالب علمانہ انداز سے کرتے تھے، مسئلہ کے ایک ایک پہلو کو سامنے لاتے اور اس پر اپنے شکوک وشبہات کو بے تکلفانہ بیان کرتے تھے، چناں چہ کھانے سے فراغت پا کر انہوں نے ایسا ہی کیا۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ڈاکٹر صاحب رحمہ اللہ کے شکوک وشبہات اور اعتراضات کو بڑے صبر وسکون کے ساتھ سنا اور اس کے بعد ایک ایسی جامع اور مدلل

تقریر کی کہ ڈاکٹر صاحب کو ان دو مسئلوں پر کلی اطمینان نصیب ہو گیا اور کچھ بھی خلش ان کے دل میں باقی نہ رہی۔ اس کے بعد انہوں نے ختم نبوت پر وہ لیکچر تیار کیا جو ان کے چھ لیکچرز کے مجموعہ میں شامل ہے اور قادیانی تحریک پر وہ ہنگامہ آفرین مقالہ سپرد قلم فرمایا جس نے انگریزی اخبارات میں شائع ہو کر پنجاب میں فضا میں تلاطم برپا کر دیا تھا۔

بے مثال حافظہ

حضرت کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کو قدرت نے بے نظیر حافظہ عطا فرمایا تھا۔ کسی فن کی کسی کتاب کو شروع سے آخر تک ایک دفعہ مطالعہ کر لیتے اور جب کبھی سالہا سال کے بعد اسکے متعلق کوئی بات چھڑتی تو اس کتاب کے مندرجات کو اس طرح حوالوں کے ساتھ بیان فرما دیتے کہ سننے والے ششدر و حیران رہ جاتے۔ ایک کتاب کے اگر پانچ پانچ یا دس دس حواشی بھی ہوتے تو وہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو یاد ہوتے تھے۔ حوالہ جات کتب صحیحہ مع جلد وصفحات آپ رحمۃ اللہ علیہ کو ایک ہی دفعہ مطالعہ سے ذہن نشین ہو جاتے تھے اور جس وقت کسی اہم علمی مسئلہ پر تقریر فرماتے تھے تو بیشمار کتابوں کے حوالے بلا تکلف دیتے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی قوت حافظہ ان منکرین حدیث کے لیے گویا زندہ جاوید ثبوت تھا جو محدثین کے حافظہ پر اعتماد نہ کرتے ہوئے ذخیرہ حدیث کو مشتبہ نظروں سے دیکھتے ہیں۔ شیخ الاسلام حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مجھ سے حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے، میں جب کسی کتاب کا سرسری نظر سے مطالعہ کرتا ہوں اور اس کے مباحث کو محفوظ رکھنے کا ارادہ بھی نہیں ہوتا تب بھی پندرہ سال تک اس کے مضامین مجھے محفوظ ہو جاتے ہیں''

مسئلے کا فوری حل

کشمیر میں ایک دفعہ علما کے درمیان اختلاف ہوا اور ہر ایک کا جواب دوسرے سے مختلف رہا۔ اسی دوران میں حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی کشمیر تشریف لائے۔ فریقین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کرنے کے لیے حاضر ہوئے اور دونوں نے مختلف فیہ مسئلہ

کو آپ رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے پیش کیا۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا محمد یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کہ میں نے فتاویٰ عماریہ کے "مخطوطہ" کا دارالعلوم کے کتب خانہ میں مطالعہ کیا ہے، اس میں یہ عبارت ہرگز موجود نہیں۔ یہ لوگ تصحیف کر رہے ہیں یا تدلیس اس پر حاضرین متحیر ہوئے اور مستدلین مبہوت ہو کر رہ گئے۔

حافظہ کی دعا

کئی ایک بزرگوں سے سنا کہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بعض دفعہ فرمایا کرتے تھے کہ ایک شخص کعبۃ اللہ کے غلاف کو پکڑ کر دعا کر رہا تھا کہ خداوند تعالیٰ! مجھے ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا حافظہ عطا فرما۔ اس کی دعا قبول کی گئی۔ حضرت مولانا محمد عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ شیخ الحدیث جامعہ رشیدیہ ساہیوال نے فرمایا کہ یہ شخص خود شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ یہ بات بطور تحدیث نعمت ان کی زبان پر آ جاتی تھی۔ مگر اپنے نام کا اخفا کر جاتے تھے۔ حضرت مولانا حبیب الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ مہتمم دارالعلوم دیوبند ہمیشہ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ علیہ کو چلتا پھرتا کتب خانہ فرمایا کرتے تھے۔ حضرت مولانا میاں اصغر حسین رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے جب مسئلہ فقہ میں کوئی دشواری پیش آتی ہے تو کتب خانہ دارالعلوم کی طرف رُجوع کرتا ہوں اگر کوئی چیز مل گئی تو فبہا ورنہ پھر حضرت سے رجوع کرتا ہوں۔ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو جواب دیتے میں اسے آخری اور تحقیقی پاتا ہوں اور اگر حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کبھی یہ فرمایا کہ میں نے کتابوں میں یہ مسئلہ نہیں دیکھا تو مجھے یقین ہوتا ہے کہ اب یہ مسئلہ کہیں نہیں ملے گا اور تحقیق کے بعد ایسا ہی ثابت ہوتا ہے۔

علم کی قبر......!!

مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حافظہ کا یہ عالم تھا کہ جو ایک مرتبہ دیکھ لیا یا ایک مرتبہ سن لیا وہ ضائع ہونے سے محفوظ اور مامون ہو گیا گویا کہ اپنے زمانہ کے زہری رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ امام زہری رحمۃ اللہ علیہ جب مدینہ منورہ

کے بازار سے گزرتے تو کانوں میں انگلیاں دے لیتے۔ کسی نے پوچھا کہ آپ کیا کرتے ہیں؟ فرمایا کہ میرے کانوں میں جو داخل ہو جاتا ہے وہ نکلتا نہیں۔ اس لیے بازار سے گزرتے وقت کانوں میں انگلیاں دے لیتا ہوں تاکہ بازار کی خرافات میرے کانوں میں داخل نہ ہوسکیں۔ مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ ایک دفعہ دیوبند کے قبرستان میں پھر رہے تھے فرمایا کہ میں علم کی قبر کے پاس پھر رہا ہوں۔ یہ قبر حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تھی مطالعہ کے سلسلہ میں فنون عصریہ، فلسفہ، جدید، ہیئت جدید حتیٰ کہ فن رمل اور جفر کی کتابوں کو بھی بغیر مطالعہ کے نہ چھوڑا۔

علم کا ادب

حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کے ادب علم کا یہ عالم تھا کہ خود ہی فرمایا کہ میں کتاب کو مطالعہ کے وقت اپنے تابع کبھی نہ کرتا بلکہ ہمیشہ خود کتاب کے تابع ہو کر مطالعہ کرتا ہوں۔ مطلب یہ کہ اگر کسی کتاب پر حاشیہ ٹیڑھا یا ترچھا ہوتا تو بجائے اس کے کہ کتاب کو حاشیہ کے مطابق پھیر لیں کتاب کو بغیر ہلائے آپ رحمۃ اللہ علیہ اس طرح گھوم جاتے تھے جیسے پروانہ شمع کے گرد گردش کر رہا ہو۔ چناں چہ کبھی نہیں دیکھا گیا کہ لیٹ کر مطالعہ کرتے ہوں، یا کتاب پر کہنی ٹیک کر مطالعہ میں مشغول ہوں۔ بلکہ کتاب کو سامنے رکھ کر مؤدب انداز سے بیٹھتے۔ گویا کسی شیخ کے آگے بیٹھے ہوئے استفادہ کر رہے ہوں۔ گویا مشہور مقولہ کے مطابق کہ "علم اپنا بعض بھی کسی کو نہیں دیتا جب تک اپنا کل اس کے حوالے نہ کر دیا جائے" ایک دفعہ فرمایا کہ میں نے ہوش سنبھالنے کے بعد سے اب تک دینیات کی کسی کتاب کا مطالعہ بے وضو نہیں کیا۔ سبحان اللہ

ایک پیر کی توجہ کا واقعہ

اپنے بارے میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ایک واقعہ سناتے ہوئے فرمایا کہ ایک دفعہ میں کشمیر سے چلا، راستہ میں کافی مسافت گھوڑے پر سوار ہو کر طے کرنا پڑتی تھی۔ راستہ میں ایک

صاحب کا ساتھ ہو گیا۔ یہ پنجاب کے ایک مشہور پیر رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ یہ مجھ سے اپنے پیر کے کمالات و کرامات کا تذکرہ کرتے رہے۔ ان کی خواہش اور ترغیب یہ تھی کہ میں بھی ان پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوں اور اتفاق سے وہ مقام میرے راستے میں ہی پڑتا تھا۔ میں نے بھی ارادہ کر لیا۔ جب ہم دونوں پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ پر پہنچے تو ان صاحب نے کہا کہ نئے آدمیوں کو اندر حاضر ہونے کے لیے اجازت کی ضرورت ہوتی ہے۔ چناں چہ وہ اندر تشریف لے گئے اور ان بزرگ نے اطلاع پا کر خود اپنے صاحبزادے کو مجھے لینے کے لیے بھیجا اور اکرام سے پیش آئے۔ خود ایک تخت پر بیٹھے ہوئے تھے۔ باقی سب مریدین و طالبین نیچے فرش پر تھے۔ مگر مجھے اصرار سے اپنے ساتھ تخت پر بٹھایا، کچھ باتیں ہوئیں۔ اس کے بعد اپنے مریدین کی طرف متوجہ ہوئے اور اپنے طریقہ پر ان پر توجہ ڈالنی شروع کی۔ اور اس کے اثر سے وہ بے ہوش ہو ہو کر لوٹنے اور تڑپنے لگے، میں یہ سب دیکھتا رہا۔ پھر میں نے کہا، میرا جی چاہتا ہے کہ اگر مجھ پر بھی یہ حالت طاری ہو سکے تو مجھ پر بھی توجہ فرمائیں۔ انہوں نے توجہ دینا شروع کی۔ اور میں اللہ تعالیٰ کے ایک اسم پاک کا مراقبہ کر کے بیٹھ گیا۔ بے چاروں نے بہت زور لگایا اور بہت محنت کی لیکن مجھ پر کچھ اثر بھی نہیں ہوا۔ کچھ دیر بعد انہوں نے خود ہی فرمایا کہ آپ پر اثر نہیں پڑ سکتا۔

چہرے پر انوارات

حضرت مولانا محمد انوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ حضرت کشمیری رحمۃ اللہ علیہ بہاولپور شہر میں جامع مسجد و دیگر مقامات پر قادیانیت کے خلاف تقریر کرنے کے لیے علماء کو بھیجتے رہتے تھے۔ دو دفعہ اس احقر کو بھی بھیجا۔ ان ایام میں اس قدر حضرت کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے چہرہ مبارکہ پر انوار کی بارش ہوتی رہتی تھی۔ ہر شخص اس کو محسوس کرتا تھا۔ احقر نے بارہا دیکھا کہ اندھیرے کمرے میں مراقبہ فرما رہے ہیں لیکن روشنی ایسی جیسے بجلی کے قمقمے روشن ہوں حالاں کہ اس وقت بجلی گلی میں ہوتی تھی۔

تنہائی میں ملاقات سے انکار

ایک مرتبہ حیدرآباد کے مولوی نواب فیض الدین صاحب ایڈووکیٹ نے حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اپنی لڑکی کی شادی میں بلایا۔ چوں کہ نواب رحمۃ اللہ علیہ اوران کے خاندان کو علمائے دیوبند کے ساتھ قدیم رابطہ اور قلبی علاقہ تھا اس لیے دوران قیام میں بعض لوگوں نے چاہا کہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور نظام کی ملاقات ہوجائے۔ حضرت رحمہ اللہ کو اس کی اطلاع ہوئی تو فرمایا ''مجھ کو ملنے میں عذر نہیں ہے لیکن اس سفر میں نہیں ملوں گا۔ کیوں کہ اس سفر کا مقصد نواب صاحب کی بچی کی تقریب میں شرکت تھا۔ اور میں اس کو خالص ہی رکھنا چاہتا ہوں۔ ہر چند لوگوں نے کوشش کی اور ادھر نظام صاحب کا بھی ارادہ تھا مگر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ رضامند نہیں ہوئے۔ اسی قیام حیدرآباد کے زمانے میں ایک روز سر اکبر حیدری کا فون آیا (جو بعد میں آسام کے گورنر بنے) کہ میں مولانا انور شاہ رحمۃ اللہ علیہ سے ملنا چاہتا ہوں۔ فرمایا کہ انہیں کہہ دیں کہ میں یہیں ہوں آجائیں۔ حیدری صاحب کو پیغام پہنچایا گیا تو انہوں نے کہا بہت اچھا میں حاضر ہوتا ہوں۔ مگر میرے آنے پر حاضرین مجلس کو اٹھا دیا جائے۔ میں تنہائی میں ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو پیغام دیا گیا تو فرمایا کہ ناممکن ہے کہ میں حیدری صاحب سے باتیں کرنے کے لیے حاضرین مجلس کو چھوڑ کر الگ جا بیٹھوں یا ان لوگوں سے میں کہوں کہ چلے جائیں۔

متانت وسنجیدگی کا واقعہ

''اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روبائی'' کے مصداق حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اعلان حق کرنے کے لیے نیز قضیہ زمین برسر زمین کی خاطر کئی دفعہ قادیان تشریف لے گئے اور وہاں پبلک جلسہ کر کے اعلاء کلمۃ الحق کا فریضہ سرانجام دیتے رہے۔ مرزائیوں نے حکام سے مل کر بہت کوششیں کی کہ ان جلسوں پر پابندی لگائی جائے مگر آپ رحمۃ اللہ علیہ جلسے میں جس متانت اور سنجیدگی کے ساتھ جلوہ گر ہوتے تھے اس کی بنا پر پابندی کا کوئی جواز نہیں تھا۔

جب قادیانی جلسہ بند کرانے میں کامیاب نہ ہوسکے تو پھر جلسہ سے قبل حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دھمکی آمیز خطوط لکھا کرتے کہ اگر تم یہاں آئے تو قتل کردیے جاؤ گے اور واپس نہ جاسکو گے۔ یہ صرف دھمکی ہی نہ ہوتی تھی بلکہ کئی دفعہ عملاً کوشش کی مگر

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

منور صورت

مولانا محمد انوری فیصل آبادی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تالیف "کمالات انوری" میں رقم طراز ہیں کہ ایک بار صبح کا اجالا پھیلنے سے پہلے آپ رحمۃ اللہ علیہ وزیر آباد کے اسٹیشن پر گاڑی کے انتظار میں تشریف رکھتے تھے۔ تلامذہ اور معتقدین کا ہجوم اردگرد جمع تھا۔ وزیر آباد اسٹیشن کا ہندو اسٹیشن ماسٹر ہاتھ میں بڑا لیمپ لیے ہوئے ادھر سے گزرا۔ حضرت کشمیری رحمۃ اللہ علیہ پر نظر پڑی تو رک گیا اور غور سے دیکھتا رہا۔ پھر بولا کہ جس مذہب کا یہ عالم ہے وہ مذہب جھوٹا نہیں ہوسکتا۔ حضرت کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر کفر سے توبہ کی اور ایمان کی دولت سے سرفراز ہوا۔ اسی طرح کا ایک اور واقعہ پنجاب میں ہی پیش آیا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی منور صورت دیکھ کر ایک غیر مسلم کو ایمان کی دولت نصیب ہوئی۔ سبحان اللہ

چہرے سے اسلام کی دعوت

مولانا محمد علی مونگیری رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت پر ایک مرتبہ حضرت کشمیری رحمۃ اللہ علیہ قادیانیت کی تردید کے لیے مونگہ تشریف لے گئے تو چند روز اجتماع میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مسلسل بیانات ہوئے تو علاقہ کا ایک بڑا ہندو سادھو پابندی سے ان اجتماعات میں شرکت کرتا۔ آخری دن اس کی زبان پر یہ کلمات بے اختیار جاری تھے کہ یہ شخص اپنے چہرے سے اسلام کی دعوت دیتا ہے۔

دارالعلوم کے صدر مدرس مولانا محمد ابراہیم بلیاوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے تھے کہ ایک بار جمعہ کے روز سردی کے زمانہ میں حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ سبز پوشاک میں ملبوس دارالعلوم سے

جامع مسجد کے لیے روانہ ہوئے۔ میری نظریں آپ رحمہ اللہ پر پڑیں تو اپنے بارے میں خود اندیشہ ہوا کہ کہیں شاہ صاحب رحمہ اللہ کو نظر نہ لگ جائے۔ حیات انور" میں مولانا منظور صاحب نعمانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ میں اور میرے ساتھ طلبا کی ایک بڑی تعداد درس حدیث میں حضرت کشمیری رحمۃ اللہ علیہ سے علمی استفادہ کے ساتھ ان کے حسن و جمال سے بھی آنکھیں ٹھنڈی کرتے۔

مظفر نگر کے مشہور طبیب حکیم فتح محمد رحمۃ اللہ علیہ جو علاقہ کے ایک نہایت تجربہ کار حکیم اور خاندانی رئیس تھے ان کا بیان ہے کہ میں بھرپور شباب میں جب کہ میرا جمال و رعنائی عروج پر تھی دہلی میں طب پڑھنے کے لیے گیا۔ حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے عربی میں میری قابلیت و استعداد کے متعلق کچھ سوالات کیے۔ ہیئت میں مزید کچھ کتابیں پڑھنے کے لیے حکم فرمایا اور یہ بھی کہ مولانا نذیر احمد رحمۃ اللہ علیہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھوں۔ میں محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو موصوف نے اپنی کبرسنی کا عذر کرتے ہوئے بتایا کہ دہلی میں ایک نو وارد عالم مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ سنہری مسجد میں پڑھاتے ہیں۔ یہاں ان کتابوں کا درس صرف وہی دے سکیں گے۔ میں سنہری مسجد میں شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے میری درخواست پر کچھ وقت عنایت فرمایا۔ سبق کے لیے حاضر ہوتا تو آپ نظریں نیچی کیے ہوئے پڑھاتے۔ دو تین سال میں میری یہ تمنا کبھی پوری نہ ہو سکی کہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نظر اٹھا کر مجھے دیکھیں۔ مرض الوفات میں مولانا مفتی عتیق الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نبض دکھانے کے لیے دیوبند لے گئے۔ میں اس تصور کے ساتھ حاضر ہوا کہ چالیس سال سے زیادہ کا عرصہ گزر گیا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ مجھے کبھی آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھا تھا اب پہچاننے کا کیا سوال؟ لیکن میری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ حاضری پر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے میرا نام، سکونت اور دہلی میں پڑھنے کی تفصیلات سنائیں۔ متحیر ہو کر میں نے عرض کیا کہ حضرت! آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے کیسے پہچانا؟ فرمایا کہ آواز سے آپ کو پہچان لیا۔ حضرت کشمیری رحمہ اللہ کا تقویٰ اس قدر

تھا کہ امارد سے بھی نظروں کی حفاظت فرماتے تھے۔

نگاہوں کی پاکیزگی

مشہور عارف باللہ مولانا عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حضرت کشمیری رحمۃ اللہ علیہ مہینوں مسجد سے باہر نہ نکلتے تھے اور کبھی ضرورت کے لیے باہر نکلنا ہوتا تو چہرے پر رومال اس طرح ڈال لیتے کہ سوائے راستہ کے گردوپیش کے کوئی چیز نظر نہ آتی۔ یہ اہتمام اس لیے تھا کہ کسی غیر محرم عورت پر نظر نہ پڑ جائے۔ اتفاقاً ایک روز مہتمم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ ہمارے گھر میں تشریف رکھتی تھی۔ مرحوم تشریف لائے اور زنان خانہ میں آنے کی اجازت چاہی۔ والدہ کو سہو ہوا اور اجنبیہ کی موجودگی کا خیال دل سے نکل گیا۔ اندر آنے کی اجازت دی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے زنان خانہ میں قدم رکھا تھا تو ان اجنبیہ پر نظر پڑنے کے ساتھ ہی استغفار پڑھتے ہوئے الٹے پاؤں باہر لوٹ گئے۔ اس اتفاقی حادثہ کی تکلیف جو کچھ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو ہوئی وہ ایک مدت تک کے لیے اہلیہ مرحومہ سے ناراضگی کی شکل اختیار کر گئی بلکہ اپنے سبق میں طلباء کے سامنے غمگین لہجہ میں فرمایا کہ بھائی! بالغ ہونے کے بعد کل بلا ارادہ مولانا طیب رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ پر نظر پڑ گئی جس کی تکلیف سوہان روح کی طرح محسوس کرتا ہوں۔

کسب حرام سے حفاظت

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے نامور شاگرد مولانا بدر عالم میرٹھی ثم مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک بار آپ رحمہ اللہ دیوبند سے سفر فرما رہے تھے اور رفیق سفر کی حیثیت سے میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ تھا۔ ریل کے جس ڈبہ میں سوار ہوئے اس میں دو خوش رو عورتیں بھی تھیں۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ جب گاڑی میں تشریف رکھتے تو اپنے منور چہرہ کی وجہ سے مرکز نگاہ بن جاتے۔ یہ عورتیں برابر آپ رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھتی رہیں اور آپ رحمۃ اللہ علیہ حسب دستور کتاب کے مطالعہ میں مستغرق رہے۔ دونوں عورتوں کے ساتھ ایک بڑا پاندان تھا۔ انہوں نے پان لگایا اور طشتری میں رکھ کر مجھے دیا کہ ان بزرگوں کو پیش کروں۔ دونوں کا اصرار اتنا بڑھا کہ ان

سے پان لینے اور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو پیش کرنے کے سوا میرے لیے کوئی چارہ نہ رہا۔ میں نے طشتری آپ رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے کر دی۔ استغراق مطالعہ میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی بے تکلف پان منہ میں رکھ لیا ابھی چند منٹ نہ گزرے تھے کہ آپ پر مسلسل متلی کی کیفیت شروع ہوگئی۔ پہلے تو مجھے خیال ہوا کہ کوئی قے آور چیز تو پان میں نہیں دے دی گئی۔ لیکن ان کے پاس موجود دوسرے پان کو خوب دیکھنے کے بعد یہ بدگمانی بھی جاتی رہی۔ میرٹھ کے اسٹیشن پر معلوم ہوا کہ دونوں کا تعلق طوائفوں سے تھا۔ اب معلوم ہوا کہ اس پاکیزہ باطن انسان کا معدہ حرام کسب کے پان کو بھی گوارہ کرنے کے لیے تیار نہیں تھا۔ اللہ اکبر مردان خدا کے ساتھ خدائے حفیظ و حافظ کا یہ حفاظتی معاملہ ہوتا تھا۔

علم کی عظمت

مولانا بدر عالم رحمۃ اللہ علیہ راوی ہیں کہ ایک مرتبہ ڈابھیل کے زمانہ قیام میں میں نے عرض کیا، آپ صاحب اہل وعیال ہیں اگر بخاری شریف کی شرح یا قرآن مجید کی تفسیر تصنیف فرمائیں تو آپ کے علوم کی حفاظت کے ساتھ آئندہ بچوں کے لیے بھی ان تصانیف سے کچھ انتظام ممکن ہے۔ اس گزارش پر آپ رحمۃ اللہ علیہ کا جواب یہ تھا کہ عمر بھر حدیث بیچ کر گزر اوقات کی۔ مولوی صاحب! کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ میرے بعد بھی میرا علم فروخت ہوتا رہے؟

حقیقت پسندی

دیوبند سے "مہاجر" کے نام سے ایک اخبار نکلتا تھا۔ اس اخبار میں نظام حیدر آباد اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات کی خبر اس جلی سرخی کے ساتھ شائع کی جارہی تھی۔

"بارگاہ خسروی میں علامہ جلیل مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی باریابی"

اخبار چھپا نہیں تھا کہ کسی طرح آپ رحمۃ اللہ علیہ کو عنوان کی اطلاع ہوگئی۔ اخبار کے منتظمین کو بلا کر خفگی کا اظہار فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ہر چند کہ میں ایک فقیر بے نوا ہوں مگر اتنا گیا گزرا ہوا بھی نہیں کہ اس طرح کے عنوانات کو برداشت کروں۔ کیسی بارگاہ خسروی؟ اور کہاں

کی باریابی؟ صرف اتنا لکھئے ”نظام حیدرآباد سے انور شاہ کی ملاقات“

کتابوں کا ادب

حضرت قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ بارہا حضرت رحمہ اللہ سے سنا کہ میں نے سات سال کی عمر کے بعد دین کی کسی کتاب کو بغیر وضو کے ہاتھ نہیں لگایا اور مطالعہ کے دوران کبھی کتاب کو اپنے تابع نہیں کیا۔ اگر کتاب میرے سامنے رکھی ہوئی ہے اور حاشیہ دوسری جانب ہے تو ایسی کبھی نوبت نہیں آئی کہ حاشیہ کی جانب کو گھما کر اپنے سامنے کر لیا بلکہ اٹھ کر اس جانب جا بیٹھا ہوں جس جانب حاشیہ ہوتا۔

کتابوں کا ادب اور تواضع کی یہ برکت تھی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو علم کی دولت سے مالا مال فرمایا۔ اپنے اساتذہ کرام کا احترام اور ان کے سامنے آپ رحمۃ اللہ علیہ پر تواضع وانکسار اس درجہ غالب رہتا کہ مولانا اعزاز علی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے روبرو شاہ صاحب رحمہ اللہ ہوتے تو اس قدر جھک جاتے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے گرنے کا اندیشہ ہوتا۔

اساتذہ کا ادب

مولانا مشیت اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے صاحبزادے حکیم محبوب الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ فاضل دیوبند کا بیان ہے کہ میں جب دیوبند پڑھتا تھا تو حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے رہائشی کمرہ میں میرا قیام تھا۔ حضرت رحمہ اللہ کو پان کی عادت تھی۔ ایک روز میں نے پان لگا کر پیش کیا تو آپ رحمہ اللہ نے منہ میں رکھا ہی تھا کہ مجھے شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ سامنے سے تشریف لاتے ہوئے نظر آئے جو کسی ضرورت سے اپنے شاگرد کے پاس تشریف لا رہے تھے۔ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت رحمہ اللہ کے آنے کی اطلاع کی گئی میں اس اضطراب کو بھول نہیں سکتا جو اس وقت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر اپنے استاد کی آمد اور منہ سے پان نکالنے کی عجلت کی صورت میں طاری تھا۔ تیزی کے ساتھ اپنے منہ کو صاف

کیا اور کمرے کے دروازے پر ایک سراپا انکسار خادم کی حیثیت سے اپنے آقا کے استقبال کے لیے کھڑے ہو گئے۔

دولت مند سے اعراض

مولانا میاں محمد سملکی رحمۃ اللہ علیہ جنہیں والد مرحوم کی زندگی میں عقیدت مندانہ نیاز کا خاص مقام حاصل تھا۔ وہ اپنے ماضی میں ایک بڑے مالدار باپ کے بیٹے تھے اپنی زندگی میں تعمیر کردہ کارخانوں کے مالک اور افریقہ میں سونے کی کان کے ٹھیکیدار رہے تھے۔ دارالعلوم دیوبند سے فراغت کے بعد جب اپنی عقیدت کی بنا پر انہوں نے علامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی طویل مدت تک رفاقت اختیار کی تو مولانا بدر عالم رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ میری وساطت سے حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا سملکی رحمۃ اللہ علیہ کو یہ پیغام پہنچایا کہ ان صاحب سے کہہ دیجیے کہ ہمارے پاس سے رخصت ہو جائیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کے ساتھ تعلق کو عام لوگ ان کی دولت مندی کا نتیجہ گردان لیں۔

علمی وقار کا اظہار

حضرت مولانا انظر شاہ رحمۃ اللہ علیہ فرزند ارجمند حضرت کشمیری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ مولانا محمد میاں سملکی رحمۃ اللہ علیہ جب دیوبند میں پڑھتے تو میری ہمشیرہ راشدہ خاتون جن کی عمر اس زمانہ میں سات آٹھ سال کی تھی اور بچیوں کے عام دستور کے مطابق اپنی گڑیا کی تقریب شادی کے انتظامات میں مصروف تھی۔ مولانا سملکی رحمۃ اللہ علیہ نے بازار سے کچھ بیش قیمت کپڑوں کے ٹکڑے گڑیا کے لیے خرید کر دیے۔ عصر کا وقت تھا، حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس وقت معمولاً اپنے مخصوص کمرہ سے باہر تشریف لائے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ وضو کر رہے تھے کہ ہمشیرہ کپڑوں کا یہ تحفہ لیے ہوئے سامنے سے گزریں۔ اشارہ سے بلا کر تحقیق حال کی اور معصوم بچی سے پوری کیفیت سننے کے بعد شدید غصہ کا اظہار فرمایا۔ الفاظ کچھ یہ تھے کہ:

"یہ صاحب کیا اپنی دولت سے ہمارا علم خریدنا چاہتے ہیں"

استاد کی خدمت

مولانا محمد انوری رحمۃ اللہ علیہ فیصل آبادی کا بیان ہے کہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ دارالعلوم دیو بند کے صدر مدرس تھے جو اس علمی درس گاہ کا سب سے بڑا عہدہ ہے۔ اسی زمانہ میں حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ رہائی کے بعد دیو بند پہنچے۔ مجھے حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کا اب تک موقع نہیں ملا تھا۔ لیکن آپ رحمہ اللہ کی علمی عظمت کا احساس آپ رحمہ اللہ کے سینکڑوں تلامذہ سے سن کر دل ودماغ پر غالب تھا۔ دیو بند پہنچنے کے بعد میرے والد مجھے لے کر آستانہ شیخ الہند پر پہنچے۔ گرمی کا زمانہ تھا اور ظہر کی نماز ہو چکی تھی۔ حضرت رحمہ اللہ کی مردانہ نشست گاہ میں ایک ہجوم حضرت رحمہ اللہ کو چار طرف سے گھیرے ہوئے بیٹھا تھا۔ چھت سے لٹکے ہوئے پنکھے کو ایک صاحب کھینچ رہے تھے جن کے پرانوار چہرہ کی معصومیت ونورانیت شکوہ علم اور جلالت علمی کی ملی جلی کیفیت دعوت نظارہ دے رہی تھی۔

ایک صاحب نے مجھے چپکے سے کہا کہ یہ پنکھا کرنے والے حضرت مولانا انور شاہ رحمۃ اللہ علیہ دارالعلوم کے صدر مدرس ہیں۔ یہ سن کر میرے پاؤں تلے کی زمین نکل گئی کہ جس ذات گرامی کی علمی شہرتوں سے عالم گونج رہا ہے اور جس کے خود اپنے شاگردوں کا اس مجلس میں ہجوم ہے کس عقیدت واحترام کے ساتھ اپنے استاد کی خدمت میں مصروف ہیں۔

مالٹا سے تشریف لانے کے بعد دو پہر کو معمولاً حکیم صفت احمد رحمۃ اللہ علیہ کی حاضری حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں ہوتی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اس وقت کچھ آرام فرماتے اور حکیم صاحب رحمہ اللہ آپ کا بدن دباتے۔ ایک روز حضرت رحمۃ اللہ علیہ چادر اوڑھے ہوئے استراحت فرمارہے تھے اور حکیم صاحب رحمہ اللہ حسب دستور بدن دبا رہے تھے کہ اچانک حضرت کشمیری رحمہ اللہ تشریف لائے۔ آنے کو تو آگئے لیکن یہ دیکھ کر کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ آرام فرمارہے ہیں بڑی تشویش میں مبتلا ہو گئے۔ کچھ لمحات ایسے گزرے کہ اپنی سانس روکے رہے۔ اس طرح کہ جیسے آپ رحمۃ اللہ علیہ زندہ ہی نہ ہوں۔ ساری کوشش اس لیے تھی کہ حضرت استاذ کو کسی تیسرے کی موجودگی کا احساس ہو کر آرام میں خلل نہ آئے۔"

اساتذہ کے احترام کی انوکھی مثال

حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے تحریک ریشمی رومال کے دوران ارادہ فرمالیا کہ اب میں حرمین شریفین جاتا ہوں ایک دن آپ رحمۃ اللہ علیہ دارالعلوم دیوبند میں چارپائی پر بیٹھے دھوپ میں زمین پر پاؤں رکھے کسی کتاب کا مطالعہ کررہے تھے ان دنوں علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ حضرت رحمہ اللہ کی عدم موجودگی میں بخاری شریف پڑھاتے تھے اس دوران ان کی نظر حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر پڑی' جب درس دے کر تھک گئے تو طلباء سے فرمایا کہ آپ تھوڑی دیر بیٹھیں میں ابھی آتا ہوں انہوں نے درس کو موقوف کیا اور دارالحدیث سے باہر نکل کر سیدھے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آکر ان کے قدموں میں بیٹھ گئے اس کے بعد حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کرنے لگے حضرت! پہلے آپ یہاں تھے جب ہمیں ضرورت پڑتی تھی تو ہم آپ کی طرف رجوع کرتے تھے' آپ نے یہاں سے ہجرت کا ارادہ فرمالیا ہے اس طرح تو ہم بے سایہ ہوجائیں گے' علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ الفاظ کہے' اور رونا شروع کردیا' حتیٰ کہ انہوں نے بچوں کی طرح بلکنا شروع کردیا' حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں تسلی کی بات کہی اور فرمایا انور شاہ ہم تھے تو آپ ہماری طرف رجوع کرتے تھے اور جب ہم چلے جائیں گے تو پھر لوگ علم حاصل کرنے کے لیے تمہاری طرف رجوع کیا کریں گے چناں چہ شاہ صاحب رحمہ اللہ کو اس طرح کی تسلی کی باتیں کرکے واپس بھیج دیا۔ جب شاہ صاحب رحمہ اللہ چلے گئے تو حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے اپنے دل میں خیال آیا کہ ان کو تو اپنے استاد کی دعاؤں کی اتنی قدر ہے اور آج میں اتنے بڑے کام کے لیے جارہا ہوں لیکن آج میرے سر پر تو استاد کا سایہ نہیں ہے جن کی دعائیں لے کر چلتا' چناں چہ یہ سوچتے ہی ان کو حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا خیال آیا' اور طبیعت میں رقت طاری ہوئی لہٰذا وہیں سے اٹھے اور سیدھے حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے گھر گئے دروازے پر دستک دی اور ڈیوڑھی میں کھڑے ہوکر آواز دی اماں جی! میں محمود حسن ہوں اگر حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے جوتے گھر میں پڑے ہیں تو وہ بھجوادیں چناں چہ اماں جی نے ان کے جوتے ان کے

پاس بھیج دیئے۔ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے استاد کے جوتے اپنے سر پر رکھے اور اللہ رب العزت سے دعا کی اے اللہ! آج میرے استاد سر پر نہیں ہیں میں ان کے جوتے سر پر رکھے بیٹھا ہوں' اے اللہ اس نسبت کی وجہ سے تو میری حفاظت فرمالینا' اور مجھے اپنے مقصد میں کامیاب فرمادینا تو استادوں کی قدر اس وقت آتی ہے جب دیکھنے کے لیے فقط ان کے جوتے باقی رہ جاتے ہیں۔

علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ اور کتاب کا ادب

مفتی ہند حضرت کفایت اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ طلباء سے پوچھا کہ بتاؤ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کیسے بنے؟ اب جس کو تفسیر کے ساتھ زیادہ شغف تھا اس نے کہا کہ بڑے مفسر تھے' جس کو حدیث پاک کے ساتھ زیادہ شغف تھا' اس نے کہا کہ محدث تھے' جن کو اشعار کے ساتھ زیادہ دلچسپی تھی اس نے کہا کہ ان کا کلام بڑا اعلیٰ تھا' حضرت رحمہ اللہ خاموش رہے طلباء نے کہا کہ حضرت آپ ہی بتادیجیے' انہوں نے فرمایا' میں کیا بتاؤں یہ سوال خود ان سے پوچھا گیا کہ حضرت! آپ انور شاہ کشمیری کیسے بنے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے علم کے اور کتاب کے ادب کی وجہ سے علامہ انور شاہ کشمیری بنادیا' اور ادب کتنا فرماتے تھے کہ اگر حدیث پاک کی کتاب پڑی ہے اور مطالعہ کر رہے ہیں اور حاشیہ پڑھ رہے ہیں تو حاشیہ کا رخ بدل کر اور خود بیٹھ کر حاشیہ کو نہیں بدلتے تھے بلکہ اٹھ کر دوسری طرف آتے اور پھر حاشیہ کا مطالعہ کیا کرتے تھے' اور فرماتے تھے کہ میں نے کبھی کسی کتاب کو بے وضو ہاتھ بھی نہیں لگایا' حدیث کی کتاب کو بھی بے وضو ہاتھ نہیں لگاتے تھے' اور فرماتے تھے کہ میں کتابوں کے رکھنے میں بھی خیال کرتا تھا' کبھی میں نے قرآن پاک کے اوپر تفسیر نہیں رکھی تفسیر کے اوپر حدیث کی کتاب نہیں رکھی۔ حدیث کی کتاب کے اوپر فقہ کی کتاب نہیں رکھی' فقہ کی کتاب کے اوپر میں نے تاریخ کی کتاب نہیں رکھی میں کتابوں کے رکھنے میں بھی ان کے درجات کا خیال رکھتا تھا اس ادب کی وجہ سے پروردگار نے قبولیت عطا فرمائی۔

حضرت انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کا بے مثال حافظہ

حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ مصر تشریف لے گئے' وہاں کتب خانہ میں ایک کتاب ''نورالایضاح'' دیکھی' پوچھا کیا لے سکتا ہوں؟ کیوں کہ ہمارے پاس نہیں ہے؟ انہوں نے کہا ہم نہیں دے سکتے' حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو اچھی طرح دیکھ لیا اور واپس آ کر اس کو زبانی لکھوا دیا جب نقل اصل کے ساتھ ملائی گئی تو کوئی فرق نہ نکلا' ان کی لکھی ہوئی وہ کتاب آج مدارس کے طلبہ پڑھ رہے ہیں۔

قوت حافظہ کا کمال

جب بہاولپور میں ختم نبوت کے سلسلے میں مقدمہ ہوا تو حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ تشریف لے گئے مخالفین نے وہاں ایک کتاب پیش کی اس کتاب کا ترجمہ مسلمانوں کے عقیدے کے خلاف بنتا تھا' وہ کتاب بھی مسلمانوں کے اکابرین کی تھی' جج بڑا حیران ہوا اس نے کہا کہ دیکھو یہ تو تمہاری اپنی کتاب پیش کر رہے ہیں جو تمہاری ہی جڑیں کاٹ رہی ہے' علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ذرا وہ کتاب مجھے دکھائی جائے' جج نے کتاب دکھائی حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب کے صفحے کا مطالعہ کیا اور فرمانے لگے کہ جس کاتب نے یہ کتاب لکھی اس سے اصل کتاب سے لکھتے ہوئے درمیان میں سے ایک سطر چھوٹ گئی ہے اس وقت تو مطبوعہ کتابیں نہیں ہوتی تھی۔ بلکہ مخطوطہ کتابیں ہوتی تھیں' اس سطر کے چھوٹ جانے کی وجہ سے جب پچھلی عبارت کو اگلی عبارت سے ملا کر پڑھتے تو معانی مخالف بن جاتے' لہٰذا حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اسی کتاب کا ایک نسخہ اور منگوایا جائے' چناں چہ ایک اور نسخہ منگوایا گیا جب دونوں نسخوں کو ملایا تو علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی بات بالکل ٹھیک نکلی' چناں چہ اس طرح مخالفین کے جھوٹ کا پول کھل گیا' لیکن بعد میں علماء نے کہا حضرت! آپ کو تو توقع ہی نہیں تھی کہ وہ اس کتاب کا حوالہ پیش کریں گے آپ کو کیسے یاد رہا کہ درمیان سے ایک سطر چھوٹی ہوئی ہے؟ فرمایا: ہاں میں نے ستائیس سال پہلے یہ

کتاب دیکھی تھی الحمد اللہ کہ مجھے اس وقت سے یہ بات یاد ہے سبحان اللہ۔
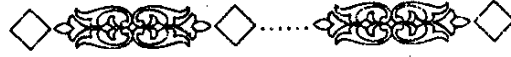
حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تاریخ ولادت ۱۹ شوال ۱۲۹۶ھ ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا آبائی وطن موضع الهداد پور قصبہ ٹانڈہ ضلع فیصل آباد ہے۔ آپ کے والد ماجد سید حبیب اللہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت رحمہ اللہ مولانا فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ خاص تھے۔ آپ رحمہ اللہ نے ابتدائی تعلیم اور قرآن پاک اپنے والد ماجد سے پڑھا۔ ۱۳ سال کی عمر میں آپ رحمۃ اللہ علیہ دیوبند تشریف لے گئے اور اپنے بڑے بھائی مولانا صدیق احمد رحمۃ اللہ علیہ اور شفیق استاذ حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن رحمۃ اللہ علیہ کی زیر نگرانی تعلیم پاتے رہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے آثارِ سعادت، جذبہ خدمت، قابلیت اور استعداد کو دیکھتے ہوئے حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ پر خصوصی توجہ دی لہٰذا درس نظامی کی ۶۷ کتابیں آپ رحمہ اللہ نے ساڑھے چھ سال کی مدت میں ختم کر ڈالیں۔ اور علم نبوت کے نیر اعظم بن کر دار العلوم کے در و دیوار کو منور کرنے لگے۔ اساتذہ غایت شفقت و محبت نیز کم عمر ہونے کی وجہ سے آپ رحمہ اللہ کو مستوراتی منشی کہہ کر پکارا کرتے تھے۔ اساتذہ کی چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی خدمت کرنے میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کبھی عار محسوس نہ کیا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ ۱۳۱۶ میں دار العلوم دیوبند سے فارغ ہوئے۔ فراغت کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں گنگوہ شریف حاضر ہوئے اور حضرت رحمہ اللہ سے بیعت ہو گئے۔ اس وقت آپ رحمۃ اللہ علیہ کا ارادہ مکہ مکرمہ جانے کا تھا۔ لہٰذا حضرت گنگوہی رحمہ اللہ نے آپ رحمہ اللہ سے فرمایا کہ میں نے تمہیں بیعت تو کر لیا ہے مکہ مکرمہ میں شیخ المشائخ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ موجود ہیں ان سے ذکر سیکھنا۔ چناں چہ

آپ رحمۃ اللہ علیہ مکہ مکرمہ میں پہنچے تو حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اوران کو اپنی حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت اوران کے ارشاد کردہ فرمان کے بارے میں بتایا۔اس پر حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو ذکر تلقین فرمایا اور فرمایا کہ صبح آ کر یہاں بیٹھا کرو اوراس ذکر کو کرتے رہو۔ان کی توجہات باطنیہ سے آپ رحمہ اللہ کی روحانی تربیت ہوتی رہی۔اور جب آپ رحمۃ اللہ علیہ مکہ سے مدینے روانہ ہوئے تو حضرت حاجی صاحب قدس سرہ نے سر پر ہاتھ پھیر کر فرمایا کہ تم کو اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔مدینہ منورہ پہنچے تو عرصہ دراز تک درس حدیث دیتے رہے اور ذکر ومراقبہ میں مشغول رہے جس کی وجہ سے متعدد رویائے صالحہ اور بشارات آپ رحمۃ اللہ علیہ کو حاصل ہوئیں۔

جس وقت آپ رحمۃ اللہ علیہ ہندوستان سے چلے تھے تو استاد مکرم حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو مدینہ منورہ رخصت کررہے تھے تو ارشاد فرمایا کہ پڑھانا ہرگز نہ چھوڑنا چاہے ایک دو ہی طالب علم ہوں۔چناں چہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے استاد کی اس نصیحت کو ایسا گرہ میں باندھا کہ آخر دم تک پڑھاتے رہے۔مدینہ منورہ کی فاقہ کشی کی زندگی، ہندوستان کی قید و بند کی زندگی میں برابر اس نصیحت پر عمل پیرا رہے اور اشتغال بالعلم رکھا اور علم کے دریا بہا دیے اور مرکز علم مدینہ منورہ میں وہ خصوصیت حاصل کی کہ عرب کی حدود سے نکل کر آپ رحمہ اللہ ممالک غیر میں بھی شیخ حرم نبوی مشہور ہوگئے۔عرصہ دراز تک حرم نبوی میں پڑھانے کے بعد ۱۳۲۶ھ میں آپ رحمۃ اللہ علیہ ہندوستان تشریف لائے اور حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ درس میں شرکت فرمائی دارالعلوم دیوبندی کی شوریٰ نے آپ رحمہ اللہ کو دیوبند میں مدرس رکھ لیا۔دوسال بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ دوبارہ مدینہ شریف تشریف لے گئے اور اسارت مالٹا تک وہیں درس وتدریس میں مشغول رہے۔مالٹا سے واپسی کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی خدمت کے لیے بلالیا۔کچھ دنوں کے بعد کلکتہ سے مولانا ابوالکلام آزاد نے مدرسہ عالیہ کی صدر مدرسی کے لیے حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عریضہ بھیجا تو حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کے حکم پر آپ رحمہ اللہ کلکتہ تشریف لے گئے اور

تقریباً چھ سال تک وہاں رہے پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ اس کی مدرسی سے بوجہ گرفتاری اور جیل علیحدہ ہوئے پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ سلہٹ کے جامعہ اسلامیہ میں شیخ الحدیث کی حیثیت سے آخری دم تک پڑھاتے رہے اس ۳۱ سالہ زمانہ تدریس میں ہزاروں افراد آپ رحمۃ اللہ علیہ کے فیض علمی سے مستفید ہوئے۔

اسلام کی خاطر سیاسی میدان میں بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بے انتہا خدمات سرانجام دیں۔ ہندوستان کی آزادی کے لیے آپ رحمۃ اللہ علیہ تمام عمر جان کو ہتھیلی پر رکھ کر تحریک آزادی میں حصہ لیتے رہے اور کئی بار قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کیں اور بالآخر انگریزوں کو ملک آزاد کرنا پڑا۔ تحریک آزادی میں اگرچہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اور بعض علما کے موقف میں اختلاف رہا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ متحدہ ہندوستان میں مسلمانوں کو ان کے حقوق دلوانا چاہتے تھے۔ بہرحال آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے اجتہاد میں مخلص تھے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ ساری زندگی ملک وملت کی خدمت میں مصروف رہے اور بالآخر علمائے دیوبند کی اس عظیم نشانی نے ۱۳ جمادی الاول ۱۳۷۷ھ بروز جمعرات بعد نماز عصر داعی اجل کو لبیک کہا۔

استاد کی خدمت

حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کو ان کے رفقاء حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا عزیر گل رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر ساتھیوں کے ہمراہ گرفتار کر کے جزیرہ مالٹا میں بھیج دیا گیا۔ یہ حضرات وہاں چار سال مقید رہے۔ ان حضرات کے تقویٰ و زہد اور صبر و استقامت کا دوسرے قیدیوں پر بہت اچھا اثر پڑا۔ کئی قیدی جرمن تھے وہ تو بندہ بے دام بن گئے۔ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے اسیری کے دوران قرآن پاک حفظ کیا اور حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کے ساتھ شب و روز گزار کر کندن بن گئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے استاد شیخ الہند رحمہ اللہ کی وہ بے مثال خدمت کی کہ جس کی نظیر نہیں مل سکتی۔ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ اس وقت ضعیف العمر اور مریض تھے۔ ٹھنڈا پانی استعمال کرنے سے تکلیف ہوتی تھی اور مالٹا میں بلا کی سردی پڑتی تھی

مگر گرم پانی کہاں سے آتا۔ حضرت استاد کو گرم پانی مہیا کرنے کے لیے مولانا مدنی رحمۃ اللہ علیہ نمازِ عشاء اور دیگر ضروریات سے فارغ ہونے کے بعد برتن میں پانی بھر لیتے اور اسے پیٹ سے لگا کر سجدہ کی حالت میں ساری رات اوپر پڑے رہتے۔ پھر تہجد کے وقت بکمال ادب واحترام استادِ محترم کی خدمت میں گرم پانی پیش کر دیتے تھے۔

خدمت کی برکت

مولوی ہدایت اللہ رحمۃ اللہ علیہ ساکن میاں چنوں ضلع ملتان راوی ہیں کہ میں نے حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک دفعہ پوچھا کہ حضرت! آپ رحمۃ اللہ علیہ ساڑھے چار سال حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اس صحبت میں کوئی دوسرا حائل ہونے والا نہیں تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس دوران بہت کچھ حاصل کیا ہوگا تو آبدیدہ ہو کر فرمانے لگے، مولوی صاحب! میں نکما تھا کہ کچھ حاصل نہیں کر سکا۔ میں نے پھر بار بار عرض کیا تو فرمایا: ہاں اتنا ضرور ہوا کہ میں نے نیند پر قابو پالیا تھا۔ اب جب خیال آئے سو جاتا ہوں اور جس وقت اٹھنا چاہوں بیدار ہو جاتا ہوں پانچ دس منٹ کے لیے بھی سو سکتا ہوں۔ ارادہ کروں تو نیند آجاتی ہے اس قسم کی بہت سی حکایتیں حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق مشہور ہیں کہ کسی جگہ گئے وہاں پانچ دس منٹ فرصت ملی، سو گئے اور خود بخود اٹھ کھڑے ہوئے۔ بہرحال نہ صرف نیند پر قابو پانا استاد کی خدمت کرنے سے حاصل ہوا بلکہ معرفت کے وہ دریا ہضم کیے ہوئے تھے جس کا ایک گھونٹ بھی بے خود کرنے کے لیے کافی ہوتا ہے۔

ختم بخاری کی مجلس

اصح الکتب بعد کتاب اللہ یہ لقب بخاری شریف کا ہے کہ یہ کتاب اللہ کے بعد دنیا میں صحیح ترین کتاب ہے۔ صحیح بخاری شریف کے ختم کے موقع پر جب آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے مخصوص لہجہ میں آخری حدیث کی تلاوت شروع فرماتے تو قلوب پر رقت طاری ہونے لگتی تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ حاضرین پر روحانی توجہ فرماتے تو تمام لوگ زار و قطار رونے لگتے تھے اور

دل کانپ جاتے تھے۔ لوگ توبہ واستغفار اس طرح سے کرتے تھے کہ جیسے دربار خداوندی میں حاضر ہیں اور رو رو کر اپنے گناہوں سے معافی چاہ رہے ہیں۔ اس موقع پر جو دعا مانگی جاتی تھی وہ ایسی تھی کہ آنکھیں اشکبار، دل مضطرب، زبان لڑکھڑاتی ہوئی، جسم کا رواں رواں کانپتا تھا۔ غرض ہر شخص ماہی بے آب کی طرح تڑپتا تھا اور توبہ استغفار کرتا تھا۔

احوال وواقعات

ماضی قریب کے اس درویش کامل کی شان عجیب تھی۔ عبادت وریاضت میں وہ جنید رحمۃ اللہ علیہ وشبلی رحمۃ اللہ علیہ تھے، علم وفضل میں بخاری رحمۃ اللہ علیہ ورازی رحمۃ اللہ علیہ تھے، اصلاح وتجدید میں وہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اور ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کی صف میں کھڑے نظر آتے تھے اور خدمت خلق میں وہ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھی معلوم ہوتے تھے۔ یہ سب کچھ ہوتے ہوئے بھی بے حد متواضع اور خاکسار تھے سفروں میں، جاڑے کی راتوں میں، پلیٹ فارم پر کسی کونہ میں، مصلے پر کھڑے ہو کر تہجد میں مشغول ہوتے۔ خدام عرض کرتے تھے کہ حضرت ویٹنگ روم میں کیوں نہ کھڑے ہو گئے۔ تو جواب ملتا ہے کہ مسافروں کی نیند خراب ہوتی ہے۔ مجھ جیسے شیخی خور اور روسیاہ انسان کو کیا حق ہے کہ وہ خدا کے بندوں کو پریشان کرے۔

بعض اوقات رات کو بارہ بجے بخاری شریف کا درس دے کر فارغ ہوتے تھے۔ سیدھے مہمان خانے میں تشریف لاتے اور مہمانوں کے بستر اور تکیوں کی دیکھ بھال کرتے تھے۔ ایک مرتبہ دیہاتی مہمان کو تکلیف میں پایا تو بذات خود اس کی تکلیف رفع کرنے میں لگ گئے۔ حق تعالیٰ کی طرف توجہ کا یہ حال کہ ایک قدم بھی شریعت وسنت کے خلاف نہیں اٹھتا تھا۔ بندگی کا اتنا گہرا رنگ کہ اگر کوئی عقیدت کے جوش میں ہاتھ چومنے کے لیے ذرا جھکتا تو ہاتھ کھینچ لیتے۔ کسی کو پیر دبانے کی اجازت نہیں تھی۔ اور خود رات کو سوتے میں اپنے مہمانوں کے پاؤں دباتے رہتے۔ پھر توجہ الی الخلق کا یہ عالم کہ بندگان الٰہی کو انگریزی سامراج کے ظلم کی چکی میں پستا ہوا دیکھا تو پوری قوت سے آزادی وطن کے لیے میدان میں اتر آئے۔ اور انسانیت سوز مظالم اور برطانوی سامراج کے مذموم

ارادوں کی مذمت میں تقاریر فرما کر کمزوروں میں حریت و آزادی کی تڑپ پیدا کر دی۔
ذکر الٰہی اور محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر وعظ فرماتے تو دلوں کو نور ایمان سے روشن کر دیتے۔

مخلوق سے استغنا

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ دارالعلوم دیوبند سے فراغت پاتے ہی اپنے والدین کے ساتھ مدینہ منورہ ہجرت کر گئے۔ وہاں پہلے سے نہ کوئی جائیداد تھی، نہ وہاں اپنا کوئی کاروبار چل رہا تھا اور نہ ہی کوئی ذریعہ معاش تھا۔ عام لوگ ہجرت کر کے جاتے تھے حکومت سے وظیفہ پانے کے خواہش مند ہوتے تھے۔ مگر حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے والد محترم نے اسے پسند نہ کیا۔ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ ایک مدرسہ کی خدمت کرنے لگ گئے۔ کتابیں بھی نقل کیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے والد محترم نے ایک چھوٹی سی دکان کھول لی۔ حضرت مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ ان کے والد ماجد ڈاکٹر رفاقت علی رحمۃ اللہ علیہ سے جو مدینہ طیبہ کے کامیاب ڈاکٹر تھے، حد درجہ اصرار کیا کہ مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کو بطور ٹیوشن تعلیم دیں۔ لیکن عین اس زمانہ میں جب کہ فاقہ کی یہ حالت تھی کہ گھر کے تیرہ افراد تین پاؤ مسور کے پانی پر قناعت کرتے تھے۔ ٹیوشن لینا گوارا نہ کی۔ البتہ اس کے لیے آمادہ تھے کہ بلا معاوضہ جیسا کہ حرم شریف میں طلبہ کو درس دیتے ہیں، مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کو بھی درس دیتے رہیں گے۔ طرفین سے یہ اصرار عجیب تھا اور اس میں تقریباً چھ ماہ گزر گئے۔ بالآخر ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو پسپا ہونا پڑا۔ کتنا عرصہ بغیر کسی معاوضہ کے پڑھاتے رہے۔ اتنی بے تکلفی اور یگانگت کے باوجود ان حضرات کو یہ علم نہ ہو سکا کہ گھر میں اکثر فاقے ہوتے ہیں۔ معلوم اس وقت ہوا جب تنگدستی خوشحالی میں بدل چکی تھی۔

دست بکار دل بیار

جب آپ رحمۃ اللہ علیہ نماز میں مشغول ہوتے تو صاف معلوم ہوتا تھا کہ یہ بندہ سارے عالم سے دستبردار ہو کر اپنے معبود کے ساتھ سرگوشی میں مشغول ہے۔ اور بارگاہ خداوندی

میں باریابی حاصل کررہا ہے۔ جو آیت بھی نماز میں تلاوت فرماتے سننے والوں کو یوں محسوس ہوتا تھا گویا قرآن اب اتر رہا ہے۔ اور وہ کیفیت طاری ہوتی کہ جس کا بیان دشوار ہے۔ بارہا دیکھنے والوں نے دیکھا کہ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ سفر کی مشقت برداشت کر کے ابھی آئے ہیں اور پھر سفر کرنا ہے مگر جب نماز کے لیے کھڑے ہوجاتے تو ایسی شان اور وقار کے ساتھ پڑھتے کہ گویا نہ پہلے کوئی تھکن ہے نہ آئندہ کوئی سفر کرنا ہے۔ ہر وقت ذکر اللہ میں مشغول رہتے تھے اور ''دست بکار دل بیار'' کے پورے مصداق تھے۔ اس کا اندازہ اس وقت ہوتا تھا جب انتہائی سوز و گداز کے ساتھ یا حي یا قیوم برحمتك استغیث'' بار بار پڑھتے تھے۔ وصال سے ایک روز قبل کوئی صاحب دم کروا رہے تھے کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے انتہائی بے قراری سے بار بار یہی پڑھا۔ حاضرین میں سے کسی نے پوچھا، حضرت! کیا کوئی تکلیف ہے؟ ارشاد فرمایا کہ یہی تکلیف کیا کم ہے کہ آپ حضرات مشغول ہیں اور میں بے کار پڑا ہوں؟ عرض کیا گیا، حضرت آپ نے تو بہت کام کیا ہے۔ اتنا تو ایک جماعت بھی نہیں کرسکتی ارشاد فرمایا میں نے تو کچھ بھی نہیں کیا۔

یک چشم زدن غافل ازاں شاہ نباشی
شاید کہ نگاہے کند آگاہ نباشی

سادگی و بے تکلفی

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ سادگی اور بے تکلفی میں یکتائے روزگار تھے۔ شیخ طریقت اور عالم ربانی ہونے کے علاوہ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی ظاہری شخصیت ایک بڑے سیاسی رہنما کی تھی اور ہر سیاسی لیڈر مسلم ہو یا غیر مسلم، ملکی ہو یا غیر ملکی آپ رحمۃ اللہ علیہ کے آستانہ پر حاضری کو ضروری اور باعث فخر سمجھتا تھا۔ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا بہترین نمونہ تھے۔ آپ رحمہ اللہ سنت کے موافق چمڑے کا تکیہ استعمال کرتے تھے اور چمڑے کا گول دسترخوان استعمال ہوتا تھا۔ جس پر ہمیشہ ایک سالن ہوتا تھا اور دائرے کی شکل میں کم از کم دس بارہ آدمی دسترخوان کے گرد بیٹھ کر ایک ہی برتن میں کھاتے تھے ان میں سے ایک

حضرت رحمہ اللہ بھی ہوتے تھے اور ساتھ مل کر کھاتے تھے۔ صبح کو ناشتے میں باسی روٹی اور مرچ کا اچار ہوتا تھا۔ یہی حضرت رحمہ اللہ کا اور تمام مہمانوں کا ناشتہ ہوتا تھا۔ ایک دفعہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے کھانے والوں کو مخاطب کر کے فرمایا: ہم آپ حضرات کے ہاں جاتے ہیں تو آپ رحمۃ اللہ علیہ مرغ اور حلوے کھلاتے ہیں اور یہاں باسی روٹی اور مرچ کھانا پڑتی ہے۔ اس پر مولانا احتشام الحق کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت! باسی روٹی اور اچار مرغ سے زیادہ مزیدار ہیں۔

رعب اور دبدبہ

انتہائی خاکساری کے باوجود حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ وقار و تمکنت کا کوہ طور یا کوہ نور تھے۔ ایک خاص نوع کا ہیبت وجلال چہرے پر عیاں تھا۔ باجود یہ کہ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ ہنس ہنس کر باتیں فرمایا کرتے تھے مگر مخاطب کا دل اندر سے لرزتا رہتا تھا اور بمشکل بات کی جا سکتی تھی۔ مولانا احتشام الحق کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ میرا حال بھی یہی تھا حالاں کہ میں اپنی نالائقی کی وجہ سے تمام بزرگوں سے بات کرنے کا عادی تھا۔ حتی کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں بھی بے دھڑک جو جی میں آتا تھا کہہ دیتا تھا اور حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے کبھی ناگواری کا اظہار نہیں ہوا تھا۔

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے اکثر ہم عصر بزرگ فرماتے کہ ''حضرت مدنی رحمہ اللہ سے ڈر لگتا ہے'' بارہا ایسا ہوا کہ مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ کسی خاص مقصد اور بات کے لیے دیوبند گئے، وہاں حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے بے تکلف ملاقات ہوئی اور ہنس ہنس کر باتیں ہوئیں۔ مگر مقصد کی بات زبان پر نہ لا سکے اور واپسی کے بعد فرمایا حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے بات کرنے کی ہمت ہی نہیں ہوئی۔

اخلاق حمیدہ

ہندوستان کے مشہور کیمونسٹ لیڈر ڈاکٹر محمد اشرف حضرت مدنی رحمہ اللہ کے بارے

میں اپنے تاثرات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ۱۹۴۶ میں کیمونسٹ پارٹی کو مسلمانوں کے تاریخی پس منظر پر سوچنا پڑا اور مجھے اس کام پر مقرر کیا گیا کہ اسکے بارے میں رپورٹ پیش کروں۔ میں اس مواد کی فراہمی کے لیے دیوبند حاضر ہوا۔ خلوت میں مطالعہ کتب کا بھی موقع ملا۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں تقریباً سبھی لوگ قیام اللیل کے عادی تھے۔ ایک دن تو میں رات کو بمشکل ایک گھنٹہ سویا تو فجر کے وقت تکبیر بالجہر سے اٹھ بیٹھا۔ دوسرے دن بھی یہی کیفیت ہوئی تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ حضور کے ساتھ رہنے سے میری عاقبت تو درست ہو نہ ہو میری صحت کو خطرہ ضرور لاحق ہو جائے گا۔ حضرت رحمہ اللہ نے تبسم فرمایا اور علیحدہ کمرہ میں بندوبست کروادیا۔ دیوبند کے قیام کی غالباً چوتھی شام تھی کہ میں اپنے بستر پر دراز تھا۔ رات کے دس بج چکے تھے۔ گھومنے پھرنے کی وجہ سے کچھ تھکن زیادہ تھی۔ چناں چہ لیمپ گل کیا اور سونے لگا۔ دروازہ کھلا رہتا تھا۔ مجھے کچھ غنودگی سی ہوئی کہ میں نے ایک ہاتھ ٹخنے پر محسوس کیا۔ پھر دونوں ہاتھوں سے کسی نے میرے پاؤں دبانا شروع کر دیے۔ میں چوکنا ہو گیا۔ دیکھتا ہوں کہ حضرت مولانا بنفس نفیس اس گنہگار کے پاؤں دبانے میں مصروف ہیں۔ میں نے جلدی سے پاؤں سکیڑ لیے اور بڑے ادب و لجاجت سے حضرت رحمہ اللہ کو روکا۔ مولانا رحمہ اللہ نے حسرت سے فرمایا: آپ مجھے اس ثواب سے کیوں محروم کرتے ہیں؟ کیا میں اس قابل بھی نہیں کہ آپ جیسے مہمان کی خدمت کر سکوں۔ مجھ پر اس ارشاد کے بعد جو گزری میرے لیے اس کا بیان کرنا مشکل ہے۔ یہ ان کے اخلاق اور فراخدلی کا ادنی سا نمونہ تھا۔

قناعت

حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو برٹش حکومت نے ڈھاکہ یونیورسٹی کے شعبہ دینیات کے لیے پانچ سو روپیہ ماہوار مشاہرہ پر بلایا مگر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے پیش کش کو قبول نہ کیا۔ حکومت مصر نے جامع الازہر میں شیخ الحدیث کی مسند کے لیے ایک ہزار روپے ماہوار مشاہرہ، مکان، موٹر اور سال میں ایک دفعہ ہندوستان آنے جانے کا کرایہ دینے کی پیش کش کی

مگر مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے وہاں تشریف لے جانے سے صاف انکار فرمادیا اور دیوبند کی معمولی سی تنخواہ پر قناعت کرلی۔

استغنا

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے زہد وتقویٰ کی اس سے زیادہ اور کیا دلیل ہوسکتی ہے کہ دارالعلوم کی مدت سے خدمت کررہے تھے۔ پانچ سال کا طویل عرصہ دارالعلوم دیوبند کی خدمت میں گزار دیا۔ مگران دنوں کے علاوہ جن میں پڑھاتے بقیہ ایام کی تنخواہ نہ لیتے تھے۔ مرض الوفات میں ایک مہینہ کی رخصت بیماری وغیرہ اور اس کے علاوہ کچھ چھٹیاں جو قانوناً آپ رحمۃ اللہ علیہ کا حق تھا نہیں لی تھیں وہ بیماری میں شمار ہوئیں۔ ان سب دنوں کی تنخواہ جو ایک ہزار روپے سے کچھ زیادہ ہوتی تھی مدرسہ نے بھیجی تو یہ فرما کر واپس کردی کہ جب میں نے پڑھایا نہیں تو تنخواہ کیسی؟

والدین کی اطاعت

"نقش حیات" جو حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی خودنوشت سوانح ہے اس سے بڑی مختصر تحریر میں اور بڑے بے تکلف انداز میں اپنی زندگی کا نقشہ کھینچتے ہوئے لکھتے ہیں کہ بسااوقات میں مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں بیٹھا ہوا کتاب پڑھا رہا ہوتا تھا اور آدمی آکر کہتا کہ والد صاحب بلا رہے ہیں۔ طلبہ کو رخصت کرکے حاضر ہوتا تو فرماتے کہ اینٹ مٹی اٹھانے والا مزدور نہیں آیا تم اس کام کو انجام دو۔ بحالت مجبوری تمام دن یہ کام کرنا پڑتا اور تمام اسباق کو معطل کرنا پڑتا۔ بسااوقات ایک ایک دو دو ہفتہ اسباق کو معطل کرکے تمام اوقات اسی تعمیری خدمات میں مصروف کرنے پڑتے۔

ادلے کا بدلہ

مولانا عبداللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے۔ لاہور کے دہلی مسلم ہوٹل میں بہت مدت تک خطیب رہے۔ ان کا بیان ہے کہ میں

مدینہ منورہ حاضر ہوا تو مولانا مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں قیام کیا۔ ایک روز جب حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں نماز پڑھنے گیا تو میں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کا جوتا اٹھالیا۔ آپ رحمہ اللہ اس وقت تو خاموش رہے لیکن دوسرے وقت جب ہم نماز پڑھنے کے لیے گئے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے میرا جوتا اٹھا کر سر پر رکھ لیا۔ میں پیچھے بھاگا۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے تیز چلنا شروع کر دیا میں نے کوشش کی کہ جوتا لے لوں مگر نہیں لینے دیا۔ میں نے کہا خدا کے لیے سر پر تو نہ رکھیے۔ فرمایا کہ عہد کرو کہ آئندہ حسین احمد کا جوتا نہ اٹھاؤ گے۔ میں نے عہد کرلیا تب جوتا سر پر سے اتار کر نیچے رکھا۔

گرفتاری

۱۹۳۶ء میں جمیعت علما ہند کی طرف سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو کہا گیا کہ دہلی جا کر سول نافرمانی کرنا اور گرفتار ہونا آپ پر لازم ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی طبیعت سخت علیل تھی۔ ٹانگوں میں زخم تھے اور چلنا دشوار تھا حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کو آپ رحمہ اللہ کے مقصد روانگی کا علم ہوا تو کہلا بھیجا کہ اس حالت میں سفر نہ کریں اور تاریخ بدل دیجیے۔ مگر حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے گوارا نہ فرمایا اور اسی حالت میں روانہ ہو گئے۔ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی طرف سے وارنٹ گرفتاری جاری ہو چکا تھا دیوبند اسٹیشن پر کثرت ہجوم کے باعث پولیس کو جرأت نہ ہوئی۔ دیوبند سے اگلے اسٹیشن پر ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ نے وہ نوٹس پیش کیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: میں انگریزی نہیں جانتا۔ اس نے کہا قلم دیجیے تا کہ اردو میں ترجمہ کر دوں۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ خوب، اپنے ذبح کرنے کے لیے اپنا ہتھیار تمہیں دے دوں۔ وہ خاموش ہو گیا اور گاڑی چل پڑی۔ وہ افسر مظفر نگر اسٹیشن پر ترجمہ کر کے لایا۔ اس میں لکھا تھا کہ حاکم سہارنپور کی طرف سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو نوٹس جاری کیا جاتا ہے کہ آپ آگے نہ جائیں ورنہ اپنے آپ کو گرفتار سمجھیں۔ فرمایا کہ اب میں سہارنپور کی حدود سے آگے ہوں لہٰذا یہ نوٹس قابل قبول نہیں۔ افسران یہ جواب سن کر حیران رہ گئے۔ بعد میں مجسٹریٹ نے جو ساتھ ہی تھا کہا کہ آپ کو اپنے خصوصی اختیارات کی بنا پر نوٹس

دوں گا چناں چہ اس نے اسی اسٹیشن پر دوسرا تحریری نوٹس پیش کیا اور گرفتاری عمل میں آئی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی یہ حالت تھی کہ گاڑی سے اتر کر دو قدم بھی چلنا دشوار تھا۔ اسی جگہ تھوڑی دیر کے لیے کرسی رکھ دی گئی اور اس پر حضرت رحمۃ اللہ علیہ بیٹھ گئے۔ ان تمام تکالیف کے باوجود فریضہ جہاد آزادی کو چھوڑنا یا ملتوی کرنا گوارا نہیں فرمایا۔

کھانے میں برکت

حضرت مولانا عبدالسمیع رحمۃ اللہ علیہ مدرس دارالعلوم دیوبند نے مشکوۃ شریف کے درس کے دوران کتاب المعجزات کے ضمن میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا ایک واقعہ قسم کھا کر سنایا۔ اس موقع پر سو سے زیادہ طالب علم موجود تھے۔ انہوں نے بیان فرمایا کہ میں نے ایک روز حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت کی۔ اتفاق سے اس وقت مہمان تھوڑے تھے۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے دعوت قبول کر لی۔ جب کھانے کا وقت آیا تو مہمان زیادہ آ گئے۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ تمام مہمانوں کو لے کر تشریف لے آئے۔ مہمانوں کی کثرت دیکھ کر مجھے پریشانی ہوئی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے محسوس فرما لیا اور مجھے علیحدہ لے گئے۔ میں نے عرض کیا کہ تھوڑی دیر ٹھہریں میں اور انتظام کر لوں۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، یہی کھانا کافی ہو جائے گا۔ آپ کے ارشاد کے مطابق تمام روٹی اور ترکاری آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس لا کر رکھ دی گئی اور روٹیوں پر کپڑا ڈھک دیا گیا۔ اب حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ہاتھ سے نکال کر کھانا دینا شروع کیا۔ وہی کھانا کافی ہو گیا۔ گھر والوں نے بھی کھا لیا اور کچھ بچ بھی گیا۔

ایثار و قربانی

شیخ العرب والعجم رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ عشا کے بعد بارہ بجے تک حدیث کی سب سے بڑی مہتم بالشان کتاب بخاری شریف کا درس دیتے تھے۔ مولانا فیض اللہ رحمۃ اللہ علیہ لالٹین اٹھانے پر مامور تھے۔ ان کا بیان ہے کہ ایک رات آپ رحمۃ اللہ علیہ نصف شب کو سردی کے موسم میں مہمان خانہ میں تشریف لائے۔ دیکھا کہ ایک خستہ حال مہمان بوسیدہ کپڑے میں

ملبوس چارپائی پر بیٹھے ہیں۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ان سے پوچھیں کہ کیوں بیٹھے ہیں؟ اور پھر خود ہی جا کر پوچھا تو اس مہمان نے جواب دیا کہ کسی صاحب نے مجھے دسترخوان سے اٹھادیا ہے اور میرے پاس لحاف بھی نہیں ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر اس کا بڑا اثر ہوا اور بار باران دسترخوان سے اٹھانے والے کا نام پوچھا مگر پتہ نہ چلا فوراً اندر تشریف لے گئے اور کھانا لے کر خود باہر تشریف لائے جب تک اس مہمان نے کھانا نہیں کھایا آپ رحمۃ اللہ علیہ باہر ہی بیٹھے رہے سارے مہمان اور اہل خانہ سو چکے تھے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اندر گئے اور اپنا بستر اٹھالائے۔ اس کو بچھادیا اور خود ساری رات عبا اوڑھ کر گزاردی۔ مولانا فیض اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ میں نے بہت اصرار کیا اور چاہا کہ اپنا بستر لے آؤں اور حضرت آرام فرمائیں مگر اس پیکر سنت نے اس کو گوارانہ کیا۔

استقامت

ایک مرتبہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ سیاسی اختلافات کی وجہ سے علما میں ترک تعلق نہیں ہونا چاہیے۔ ایک دوسری مجلس میں فرمایا کہ جب میں کراچی جیل سے ۱۹۲۳ء میں رہا ہو کر آیا تھا تو اس وقت بنگال کونسل کے ایک ممبر نے کہا کہ چالیس ہزار روپیہ نقد اور ڈھاکہ یونیورسٹی میں پانچ سو روپیہ ماہانہ کی پروفیسری آپ کے لیے حاضر ہے اس کو منظور فرمالیں۔ میں نے کہا، کام کیا کرنا ہوگا؟ ممبر صاحب نے فرمایا کچھ نہیں، آپ صرف تحریکات میں خاموش رہیں۔ میں نے کہا، حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ جس راستہ پر لگا گئے ہیں میں اس سے نہیں ہٹ سکتا۔

حضرت مولانا مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ دارالعلوم دیوبند میں پڑھاتے تھے اور مشاہرہ اتنا تھا کہ مشکل سے گذارا ہوتا تھا' جو کچھ ملتا گھر کی ضروریات میں لگ جاتا اسی وجہ سے حج بھی نہ کر سکے مگر دل میں تمنا بہت تھی' حتیٰ کہ کتابوں میں لکھا ہے کہ جب حج کے دن شروع

ہوتے تھے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کو گھر کے اندر چین نہیں آتا تھا' کبھی ادھر چلے جاتے' کبھی ادھر چلے جاتے حتیٰ کہ دستر خوان پر کھانا کھاتے ہوئے بھی جب خیال آجاتا تو کہتے معلوم نہیں عشاق کیا کر رہے ہونگے حج پر جانے والوں کو عشاق کہتے تھے یہ خیال آتے ہی کھانا چھوڑ دیتے اور آہیں بھرنے لگتے اور کہتے کاش کوئی دن آئے کہ حسین احمد کو بھی اس جگہ کی زیارت نصیب ہو جائے۔

ایک دفعہ سوئے ہوئے تھے اور آنکھ کھل گئی اٹھ بیٹھے پریشانی سے نیند نہ آئی اسی حالت میں آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کر عرض کیا' اے اللہ! معلوم نہیں تیرے عاشق کیا کر رہے ہونگے' کاش کہ حسین احمد کو بھی ان میں شمار فرما لیتا ذوالحجہ کے دس دن آپ رحمۃ اللہ علیہ کو یہاں آرام نہیں آتا تھا' دعائیں مانگتے تھے۔ کراہتے رہتے تھے حتیٰ کہ اللہ رب العزت نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اس محبت کو قبول فرمالیا۔ اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے لیے حرم شریف کے دروازے کھولے اور اٹھارہ سال تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھ کر حدیث کا درس دیتے رہے عاشق ہی ایسا کر سکتا ہے کوئی اور تو نہیں کر سکتا' آپ رحمۃ اللہ علیہ حدیث مبارکہ کا درس دیتے وقت اس انداز سے بیٹھتے تھے کہ مواجہ شریف بالکل سامنے ہوتا تھا ہم تو کہتے ہیں قال قال رسول اللہ مگر آپ رحمۃ اللہ علیہ جب حدیث شریف پڑھاتے تو فرماتے قال ھذا الرسول صلی اللہ علیہ وسلم جب آپ رحمۃ اللہ علیہ تعلیم سے فارغ ہو جاتے تو اکثر لوگوں نے دیکھا کہ رات کے اندھیرے میں عشاء کے بعد یا تہجد سے پہلے اپنی داڑھی مبارک سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس کے قریب کی جگہ کو صاف کر رہے ہوتے تھے' سبحان اللہ' اللہ ہمیں بھی ایسا عشق اور ایسا ادب نصیب فرمائے کسی نے کیا خوب بات کہی۔

نازاں ہے حسن جس پر وہ حسن رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے
کہ کہکشاں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں کی دھول ہے
اے کاروان شوق یہاں سر کے بل چلو
طیبہ کے راستے کا کانٹا بھی پھول ہے

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا ہر حال میں سنت پر عمل

حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے سنت پر عمل کے واقعات بیشمار ہیں خاص طور پر ان کی آخری رات میں تہجد کی نماز کی کیفیت عجیب ہوتی تھی، تہجد میں عموماً دو پارے تلاوت کرتے تھے، اور قرأت کے دوران اس قدر خشوع اور اتنا گریہ طاری ہوتا کہ سینے سے کھولتے سانسوں کی آواز سنائی دیتی تھی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بھی احادیث میں یہی لکھا ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نماز ایسی پڑھتے تھے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اندر سے رونے کی وجہ سے ہانڈی کے جوش مارنے کی سی آوازیں سنائی دیتی تھیں، لہٰذا آپ رحمۃ اللہ علیہ کی نماز میں اسی سنت کی اتباع ملتی ہے، نماز کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ استغفار پڑھتے اور دعا مانگتے تو روتے اور اس طرح سسکیاں اور ہچکیاں لیتے جیسے کوئی بچہ پٹ رہا ہو۔

حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کے حالات زندگی میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ آپ رحمۃ اللہ علیہ حج کے لیے تشریف لے گئے اس زمانے میں مملکت عرب میں سفر عموماً اونٹوں پر ہوتا تھا سفر کی رہنمائی اور انتظامات کے سلسلے میں جیسے آج کل معلم ہوتے ہیں اس زمانے میں ان کو مطوف کہتے تھے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مطوف سے پہلے ہی طے کر لیا کہ ہم نے حج کو سنت کے مطابق ادا کرنا ہے لہٰذا تم کوئی ایسی ترتیب نہ بنانا جو سنت کے مطابق نہ ہو۔

منیٰ میں قیام کے دوران صبح صادق سے پہلے ہی مطوف آیا اور شور مچا دیا کہ تیار ہو جاؤ عرفات کے لیے ابھی نکلنا ہے، اونٹ والوں نے بھی جلدی جلدی کی رٹ لگانی شروع کر دی، حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ تو خیموں کے بیچ میں تہجد کی نماز میں مصروف قرأت قرآن سے شغل فرما رہے تھے، کیا مجال ہے کہ ان کے معمول پر ذرا برابر بھی فرق پڑا ہو طویل قیام اور تعدیل ارکان کے ساتھ تسلی سے اپنی نماز مکمل کی، سلام پھیرنے کے بعد مطوف کی طرف متوجہ ہوئے اور غصے سے فرمایا تم نے وعدہ کر رکھا تھا کہ سنت کے خلاف کسی کام کے لیے نہ کہو گے پھر طلوع آفتاب سے پہلے چلنے کے لیے کہنے کا تمہیں کوئی حق نہیں، کہنے لگا میں کیا کروں اونٹ والے نہیں مانتے اور یہ اونٹ لے کر چل دیئے تو حج

فوت ہو جائے گا لہٰذا سنت کی خاطر فرض کو خطرے میں ڈالنا تو اچھی بات نہیں ہے اس پر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا غصہ اور تیز ہو گیا' فرمایا ہم نے تمہیں مطوف مانا ہے کوئی استاد اور پیر تو نہیں بنالیا' جاؤ اپنا کام کرو ہم تو سورج نکلنے سے ایک منٹ پہلے نہیں اٹھیں گے' ہم اپنا مال اور وقت صرف کر کے اتنی صعوبتوں بھرا سفر کر کے آتے ہیں تاکہ سنت کے مطابق حج ادا کریں تمہارے جمالوں (اونٹ والے) کے غلام بننے نہیں آتے' جمالوں کو اپنے اونٹوں پر اختیار ہے وہ ان کو لے جائیں' ہمارے اوپر ان کو کوئی اختیار نہیں کہ اٹھنے پر مجبور کریں تم نے بے وقت شور مچا کر ہمیں پریشان کیا اور نماز بھی صحیح طریقے سے نہیں پڑھنے دی لہٰذا ہم تمہیں بھی آزاد کرتے ہیں تم اپنے دوسرے حاجیوں کو لے جاؤ اور ہمیں ہمارے حال پر چھوڑ دو ہم کوئی لولے لنگے نہیں عرفات کوئی اتنا دور نہیں ہے ہم پیدل ہی انشاء اللہ سفر کر لیں گے لیکن سنت کو نہیں چھوڑیں گے۔

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا اخلاص بھرا عمل

حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ ایک واقعہ سنایا کرتے تھے کہ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ حج کے سفر سے واپسی پر ٹرین میں سفر کر رہے تھے۔ ان کے قریب ایک ہندو جنٹلمین بھی بیٹھا ہوا تھا۔ دوران سفر اس کو بیت الخلاء جانے کی ضرورت پیش آئی اس نے جا کر دیکھا تو بیت الخلاء بہت گندہ تھا۔ چناں چہ وہ جلد ہی واپس آ گیا۔ کسی نے پوچھا کہ آپ گئے تھے اور جلد ہی واپس آ گئے۔ اس نے کہا' لوگ گند مچا دیتے ہیں' بیت الخلاء میں صفائی ہی نہیں کرتے' مجھے ضرورت تو تھی لیکن بیت الخلاء اتنا گندہ تھا کہ میں اس کو استعمال نہیں کر سکا۔

یہ بات کر کے وہ ہندو بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد شیخ الحدیث شیخ طریقت حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ اٹھے اور ٹرین کے بیت الخلاء میں تشریف لے گئے اور سارے بیت الخلاء کو صاف کر دیا۔ جب صاف کرنے کے بعد واپس آ کر بیٹھے تو کہنے لگے کہ میں بیت الخلاء استعمال کرنے کے لیے گیا تو ابھی تو بڑا صاف تھا۔ یہ اس لیے کہ وہ استعمال کر لے۔ اب جب ہندو دوبارہ گیا تو اس نے اس کو صاف پایا اس نے اسے استعمال کیا اور واپس آ کر

کہنے لگا جی واقعی کسی نے صاف کر دیا تھا۔

لوگوں کو تجسس ہوا کہ آخر اس کو کس نے صاف کیا۔ وہاں ایک عالم اور بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کا نام خواجہ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ انہوں نے حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں غائبانہ طور پر کچھ باتیں سنی ہوئی تھیں۔ اور وہ ان کی مخالفت کیا کرتے تھے۔ انہوں نے جب کھود کرید کی تو پتہ چلا کہ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے بیت الخلاء صاف کیا ہے۔ یہ دیکھ کر اس کھدر پوش فقیر کے سامنے خواجہ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ہاتھ جوڑ دیے اور کہنے لگے، جی آپ مجھے معاف کر دیں، میں نے عمر بھر آپ کی غیبت کی، مجھے آپ کی عظمتوں کا پتہ نہیں تھا، آج پتہ چلا کہ آپ کتنے عظیم انسان ہیں کہ ایک ہندو کی خاطر آپ نے ایسا کام کیا ہے۔ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے تو اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کیا ہے لوگ حیران ہو کر پوچھنے لگے، وہ کیسے؟ تو فرمایا: کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام کی خدمت میں ایک یہودی آیا۔ اس کو بھوک لگی ہوئی تھی۔ نبی علیہ السلام نے اس کو کھانا دیا تو اس نے کھانا زیادہ کھا لیا۔ رات کو نبی علیہ السلام نے اس کو سونے کے لیے بستر دیا۔ پیٹ نرم ہونے کی وجہ سے قدرتاً اس کی ایسی کیفیت ہوئی کہ اسی بستر میں اس کا پاخانہ خارج ہو گیا۔ وہ صبح اسی حالت میں اٹھ کر وہاں سے چل دیا۔ جب وہ کچھ دور پہنچا تو اسے یاد آیا کہ وہ جلدی میں اپنا کچھ سامان وہاں بھول گیا ہے۔ چناں چہ جب وہ سامان لینے کے لیے واپس آیا تو دیکھا کہ نبی علیہ السلام اپنے ہاتھوں سے اس بستر کو دھو رہے تھے۔ یہ منظر دیکھ کر اس کی آنکھوں میں سے آنسو نکل آئے اور اس نے کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ نے وہ خلق عطا کیے جو خلق دنیا میں کسی کے پاس نہیں ہو سکتے۔ لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے کلمہ پڑھا کر مسلمان بنا دیجیے۔ تو حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم مہمان کی خاطر یہ عمل کیا تھا اور میں نے بھی اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کیا ہے۔ تو یہ مخلوق لوگ تھے۔

پردے کا مخالف ہکا بکا رہ گیا

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ سفر کر رہے تھے۔ ایک انگریز اپنی میم صاحبہ کو لے کر آیا

اور سامنے بیٹھ گیا۔ اب میم تو بے پردہ تھی۔ جب اس کو پتہ چلا کہ یہ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ ہیں تو اس نے چھیڑ چھاڑ شروع کر دی۔ کہنے لگا کہ دیکھو اسلام اپنی عورتوں کو گھروں میں جیل کی طرح قید رکھتا ہے۔ ہم تو اپنی عورتوں کو آزادی دیتے ہیں۔ دیکھئے' یہ میرے ساتھ گھوم گھام رہی ہے۔ زندگی کے عیش و آرام کے دن گزار رہی ہے۔ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ پہلے تو سنتے رہے۔ پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے سوچا کہ یہ سیدھی طرح تو ماننے والا نہیں۔ ٹیڑھی انگلی سے کھیر نکالنی پڑے گی۔ چناں چہ گرمی کا موسم تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا شاگرد بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ تھا اور قدرتاً شکجبین بنانے کے لیے کچھ لیموں وغیرہ اور چینی اپنے ساتھ رکھوائی تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اشارہ کیا کہ ذرا شکنجبین کے ایک دو گلاس بناؤ۔ بہت گرمی ہے۔ اس نے تھرمس سے ٹھنڈا پانی نکالا' چینی ملائی اور لیموں کاٹا۔ اب جب انگریز کے سامنے لیمو کٹا تو اس کے منہ میں بھی پانی آ گیا۔ وہ بھی بڑی شوق کی نظروں سے شکن جبین کو دیکھ رہا ہے۔ اب اس سے حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کہ کیا معاملہ ہے؟ آپ بڑی محبت بھری نظروں سے اس شکنجبین کو دیکھ رہے ہیں؟ اس نے کہا' جی آپ کو پتہ ہے کہ گرمی ہے۔ پیاس ہے اور لیموں تو چیز ہی ایسی ہے کہ اس کو دیکھ کر منہ میں پانی آتا ہے۔ اب حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر چوٹ لگائی کہ جس طرح گرمی کے موسم میں پیاسا لیموں دیکھے تو اس کے منہ میں پانی آتا ہے تو یہ جو تمہاری میم صاحبہ بیٹھی ہیں اس کو دیکھ دیکھ کر جتنے بھی ریل میں مرد ہیں سب کے منہ میں پانی آ رہا ہے۔ اب تو ایسا شرمندہ ہوا کہ اس کی نظریں نیچی لگ گئیں۔

حضرت شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ

آپ رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا محمد یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ شیخ الحدیث مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور کے فرزند ارجمند اور حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ بانی تبلیغی جماعت کے بھتیجے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ ۱۱ رمضان المبارک ۱۳۱۵ھ کو کاندھلہ میں پیدا ہوئے۔ اول تا آخر تمام تعلیم مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں حاصل کی۔ ۱۳۴۴ میں دورہ حدیث کر کے سند فراغت حاصل کی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اساتذہ میں حضرت اقدس مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کے والد گرامی حضرت مولانا محمد یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ حضرت محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا عبداللطیف رحمۃ اللہ علیہ قابل ذکر ہیں۔ فراغت تعلیم کے بعد مظاہر العلوم سہارنپور میں ہی مدرس مقرر ہوئے اور بہت جلد اپنی اعلیٰ صلاحیت کی وجہ سے صدر مدرس مقرر ہوئے۔ حضرت اقدس مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو شیخ الحدیث کا خطاب عطا فرمایا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے روحانی اور اصلاحی تعلق حضرت مولانا خلیل احمد صاحب قدس سرہ سے قائم فرمایا اور علم ظاہر کے ساتھ ساتھ علم باطن میں بھی خوب فیض حاصل کیا اور خلافت سے نوازے گئے۔ حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کی وفات بعد حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمہ اللہ سے تعلق قائم کیا اور ان سے بھی خلافت حاصل کی۔ ساری زندگی درس و تدریس اور تبلیغ و اصلاح میں بسر کی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ ایک بڑے عالم باعمل، متبع سنت اور حق و صداقت کا پیکر تھے۔ تواضع و انکساری میں اسلاف کی عظیم یادگار تھے۔ بڑے بڑے علما آپ رحمہ اللہ کے تلمیذ و مرید تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بہت سی شاہکار کتب تصنیف کیں جو علما اور عوام میں بہت مقبول ہوئیں۔ آپ رحمہ اللہ نے ۲۴ مئی ۱۹۶۲ء کو مدینہ منورہ میں ہی جان جان آفریں کے سپرد کی اور جنت البقیع میں مدفون

ہوئے۔

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے محبت

شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ اپنے بچپن کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ان دنوں والد محترم کا قیام حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں مستقل طور پر گنگوہ میں رہا کرتا تھا۔ میری عمر ابھی ڈھائی سال کی تھی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ گولر کے درخت کے نیچے چارزانو بیٹھے ہوتے تھے۔ میں حضرت کے پیروں پر کھڑا ہو کر حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے خوب لپٹتا۔ فرماتے ہیں کہ جب میں کچھ اور بڑا ہو گیا تو راستہ میں کھڑا ہو جاتا، جب حضرت سامنے سے گزرتے تو میں بڑی قرأت سے اور بلند آواز سے کہتا: السلام علیکم۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ بھی از راہ محبت وشفقت اسی لہجے میں جواب مرحمت فرماتے۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں کہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی گود میں کھیلنا، حضرت رحمہ اللہ کے گھٹنوں پر پاؤں رکھنا اور گردن میں ہاتھ ڈال کر کھڑا ہونا، حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ عیدین کے موقع پر پالکی میں بیٹھ کر عیدگاہ آنا جانا ہوتا تھا۔ جس کے اٹھانے والے بڑے بڑے علما اور مشائخ ہوتے تھے۔ اور بسا اوقات حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ کھانا کھانا اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے پس خوردہ کا تن تنہا وارث بننا اب بھی آنکھوں کے سامنے ہے۔

بچوں کی تربیت

اس زمانے کے بزرگ بچوں کی اخلاقی تربیت اور ان کی ذہنی نشوونما کے لیے بعض خاص قسم کے طریقے اختیار کرتے تھے۔ مولانا یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ کو خاص طور پر اس کا اہتمام تھا۔ شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ جب میری عمر ۱۳ سال تھی، والد صاحب رحمہ اللہ نے کاندھلہ بھیجنے کا وعدہ فرمایا۔ میں خوشی کے مارے پھولے نہیں سماتا تھا۔ وہاں جانے کے لیے دن گننے لگا اور عید کے چاند کی طرح اسکا انتظار کرنے لگا۔ چند دن کے بعد والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ ارادہ ملتوی فرمادیا۔ مجھے اس پر تعجب ہوا اور ملال بھی۔ ایک روز

فرمایا کہ مجھے کاندھلہ جانے کی بے حد خوشی تھی اور مجھ پر اس کا شوق اتنا غالب آ گیا کہ میں نے اسی وجہ سے اس کو ملتوی کر دیا کیوں کہ اس پر اتنا خوش ہونا اور اس کا اتنا شوق وارمان رکھنا ٹھیک نہیں ہے۔

زندگی بھر کی مصروفیات

حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کے والد محترم رحمۃ اللہ علیہ نے سات برس کی عمر میں قرآن پاک حفظ کر لیا تھا لیکن شیخ کی سات برس کی عمر تک بسم اللہ بھی نہیں ہوئی۔ اس عمر تک تعلیم شروع نہ ہونے پر خاندان کے بزرگوں کو تعجب تھا۔ دادی صاحبہ جو کہ خود حافظ قرآن تھیں انہوں نے اپنے لائق فرزند سے ایک دفعہ فرمایا: یحییٰ اولاد کی محبت میں اندھے نہیں ہوتے، تو نے تو سات برس کی عمر میں قرآن حفظ کر لیا تھا، یہ اتنا بڑا بیل پھر رہا ہے، آخر اس سے جوتے گھٹوائے گا کیا کرائے گا؟ مولانا یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ نے والدہ صاحبہ کی اس بات کے جواب میں فرمایا جب تک کھیلتا ہے اس کو کھیل لینے دیجیے۔ جس دن یہ کولہو میں سر دے گا تو قبر میں جا کر ہی دم لے گا۔

قرآن مجید کی تلاوت

قرآن مجید کا حفظ کرنا اس خاندان کا خصوصی شعار اور تعلیم کا پہلا ضروری مرحلہ تھا۔ اسی کے مطابق حفظ کا سلسلہ شروع کرایا گیا۔ مولانا محمد یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ کا تعلیم و تربیت کا نرالا ہی دستور تھا۔ وہ ایک صفحہ کا سبق دے دیتے اور فرماتے کہ اس کو سو مرتبہ پڑھ لو اور دن بھر چھٹی ہے۔ فطرت انسانی اور تقاضائے عمر سے بڑے بڑے ہونہار بچے بھی مستثنیٰ نہیں ہوتے۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے کہ مجھے اندازہ نہیں تھا کہ ایک صفحہ سو مرتبہ پڑھنے میں کتنا وقت لگتا ہے میں بہت جلدی آ کر کہہ دیتا کہ سو مرتبہ پڑھ لیا۔ والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس پر زیادہ جرح قدح نہ فرماتے تھے۔ اگلے دن کا سبق یاد کرنے کے بعد آ کر کہتا کہ کل تو بس ایسے ہی پڑھا تھا، آج ٹھیک ٹھیک سو مرتبہ پڑھا ہے۔ فرماتے کہ آج کے سچ کی حقیقت تو کل

معلوم ہوگی۔ سہارنپور آجانے اور عربی شروع ہوجانے کے بعد بھی یہ حکم ہوتا تھا کہ ایک پارہ کو اتنی مرتبہ پڑھ لو۔ مغرب کے بعد ایک صاحب اس کو سنتے تھے۔ اس میں خوب غلطیاں نکلتی تھیں۔ اس پر سہارنپور کے مشہور وکیل مولوی عبداللہ جان رحمۃ اللہ علیہ نے جن کو اس خاندان سے بڑا گہرا تعلق تھا، مولانا یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ سے ایک روز کہا کہ زکریا کو تو قرآن یاد نہیں۔ مولانا نے بڑے اطمینان سے فرمایا کہ ہاں اسے قرآن بالکل یاد نہیں۔ انہوں نے حیران ہوکر کہا کہ کیا بات ہے؟ حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اسے عمر بھر کرنا ہی کیا ہے؟ قرآن ہی پڑھنا ہے یاد ہوجائے گا۔

اکابر سے محبت

مولانا محمد یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ کی تربیت کے نرالے انداز اور ان کی ذہانت اور سلامت فہم کے عجیب واقعات ہیں۔ ایک دفعہ جب شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی فقہ کی تعلیم شروع ہوئی تو اس افتتاح کے موقع پر مولانا رحمہ اللہ نے شیخ کو بیس روپے انعام کے طور پر عطا فرمائے۔ پھر ارشاد فرمایا کہ ان کا کیا کروگے؟ شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ میرا جی چاہتا ہے کہ اکابر اربعہ حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ، حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ ، حضرت اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پانچ پانچ روپے کی مٹھائی پیش کروں۔ بڑے مسرت کے ساتھ اس کی تصویب فرمائی۔ پھر دریافت فرمایا کہ کون سی مٹھائی؟ شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے متفرق مٹھائیوں کے نام لیے۔ فرمایا لاحول ولا قوۃ ان میں سے کون ایسا ہے جو مٹھائی کھائے گا؟ تمہاری خاطر ایک آدھ ٹکڑا چکھ لیں گے اور باقی سب دوسروں کی نذر ہوجائے گی۔ ایسا کرو کہ پانچ روپے کی مصری خرید کر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کردو ایک مہینہ تک تمہاری ہی مصری کی چائے نوش فرمائیں گے۔ چناں چہ تعمیل کی گئی۔ بقیہ اکابر ثلاثہ کی خدمت میں پانچ پانچ روپے نقد مختلف اوقات میں پیش کیے گئے۔ ان سب حضرات نے مسرت سے قبول فرما کر دعائیں دی۔

تعلیمی انہماک

حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ طالب علمی کے دنوں میں ایک دفعہ میرا اپنا جوتا کسی نے اٹھالیا۔ تقریباً چھ ماہ تک مجھے دوسرا جوتا خریدنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔ کیوں کہ اس مدت میں مجھے مدرسہ سے باہر قدم نکالنے کی نوبت ہی نہیں آئی۔

مدرسہ ہی کی مسجد میں جمعہ ہوتا تھا اور مدرسہ کے بیت الخلاء میں ایک دو جوتے جو کسی کے پرانے ہوجاتے وہاں رکھ دیے جاتے تھے جو ابھی دستور چلا آرہا ہے۔ بیت الخلاء کے لیے وہی پرانے جوتے استعمال کرلیتا تھا مجھے کسی بھی اور ضرورت کے واسطے مدرسہ کے دروازہ سے نہ تو باہر قدم رکھنا پڑا اور نہ ہی جوتے کی ضرورت ہوئی۔

دنیا سے بے رغبتی

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو چاٹگام یا ڈھاکہ کے مدرسہ عالیہ سے شیخ الحدیث کے منصب کی پیش کش ہوئی۔ جس کی بارہ سو روپے تنخواہ تھی اور صرف ترمذی شریف اور بخاری شریف پڑھانا تھی۔ پہلے خط آیا، پھر ارجنٹ تار آیا کہ خط کے جواب کا سخت انتظار ہے۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تار کے جواب میں تو میں نے صرف یہ لکھ دیا کہ معذور ہے۔ خط میں مفصل لکھا کہ جن دوستوں نے میرا نام آپ کو دیا ہے، انہوں نے محض حسن ظن سے کام لے کر غلط روایات پہنچائی ہیں۔ یہ ناکارہ اس کا اہل نہیں ہے۔

ایثار کی انتہا

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ایثار کا ایک حیرت انگیز واقعہ جو اس زمانہ کے لحاظ سے ناقابل قیاس اور بہت سے لوگوں کے لیے ناقابل یقین ہوگا وہ یہ ہے کہ ایک ایسے بزرگ عالم کے انتقال پر کہ جن کے ساتھ مل کر شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے بہت عرصہ کام کیا تھا اور جن سے کچھ تلمذ کا رشتہ بھی تھا، جب ان کے ترکہ کی تقسیم کے وقت اور قرضہ کے تصفیہ کے لیے ان کے ورثاء اور اہل تعلق جمع

ہوئے تو ورثا نے قرض کی ادائیگی کا ذمہ لینے سے جو غالباً پانچ ہزار کی مقدار میں تھا، صاف معذرت کردی۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے بے تکلف اس کو اپنے ذمہ لے لیا اور ادا فرمادیا۔

مجلس شعر وسخن

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا شعری وادبی ذوق نہایت پاکیزہ اور لطیف تھا۔ ایک واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ آغاز جوانی میں ایک دوسرے قصبے میں شب کو جانا ہوا۔ وہاں کچھ بے تکلف دوست جمع تھے۔ وہاں عشا کے بعد بیت بازی شروع ہوئی جو اس زمانہ کے مہذب، زندہ دل نوجوانوں اور قصبات کے شرفاء کا محبوب ومفید مشغلہ تھا۔ اسمیں ایسا انہماک ہوا کہ کچھ پتہ نہ چلا کہ کتنی رات چلی گئی۔ اچانک اذان کی آواز آئی تو خیال ہوا کہ کسی نے بے وقت اذان کہہ دی ہے ابھی تو بیٹھے ہی تھے۔ تحقیق کرنے سے معلوم ہوا کہ صبح صادق ہوگئی ہے اور یہ فجر کی ہی اذان تھی۔

تصنیف وتالیف کا ذوق

درس وتدریس کے انہماک، ذکر ونوافل کی یکسوئی، مہمانوں کی کثرت اور واردین وصادرین کے ہجوم کے باوجود شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی طبیعت میں شروع ہی سے تصنیفی ذوق اور تحریری کام میں انہماک ودیعت تھا۔ اور جب پہلی دفعہ مشکوۃ پڑھا رہے تھے تو ۲۲ ربیع الاول کی شب میں ۱۲ بجے حجۃ الوداع پر لکھنا شروع کیا اور ایک دن ڈیڑھ رات میں شنبہ کی صبح کو پورا کرلیا۔

مال سے قلبی انقطاع

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میری عمر تین چار سال تھی، ابھی اچھی طرح سے چلنا بھی نہیں سیکھا تھا، سارا منظر خوب یاد ہے اور ایسی باتیں اوقع فی الذہن ہوا کرتی ہیں۔ میری والدہ نوراللہ مرقدہا کو مجھ سے عشق تھا۔ ماؤں کو بیٹوں سے محبت تو ہوا ہی کرتی ہے مگر جتنی محبت ان کو مجھ سے تھی اللہ ان کو بہت بلند درجے عطا فرمائے۔ اس وقت انہوں نے میرے لیے ایک بہت ہی خوب صورت چھوٹا سا تکیہ سیا تھا۔ وہ ایک بالشت چوڑا اور ڈیڑھ

بالشت لمبا تھا اس کی ہیبت بھی کبھی نہیں بھولوں گا۔ اس کے اوپر گوٹہ ٹھپہ، گوکھرو، کرن بنت وغیرہ سبھی کچھ جڑا ہوا تھا۔ نیچے لال کند کا غلاف اور اس کے اوپر سفید جالی کا جھالر بہت ہی خوشنما لگتا تھا۔ وہ مجھے اتنا محبوب تھا کہ بجائے سر کے نیچے رکھنے کے اسے میں اپنے سینے کے اوپر رکھتا تھا۔ کبھی اس کو پیار کرتا، کبھی سینے سے چمٹایا کرتا۔ والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آواز دے کر فرمایا کہ زکریا! مجھے تکیہ دے دو۔ مجھے پدری محبت نے جوش مارا اور اپنے نزدیک انتہائی ایثار اور گویا دل پیش کر دینے کی نیت سے میں نے کہا: میں اپنا تکیہ لے آؤں؟ فرمایا کہ ادھر آؤ۔ میں انتہائی ذوق وشوق میں کہ ابا جان اس نیاز مندی اور سعادت مندی پر بہت خوش ہوں گے، دوڑا ہوا گیا انہوں نے بائیں ہاتھ سے میرے دونوں ہاتھ پکڑے اور داہنے ہاتھ سے منہ پر ایسا زور سے تھپڑ رسید کیا کہ آج تک تو اس کی لذت نہیں بھولا۔ اور مرتے وقت تک امید نہیں کہ بھولوں گا اور یوں فرمایا کہ ابھی سے باپ کے مال پر یوں کہتا ہے کہ اپنا لاؤں، کچھ کما کر ہی کہنا کہ اپنا لاؤں۔ اللہ کا ہی فضل وکرم ہے اور محض اس کا ہی لطف وکرم ہے کہ اس کے بعد جب بھی یہ واقعہ یاد آ جاتا ہے تو دل میں یہ مضمون پختہ ہوتا چلا جاتا ہے کہ اپنا تو اس دنیا میں کوئی مال نہیں ہے اور اللہ کا شکر ہے دن بدن یہ مضمون پختہ ہوتا جا رہا ہے۔

تبلیغی احباب سے محبت

حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ تبلیغی جماعتوں سے اور دوسرے مہمانوں کی مدارت میں ذرہ برابر فرق نہیں آنے دیتے تھے۔ ہر ایک کی چائے اور طعام کا خیال رکھنا اور ہر ایک سے نہایت تپاک سے ملنا آپ رحمۃ اللہ علیہ کا خصوصی جوہر تھا۔ ایک مرتبہ ایک تبلیغی بھائی نے مصافحہ کیا اور دعا کے لیے عرض کیا تو فرمایا: بھائی! آپ لوگ بڑا کام کر رہے ہیں، دین کے لیے ادھر ادھر مارے مارے پھرتے ہیں، میرا کیا ہے میں یہاں ایک ہی جگہ بیٹھا رہتا ہوں، آپ لوگ میرے لیے دعا کریں۔

ایک مرتبہ ایک تبلیغی بھائی نے محبت سے دو روپے پیش کیے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ہاتھ کھینچ لیا

اور فرمایا: ہر گز نہیں۔ آپ حضرات اللہ کی راہ میں نکلتے ہیں مجھے ہی آپ حضرات کی مدد کرنا چاہیے نہ یہ کہ آپ میری مدد کریں۔ میں آپ حضرات کی کچھ بھی خدمت نہیں کر پاتا۔

تقویٰ کی مثال

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے خود اپنے والد ماجد نور اللہ مرقدہ کے بارے میں لکھا ہے کہ میرے والد صاحب قدس سرہ کے زمانے میں مدرسہ کا مطبخ جاری نہیں ہوا تھا۔ مدرسہ کے قریب کسی طباخ کی دوکان تھی، گھر والوں کے نہ ہونے کے زمانے میں جامع مسجد کے قریب ایک طباخ کی دکان سے کھانا آیا کرتا تھا۔ سردی کے زمانے میں وہاں سے آتے آتے خصوصاً شام کو ٹھنڈا کھانا ہو جاتا تھا تو سالن کے برتن کو مدرسہ کی مسجد کے حمام کے سامنے رکھوا دیتے تھے۔ اس کی تپش سے وہ تھوڑی دیر میں گرم ہو جاتا تھا تو یہ فرما کر دو تین روپے ہر ماہ چندہ میں داخل فرمایا کرتے تھے کہ مدرسہ کی آگ سے انتفاع ہوا ہے۔

تصوف وسلوک کی حقیقت

ایک مرتبہ حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ اوپر اپنے کمرے میں نہایت مشغول تھے۔ مولوی نصیر رحمۃ اللہ علیہ نے اوپر جا کر کہا کہ رئیس احرار آئے ہیں۔ رائے پور جارہے ہیں، صرف مصافحہ کرنا ہے۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جلدی بلا دے۔ مرحوم اوپر چڑھے اور زینے پر چڑھتے ہی سلام کے بعد مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھا کر کہا، رائے پور جارہا ہوں اور ایک سوال آپ سے کر کے جارہا ہوں۔ پرسوں صبح ہی واپسی ہے اس کا جواب واپسی میں لوں گا۔ سوال یہ ہے کہ تصوف کیا بلا ہے؟ اس کی حقیقت کیا ہے؟ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے مصافحہ کرتے کرتے جواب دیا کہ ”صرف تصحیح نیت اس کے سوا کچھ نہیں۔ جس کی ابتدا ”اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ“ سے ہوتی ہے اور انتہا ”اَنْ تَعْبُدَاللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ“ ہے۔ اسی کو نسبت کہتے ہیں۔ اسی کو یادداشت کہتے ہیں اور اسی کو حضوری کہتے ہیں۔

حضوری گر ہمی خواہی از و غافل مشو حافظ

متی ما تلق من تھوی دع الدنیا واہلھا

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا مولوی صاحب! سارے پاپڑ اسی لیے بیلے جاتے ہیں، ذکر بالجہر بھی اور مجاہدہ اور مراقبہ بھی اسی واسطے ہی اور جس کو اللہ جل شانہ کسی بھی طرح سے یہ دولت عطا کرے اس کو کہیں بھی اور جانے کی ضرورت نہیں۔

مرشد کی تنبیہ

حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ پاک کے قیام میں جب یہ ناکارہ بذل لکھا کرتا تھا اور صبح کی چائے کے بعد سے مسلسل چھ گھنٹے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری ہوتی تو ایک مرتبہ یہ نابکار، ناپاک، سیہ کار بذل لکھتے ہوئے نہ معلوم کن کن خرافات اور واہی تباہی خیالات میں مستغرق تھا۔ میرے حضرت قدس سرہ نے عبارت لکھواتے ہوئے نہایت تند و تیز لہجے میں ارشاد فرمایا "من بتو مشغول وتوبعمر وزید" میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے اس ارشاد پر پسینہ پسینہ ہو گیا اور میرا کرتہ اور پاجامہ تک بھیگ گیا۔

حضرت اقدس تھانوی کا ارادہ

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ مجھے اس کا بڑا قلق رہتا تھا کہ تھانہ بھون میں رہتے ہوئے بھی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری کا وقت نہیں ملتا تھا۔ میں نے ایک مرتبہ بہت قلق کے ساتھ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ لوگ بہت دور دور سے حاضر ہوتے ہیں لیکن یہ ناکارہ یہاں رہ کر بھی خدمت میں حاضر نہیں ہو سکتا۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایسا جواب مرحمت فرمایا کہ میری مسرت کے لیے مرنے تک کافی ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا مولوی صاحب! اس کا آپ بالکل فکر مت کریں۔ آپ اگرچہ میری مجلس میں نہیں ہوتے مگر میں ظہر سے عصر تک آپ ہی کی مجلس میں رہتا ہوں۔ میں بار بار آپ کو دیکھتا رہتا ہوں اور رشک کرتا ہوں کہ کام تو یوں ہوتا ہے۔ میں آپ کو ظہر سے عصر تک اوراق سے سر اٹھاتے نہیں دیکھتا۔

مشکوۃ شریف کا آغاز

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ اپنے آغاز مشکوۃ کا قصہ خود ہی بیان فرماتے ہیں کہ ۷ محرم الحرام ۱۳۳۲ھ کو ظہر کی نماز کے بعد میری مشکوۃ شریف شروع ہوئی۔ والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خود ہی ظہر کی امامت بھی کی تھی کہ اس زمانے میں نماز ہی آپ رحمۃ اللہ علیہ پڑھاتے تھے۔ نماز کے بعد غسل فرمایا اور دو رکعت نماز نفل پڑھی۔ پھر میری طرف متوجہ ہو کر مشکوۃ شریف کی بسم اللہ اور خطبہ مجھ سے پڑھوایا اور اس کے بعد قبلہ کی طرف متوجہ ہو کر پندرہ بیس منٹ تک بہت دعائیں مانگیں۔ مجھے نہیں معلوم کہ کیا کیا دعائیں مانگیں۔ لیکن میں ان کی معیت میں اس وقت صرف ایک ہی دعا کرتا رہا کہ یا اللہ! حدیث پاک کا سلسلہ بہت دیر سے شروع ہوا ہے اس کے ساتھ مجھے مرنے تک وابستہ رکھیے۔ اللہ جل شانہ نے میری ناپاکیوں، گندگیوں اور سیئات کے باوجود ایسی قبولیت عطا فرمائی کہ ۱۳۳۲ھ سے ۱۳۹۰ھ تک اللہ کے فضل سے کوئی ایسا زمانہ نہیں گزرا کہ جس میں حدیث پاک کا مشغلہ نہ رہا ہو۔

اکابر کی راحت کا خیال

ایک مرتبہ سہارنپور میں تبلیغی جماعت کا اجتماع ہو رہا تھا تو حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت رائے پوری قدس سرہ سے فرمایا کہ حضرت جی! جون کا مہینہ ہے گرمی کی شدت بھی ہے اور ہمارے ہاں راحت کی کوئی جگہ نہیں، اور یہ تبلیغ والے رات کو جلسے میں تھوڑی دیر کے لیے (برکت کے واسطے) شرکت کی خواہش اور درخواست مجھ سے کرائیں گے۔ پرسوں جلسہ ختم ہو جائے گا۔ ظہر کے وقت میں اور عزیز یوسف رائے پور حاضر ہوں گے۔ دو دن قیام کریں گے۔ دو دن تک رائے پور سے ہر آنے والے سے سنتا رہا کہ حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ نے خوب دعائیں دیں اور ہر آنے والے سے فرماتے کہ میرا تو (سہارنپور میں) دو دن قیام کا ارادہ تھا مگر شیخ نہ مانا۔ محبت اسی کا نام ہے۔ میری راحت کو اپنی خواہش پر غالب کر

کے رکھا اللہ تعالیٰ بہت بلند درجے عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ان کو بھی ایسی ہی راحت دے۔

اکابر کا تقویٰ

مظاہر العلوم کا جب سالانہ جلسہ ہوتا تھا تو اکابر مدرسین وملازمین میں سے کسی کو جلسہ کا کھانا کھاتے یا چائے پیتے نہیں دیکھا جاتا تھا۔ جملہ مدرسین حضرات وقت ملنے پر اپنا کھانا کھاتے تھے۔ البتہ حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری قدس سرہ مہمانوں کے ساتھ کھاتے تھے۔ لیکن حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے مکان سے دس بارہ آدمیوں کا کھانا آتا تھا جو متفرق مہمانوں کے سامنے رکھ دیا جاتا تھا۔ اسی میں سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ نوش فرماتے تھے۔ مولانا عنایت الٰہی رحمۃ اللہ علیہ مہتمم مدرسہ کے اندر رہتے تھے آپ رحمۃ اللہ علیہ ظہر کے وقت اور رات کو بارہ بجے اپنے دفتر کے کونے میں بیٹھ کر اپنا ٹھنڈا اور معمولی کھانا تنہا کھاتے تھے۔

مولانا ظہور الحق رحمۃ اللہ علیہ مدرسہ کے اس زمانہ میں مطبخ کے منتظم ہوتے تھے لیکن سالن چاول وغیرہ کا نمک کسی طالب علم سے چکھواتے تھے، خود نہیں چکھتے تھے۔ جب وقت ملتا اپنے گھر جا کر کھانا کھاتے تھے۔ ان سب احتیاطوں کے باوجود حضرت سہارنپوری قدس سرہ جب مستقل قیام کے ارادہ سے حجاز تشریف لے گئے تو اپنا ذاتی کتب خانہ یہ فرما کر مدرسہ کے لیے وقف کر گئے تھے کہ نہ معلوم مدرسہ کے کتنے حقوق ذمہ رہ گئے ہوں۔

عجز وانکساری

شوال ۱۳۴۴ھ میں جب حضرت اقدس سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ حجاز مقدس میں طویل قیام کے ارادے سے جا رہے تھے اور بکثرت لوگ بیعت ہو رہے تھے تو حضرت شیخ الحدیث زکریا رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے بیعت ہونے کا ارادہ کر لیا آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مربی وآقا حضرت سہارنپوری رحمہ اللہ سے درخواست کی کہ مجھے بیعت فرما لیں اس پر حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ جب مغرب کے بعد نوافل سے فارغ ہو جاؤں تو آ جانا۔ اس کے بعد بیعت ہو گئے۔

حضرت اقدس سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے بڑے اہتمام سے چاروں سلسلوں میں بیعت و

ارشاد کی آپ رحمہ اللہ کو اجازت مرحمت فرمائی اور اپنے سر سے عمامہ اتار کر حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے برادر کلاں حضرت مولانا سید احمد فیض آبادی رحمۃ اللہ علیہ کو دیا تا کہ وہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے سر پر باندھ دیں۔ جب وہ عمامہ سر پر باندھا گیا تو شیخ کی شدت گریہ سے چیخیں نکل گئی۔ حضرت پیر و مرشد سہارنپوری رحمہ اللہ بھی آبدیدہ ہو گئے۔ حضرت شاہ عبد القادر رائے پوری رحمہ اللہ اس موقع پر بھی موجود تھے اور ان کو اس پورے واقعہ کی اطلاع بھی تھی۔ ہندوستان میں تشہیر ہو جانے کے خوف سے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت رائے پوری کے پاؤں پکڑے اور ان سے اس بات کا عہد لینا چاہا کہ وہ ہندوستان پہنچ کر اس اجازت وخلافت کی اطلاع نہ کریں مگر حضرت رائے پوری رحمہ اللہ اس حقیقت کے اخفا پر تیار نہ ہو سکے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ذریعے اس کی تشہیر ہو گئی۔ پھر بھی حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ عرصہ تک بیعت لینے سے پہلو تہی فرماتے رہے۔

فقر وفاقہ

حضرت رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ ہمارے اکابر واسلاف نے کیسے افلاس وفقر وصبر و شکر کے ساتھ زندگی گزاری۔ اس سلسلہ میں اپنے چچا جان حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ میرے چچا جان نور اللہ مرقدہ مجھے ایک مرتبہ کارڈ لکھا کہ کئی دن سے تم کو ایک ضروری خط لکھنے کا تقاضا تھا مگر میرے پاس کوئی پیسہ نہیں تھا۔ قرض لینے کو دل نہ چاہا۔ آج اللہ نے پیسے عطا فرمائے ہیں تو تم کو خط لکھ رہا ہوں۔

درس حدیث کی پابندی

حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ بہت انہماک ودلسوزی اور نشاط وسرگرمی کے ساتھ حدیث کا درس دیا کرتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ایک شاگرد رشید فرماتے ہیں ایک بار موسلا دھار بارش ہو رہی تھی۔ تمام سڑکوں پر گھٹنوں گھٹنوں پانی بھر رہا تھا میں سوچ رہا تھا کہ بارش کا زور ختم ہو تو سبق میں حاضر ہوں۔ حضرت مولانا سعد اللہ رحمۃ اللہ علیہ اس وقت دفتر نظامت میں

تشریف رکھتے تھے۔ میں نے ان سے دریافت کیا کہ کیا حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ آج بھی درس میں تشریف لے گئے ہوں گے۔ انہوں نے فرمایا کہ اس طوفانی بارش میں تو بظاہر مشکل محسوس ہوتا ہے۔ باہر جا کر معلوم کرلو۔ چناں چہ میں نے مدرسہ کے دروازے پر آ کر سائبان میں بیٹھے ہوئے پھل فروشوں سے معلوم کیا۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ تو دیر ہوئی تشریف لے گئے جب کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے مکان سے دارالحدیث کا فاصلہ زیادہ ہے۔ سڑک پر پانی بہہ رہا تھا۔ میں بھی دارالحدیث میں حاضر ہوا۔ وہاں بجلی غائب تھی اور اندھیرا چھایا ہوا تھا مگر درس شروع ہو چکا تھا۔ میں چپکے سے بیٹھ گیا کہ مبادا حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی نظر پڑ جائے مگر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھ لیا اور فرمایا، جانتے ہو کیسے آیا ہوں؟ اپنے مکان سے روانہ ہوا تو ایک ہاتھ میں بخاری شریف کا بارہ اور دوسرے میں چھتری تھی۔ جوتے ہاتھ میں نہیں لے سکتا تھا نصف راستے تک آیا تو ایک رکشہ والا مل گیا اس نے با اصرار مجھے رکشہ پر سوار کرلیا اور یہاں پہنچانے کے بعد میرے پیروں اور پاجامہ کے نچلے حصہ کو دھویا یہ ناکارہ سن کر پانی پانی ہو گیا۔

ذکر سے شیطان ہڈیوں کا ڈھانچہ بن گیا

شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا رحمۃ اللہ علیہ نے فضائل ذکر میں لکھا ہے کہ ایک آدمی نے شیطان کو دیکھا وہ ہڈیوں کا ڈھانچہ بنا ہوا تھا اور اس کا برا حال تھا' اس نے پوچھا یہ کیا ہوا؟ کہنے لگا! کیا بتاؤں کہ کچھ ایسے لوگ ہیں جنہوں نے میرے جگر کے کباب بنا دیئے ہیں اور انہوں نے مجھے ہڈیوں کا ڈھانچہ بنا دیا ہے۔ اس نے کہا وہ کون لوگ ہیں؟ کہنے لگا کہ وہ جوشونیزیہ کہ مسجد میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ وہ آدمی فوراً شونیزیہ کی مسجد میں گیا جب وہ مسجد میں داخل ہوا تو اس نے دیکھا کہ وہاں کچھ متقی پرہیز گار اور باخدا انسان بیٹھے اللہ کو یاد کر رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں بھی یہ بات القا کر دی چناں چہ جیسے ہی وہ مسجد میں داخل ہوا تو انہوں نے مسکرا کر میری طرف دیکھا اور فرمایا کہ اس مردود کی باتوں پر اعتماد نہ کرنا۔

درود پڑھنے پر منہ سے خوش بو

شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمۃ اللہ علیہ نے فضائل درود شریف میں لکھا ہے کہ ایک آدمی رات کو سونے سے پہلے روزانہ درود شریف پڑھتا تھا۔ ایک رات خواب میں اسے نبی علیہ السلام کی زیارت نصیب ہوئی۔ اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اپنا منہ میرے قریب کرو۔ جس سے تم مجھ پر درود پڑھتے ہو۔ میں اس کا بوسہ لینا چاہتا ہوں۔ اس نے اپنا رخسار نبی علیہ السلام کے قریب کر دیا۔ چناں چہ اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے چہرے کا بوسہ لیا اور اس کی آنکھ کھل گئی جیسے ہی آنکھ کھلی پورا گھر مشک کی خوش بو سے مہک رہا تھا۔ اس کے بعد آٹھ دن تک اس کے رخسار سے مشک کی خوش بو آتی رہی۔

محبت پر لاکھ روپیہ کا شعر

خواجہ عزیز الحسن رحمۃ اللہ علیہ حضرت اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز تھے' انہوں نے ایک شعر لکھا اور اپنے پیرومرشد کو سنایا' حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے شعر سن کر فرمایا کہ اگر میں صاحب استطاعت ہوتا تو ایک لاکھ روپے انعام دے دیتا' یہ اس زمانے کی بات ہے جب اسکول جانے کے لیے ایک پیسہ بھی نہیں ملتا تھا' یہ اس دور کی بات ہے جب انجینئر کی تنخواہ پندرہ ہزار روپے ہوا کرتی تھی' وہ شعر کیا تھا؟ بڑا مختصر' بہت سادہ' دل میں اتر جانے والا' عجیب بات کہی مگر حکایت دل بیان کر دی فرمایا:

ہر تمنا دل سے رخصت ہوگئی
اب تو آجا اب تو خلوت ہوگئی

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت باسعادت ۵ ربیع الثانی ۱۲۸۰ھ کو ہوئی خاندانی اعتبار سے آپ رحمۃ اللہ علیہ فاروقی النسل شیخ ہیں اور ایک بہت بڑے رئیس شیخ عبدالحق تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے چشم و چراغ ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی پرورش بہت ناز و نعمت میں ہوئی اور قدرت نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو عجیب مزاج سے نواز اتھا۔ عربی کی ابتدائی کتابیں مولانا فتح محمد رحمۃ اللہ علیہ سے تھانہ بھون رہ کر پڑھیں اور ۱۲۹۵ھ میں آپ رحمۃ اللہ علیہ حصول تعلیم کے لیے دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے اور ۱۳۰۱ھ میں فارغ التحصیل ہوئے آپ رحمہ اللہ کے مربی اور شفیق اساتذہ میں حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ الہند مولانا محمود الحسن رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا سید احمد رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ شامل ہیں۔

دارالعلوم دیوبند سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ ۱۳۰۱ھ میں کانپور تشریف لے گئے اور مدرسہ فیض عام میں پڑھانا شروع کیا۔ چودہ سال تک وہاں درس و تدریس، افتاء اور وعظ و تبلیغ کی خدمت سرانجام دیتے رہے۔ ۱۳۱۵ھ میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کانپور سے تھانہ بھون واپس تشریف لائے اور حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ کو آباد کیا اور ایک مدرسہ اشرفیہ قائم کیا جہاں آخر دم تک دینی علمی اور روحانی خدمات سرانجام دیتے رہے۔

علوم ظاہری سے فارغ ہونے کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں تزکیہ باطن کی تڑپ پیدا ہوئی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ ابتداء میں حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہونا چاہتے تھے مگر جب آپ رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد حج پر تشریف لے گئے تو آپ رحمہ اللہ بھی ہمراہ تھے اور مکہ معظمہ

پہنچ کر حضرت شیخ العرب والعجم حاجی امداد اللہ مہاجر مکی قدس سرہ کے خدام میں داخل ہو گئے اور شرف بیعت سے مشرف ہوئے اور ان کے تلقین کردہ ذکر وفکر میں مشغول ہو گئے۔ ان کے ذوق وشوق اور مزاج کو دیکھتے ہوئے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے بس میاں اشرف علی پورے پورے میرے طریقے پر ہے۔ اور جب حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی کوئی تحریر دیکھنے یا تقریر سننے کا اتفاق ہوتا تو خوش ہو کر فرماتے جزاکم اللہ تم نے تو میرے سینے کی شرح کر دی۔

یوں تو چشم فلک نے بڑی بڑی عالم فاضل ہستیاں، بڑے بڑے عابد اور زاہد انسان اور بڑے بڑے متقی وتہجد گزار بندے اس خطہ اراضی میں دیکھے ہوں گے مگر شریعت وطریقت کا ایسا حسین امتزاج شائد ہی کسی نے دیکھا ہو جیسے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ کوئی صرف عالم ہوتا ہے اور طریقت سے کورا، کوئی محض صوفی ہوتا ہے اور علوم شرعیہ سے نا آشنا۔ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ ایک ہی وقت میں صوفی بھی تھے، عالم بے بدل بھی، رومی عصر بھی تھے اور رازئ وقت بھی۔ آپ رحمہ اللہ نے جس طرح شریعت ظاہرہ کو جہالت وضلالت کی تاریکیوں سے نکالنے کا کام کیا اسی طرح طریقت باطنہ کو بھی افراط و تفریط کی بھول بھلیوں سے نجات دلائی۔ دراصل حضرت تھانوی قدس سرہ کے یہاں طریقت کا خلاصہ یہی تھا کہ انسان بنو اور آدمیت سیکھو، چناں چہ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے بھائی میں اپنی محفل کو بزرگوں کی محفل نہیں بنانا چاہتا؛ آدمیوں کی محفل بنانا چاہتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو دور حاضر کے مجدد کے منصب پر فائز فرمایا تھا اس لیے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے مسلمانوں کے ہر شعبہ زندگی میں بڑھتے ہوئے انحطاط کو دیکھ کر سینکڑوں ہزاروں میل کا سفر طے کر کے اپنے مواعظ حسنہ ملفوظات اور عام مجالس کے ذریعے لوگوں کو اپنی اصلاح کی طرف متوجہ کیا وہاں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی عظیم تصنیفات کے ذریعے عوام وخواص کی رہبری فرمائی اور ان کو صحیح دین سے آشنا کیا۔ نشر واشاعت کے اس دور میں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ایک عظیم اور امتیازی کارنامہ ہے کہ ڈیڑھ ہزار سے زائد

تصانیف آپ رحمۃ اللہ علیہ کے قلم سے رقم ہوئیں۔ ہر علم وفن پر تصانیف اس قدر تالیف فرمائیں کہ بلا مبالغہ کہا جاسکتا ہے کہ متقدمین ومتاخرین میں اس کی نظیر ملنا مشکل ہے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نہایت لطیف مزاج اور اصول وضوابط کے پابند تھے۔ مزاج کے اعتبار سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ ثانی کہا جاسکتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر آپ رحمۃ اللہ علیہ مترتب المزاج اور اصول وضوابط کے پابند نہ ہوتے تو اصلاح مسلمین کے اتنے عظیم کارنامے اور ہزاروں تصنیف وتالیف کے کام کو ہرگز پائیہ تکمیل تک نہ پہنچا سکتے۔ بلاشبہ آپ رحمۃ اللہ علیہ حکیم الامت اور مجدد ملت تھے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ساری زندگی خدمت اسلام میں گزاری۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ ۱۶ رجب المرجب ۱۳۶۲ مطابق ۲۰ جولائی ۱۹۴۳ء کو اس دار فانی سے رحلت فرما گئے۔ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کی عمر ۸۳ سال تھی۔

تعلیم وتہذیب

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نفسیات کے بڑے ماہر تھے اور مدعیان تہذیب جدید سے منٹوں میں بدتہذیبی کا اقرار کرا لینے میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ناگواری، ناراضگی اور سختی اپنی ذات کے لیے نہیں ہوتی تھی بلکہ مناسب موقع پر تعلیم وتہذیب کے لیے ہوتی تھی اور آپ رحمۃ اللہ علیہ دعویٰ سے فرماتے تھے کہ جس کو اسلامی تہذیب کے مقابلہ میں اپنی جدید تہذیب کا دعویٰ ہو کچھ دن میرے پاس رہ کر دیکھ لے۔ اللہ تعالیٰ کے بھروسہ پر کہتا ہوں کہ انشاء اللہ تعالیٰ خود ہی اس کے منہ سے کہلوا دوں گا کہ واقعی ہم بدتہذیب ہیں اور حقیقی تہذیب وہی ہے جس کی شریعت مقدسہ نے تعلیم فرمائی ہے۔

ایک دفعہ مظفر نگر کے سفر میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کو ایک ایسے ہی رئیس سے پالا پڑا جو بڑے بے باک، زبان دراز یہاں تک کہ بڑے بڑے حکام سے بھی نہ ڈرنے والے اور ان کے سامنے نہ جھکنے والے تھے۔ چوں کہ ان کی عادت ہی ایسی بن چکی تھی اس لیے انہوں نے کوتاہ اندیشی سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے بھی بے ڈھنگی باتیں شروع کر دیں جس سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو ازحد تکلیف ہوئی۔ آپ رحمہ اللہ نے انہیں مناسب الفاظ میں تنبیہ بھی فرمائی مگر ریاست

کے نشہ میں وہ کچھ نہ سمجھ سکے۔ اور نوبت ناگواری تک پہنچ گئی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں مجلس سے اٹھ جانے کے لیے فرمایا مگر وہ بیٹھے رہے۔ اس پر حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر آپ نہیں اٹھتے تو میں خود اٹھ جاتا ہوں۔ میں ایسے شخص کے ساتھ ہم نشینی بھی گوارا نہیں کرتا۔ بس آپ رحمۃ اللہ علیہ کا اتنا فرمانا تھا کہ ان پر ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ دست بستہ کہنے لگے: حضرت! آپ بیٹھے رہیں میں خود ہی چلا جاتا ہوں اور اٹھ کر چلے گئے۔ بعدازاں انہوں نے حافظ صغیر احمد رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ میرا تو عمر بھر کے لیے علاج ہو گیا۔ میں علما اور ملازموں کو بہت ذلیل سمجھا کرتا تھا اب ہر اک مولوی اور ملا کا ادب و لحاظ کرتا ہوں۔ میں بڑے بڑے حکام سے بھی مرعوب نہیں ہوتا اس روز مولانا سے اتنا مرعوب ہوا کہ ڈانٹ پڑنے کے بعد ایک لفظ بھی میرے منہ سے نکل ہی نہ سکا۔

ایک نواب کا اقرار بد تہذیبی

ایک خاندانی، مقتدر، ذی وجاہت، رئیس اور نواب نے مبلغ دوسو روپے مدرسہ دارالعلوم تھانہ بھون کی امداد کے لیے بھیجے جو کسی چندہ کے بغیر توکلا علی اللہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی سرپرستی اور نگرانی میں خاص خانقاہ کے اندر قائم تھا۔ اس عطیہ کے ساتھ انہوں نے تشریف آوری کی درخواست بھی بھیج دی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے یہ لکھ کر روپے واپس کر دیے کہ اس روپیہ کے ساتھ بلانے کی درخواست نہ ہوتی تو مدرسہ کے لیے روپے لے لیے جاتے۔ اب یہ احتمال پیدا ہوتا ہے کہ شاید مجھ کو متاثر کرنے کے لیے یہ رقم بھیجی گئی ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی یہ غرض نہ سہی لیکن میرے اوپر تو طبعی طور پر اسکا یہی اثر ہوگا کہ میں آزادی کے ساتھ اپنے آنے نہ آنے کے متعلق رائے قائم نہ کر سکوں گا۔ کیوں کہ انکار کرتے ہوئے شرم آئے گی۔

نواب صاحب بڑے فہمیدہ اور جہاں دیدہ تھے۔ فوراً سمجھ گئے کہ عطیہ اور درخواست اکٹھی نہ بھیجنی تھی۔ چناں چہ فوراً معذرت نامہ لکھا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے تنبیہ کرنے سے اب یہ معلوم ہوا کہ واقعی مجھ سے یہ سخت بد تہذیبی ہوئی۔ میں اب اپنی درخواست آوری واپس لیتا ہوں اور روپیہ مکرر ارسال کرتا ہوں۔ براہ کرم مدرسہ کے لیے قبول فرما لیا جائے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بخوشی قبول فرماتے ہوئے نواب صاحب کو لکھا کہ ابھی تک آپ میری ملاقات کے مشتاق تھے اور اب آپ کی تہذیب اور شرافت نے خود مجھ کو آپ کی ملاقات کا مشتاق بنادیا ہے۔ کچھ مدت کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ اس شرط پر نواب صاحب کے ہاں تشریف لے گئے کہ کسی قسم کا کوئی ہدیہ پیش نہ کیا جائے۔

ایک رئیسہ کا علاج

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو بحالت سفر چوں کہ مختلف المزاج لوگوں سے سابقہ پڑتا تھا اس لیے ہر ایک کے مرض کا علاج روحانی بھی مختلف ہوتا تھا۔ ایک دین دار رئیسہ نے دار الطلبہ مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور تیار کرایا اور اس کے افتتاحی جلسہ کی تاریخ مقرر کر کے مہتمم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا کہ اپنے مدرسہ کے سرپرستوں اور دیگر اراکین کو اطلاع کر دیں کہ اس تاریخ پر مدرسہ میں آجائیں۔ مہتمم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس اطلاع کے ساتھ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو بھی شرکت کی دعوت دی تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بایں وجہ شرکت فرمانے سے انکار کر دیا کہ ان کو اس حاکمانہ لہجے میں بلانے کا کوئی حق حاصل نہیں۔ اس طرح حکم نامہ بھیج کر بلانا خلاف تہذیب ہے۔ یہ بھی کوئی بلانے کا طریقہ ہے، میں نہیں آؤں گا۔ کیا وہ کسی رئیس کو ایسے دعوت دے سکتی تھیں مہتمم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مدرسہ کی مصالح کی بنا پر تاویلاً اصرار کیا کہ یہ ان رئیسہ کا فعل نہیں ان کے میر منشی کا ہے۔ اس پر حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا پھر بھی شکایت ہے کہ اس معاملہ کو بالکل میر منشی پر کیوں چھوڑ دیا، خود مسودہ دیکھ کر منظوری دیتیں، جس طرح حکام کے دعوت ناموں میں اہتمام کیا جاتا ہے۔ ان کے بلانے پر تو میں اب نہیں آؤں گا البتہ آپ اگر حکم دیں تو جوتیاں چٹخاتا ہوا سر کے بل حاضر ہوں گا۔ مگر رئیسہ سے نہیں ملوں گا نہ اس سے کوئی گفتگو بلا واسطہ یا بالواسطہ کروں گا۔

مہتمم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس مشروط شرکت کو بھی غنیمت سمجھا۔ اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو تشریف آواری کے لیے لکھا۔ چناں چہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ وہاں تشریف لے گئے۔ بڑا پر اثر وعظ فرمایا جس سے رئیسہ بھی متاثر ہوئیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ وعظ فرمانے کے بعد بغیر کسی کو ملے

یہاں تک کہ حضرت مولانا خلیل احمد رحمۃ اللہ علیہ کو بھی ملے بغیر چلے آئے تا کہ کسی کو کچھ کہنے سننے کا موقع ہی نہ ملے اور نہ ہی اصرار کرے۔ رئیسہ کو بھی اس واقعہ کا علم ہو گیا اور اس نے محسوس کیا کہ علما میں بھی خوددار لوگ ہوتے ہیں۔ اس لیے انہوں نے مدرسہ میں جو مٹھائی تقسیم کی تھی اس میں سے اپنا حصہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو اسٹیشن پر یہ کہلا بھیجا کہ یہ مٹھائی عام تقسیم کی نہیں خود میرے حصے کی ہے اس لیے ضرور قبول فرمالیں۔ چوں کہ اس کو اپنے امراض باطنی کا احساس ہو گیا تھا اس لیے حضرت رحمہ اللہ نے وہ مٹھائی قبول فرمالی۔ اور اس طرح حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت خوش اسلوبی سے علما کو بنظر حقارت دیکھنے والی کا ایسا علاجِ فرمایا کہ وہ پھر علما کی بڑی عزت کرنے لگی۔

انگریز کی دعوت

الافاضات الیومیہ میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد درج ہے کہ مجھے اکثر اوقات انگریزوں کے ساتھ بھی سفر کرنے کا اتفاق ہوا ہے۔ مگر کبھی کوئی شریر نہیں ملا۔ ایک مرتبہ ایک دوست کے اصرار پر کلکتہ سے سیکنڈ کلاس میں سوار ہوا۔ اس ڈبہ میں ریلوے کا ایک انگریز افسر بھی سوار ہوا، جسے اوپر کے تختے پر جگہ ملی۔ کہنے لگا کہ ہم کو نیچے کے تختے پر تھوڑی سی جگہ کھڑکی کی طرف آپ دے دیں، ہم کو بار بار ریلوے کے انتظام کے لیے باہر آنا جانا پڑتا ہے۔ میں نے کہا، بہت اچھا، ہمارا کوئی حرج نہیں، آپ بیٹھ جائیں، وہ بیٹھ گیا۔ جب کھانے کا وقت آیا میں نے ان کے دوست کے ذریعہ سے دریافت کیا کہ آپ کھانا کھائیں گے؟ کہا: مجھ کو کیا عذر ہے؟ ہم نے کھانا بازار سے خریدا تھا جو پتوں پر ملا تھا۔ ہم نے اس کو بھی اس خیال سے کہ کون برتنوں کو دھوتا پھرے گا، انہیں پتوں پر کچھ کھانا رکھ کر دے دیا۔ جو اس نے بڑی خوشی سے لے کر کھایا۔ ایک صاحب پوچھنے لگے کہ برتن میں کھانا کیوں نہ دیا؟ میں نے کہا چوں کہ پڑوسی تھا اسلیے حق جوار ادا کر دیا، حق احترام ادا نہیں کیا کیوں کہ اسلام سے محروم تھا۔ وہ جب اسٹیشن پر اترا تو شکریہ ادا کرتے ہوئے کہنے لگا کہ آپ کو بہت تکلیف ہوئی ہماری وجہ سے اور ہم کو آپ کی وجہ سے بہت آرام ملا۔ ایک اور رفیق سفر کہنے

لگے، اگر آپ برتنوں میں کھانا دیتے تو زیادہ شکریہ ادا کرتا۔ میں نے کہا یہ بھی ممکن تھا کہ تو شکریہ ادا نہ کرتا۔ برتن میں کھانا دیتے تو ممکن ہے کہ تو اپنے کو بڑا سمجھتا کہ ہمارا احترام کیا گیا ہے۔ پھر شکریہ کی ضرورت ہی کیا محسوس ہوتی۔

توکل علی اللہ

ایک سفر میں کسی چھوٹے اسٹیشن پر بارش کی وجہ سے اسٹیشن ماسٹر نے حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو گودام میں ٹھہرا دیا۔ جب رات ہوئی تو ریلوے کے کسی ملازم کو اس میں لالٹین جلانے کا حکم بھی دیا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو شبہ ہوا کہ کہیں ریلوے کمپنی کی لالٹین نہ ہو۔ لیکن اس خیال سے منع فرمانے میں بھی تامل ہوا کہ یہ ہندو ہے دل میں کہے گا کہ اسلام میں ایسی تنگی اور سختی ہے۔ اس کشمکش میں دل ہی دل میں دعا شروع فرمادی کہ یا اللہ آپ ہی اس سے بچائیے۔ اس کے بعد ہی بابو نے ملازم سے پکار کر کہا کہ دیکھو اسٹیشن کی نہیں ہماری لالٹین جلانا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اللہ کا شکر ادا کیا اور ان سے فرمایا کہ اسٹیشن کی لالٹین تھوڑا ہی جلنے دیتا اور اندھیرے ہی میں بیٹھا رہتا۔

سفر آخرت کی فکر

ایک مرتبہ حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سہارنپور سے کانپور تشریف لے جارہے تھے۔ کچھ گنے ساتھ تھے۔ ان کو محصول ادا کرنے کی غرض سے اسٹیشن پر تلوانا چاہا مگر کسی نے نہ تولا بلکہ ازراہ عقیدت ریلوے کے غیر مسلم ملازمین نے بھی کہہ دیا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ یوں ہی لے جائیے ہم گارڈ سے کہہ دیں گے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: گارڈ کہاں تک جائے گا؟ کہا: غازی آباد تک۔ فرمایا: غازی آباد سے آگے کیا ہوگا؟ کہا گیا کہ یہ گارڈ دوسرے گارڈ سے کہہ دے گا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اس کے آگے کیا ہوگا؟ کہنے لگا: وہ گارڈ کانپور تک لے جائے گا اور وہاں آپ کا سفر ختم ہوجائے گا۔ فرمایا نہیں وہاں سفر ختم نہ ہوگا ایک اور سفر آخرت بھی ہے وہاں کیا انتظام ہوگا۔ یہ سن کر سب دنگ رہ گئے اور بہت متاثر ہوئے۔

معمولات کی پابندی

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے کہ انضباط اوقات جبھی ہو سکتا ہے اگر اخلاق ومروت سے مغلوب نہ ہو اور ہر کام کو اپنے وقت اور موقعہ پر کرے۔ اور تو اور حضرت رحمہ اللہ کے استاد محترم مولانا محمود حسن دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ ایک بار مہمان ہوئے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ والا نے راحت کے سبب ضروری انتظام کر کے جب تصنیف کا وقت آیا تو باادب عرض کیا، حضرت! میں اس وقت کچھ لکھا کرتا ہوں اگر حضرت اجازت دیں تو کچھ دیر لکھ کر بعد میں حاضر ہو جاؤں گا۔ فرمایا: ضرور لکھو۔ میری وجہ سے اپنا حرج نہ کرو۔ گو اس روز حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا لکھنے میں دل نہیں لگا لیکن ناغہ نہ ہونے دیا تاکہ بے برکتی نہ ہو۔ چناں چہ تھوڑا سا لکھ کر پھر حاضر خدمت ہو گئے۔

توکل وقناعت

حضرت حکیم الامت قدس سرہ جب جامع العلوم کانپور میں مدرس اول بنکر تشریف لے گئے تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تنخواہ پچیس روپے تھی۔ لیکن حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اس کو زائد ہی سمجھتے رہے وہ خود اپنے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں کہ میں طالب علمی کے زمانہ میں جب کبھی اپنی تنخواہ سوچا کرتا تھا تو زیادہ سے زیادہ دس روپے سوچتا تھا۔ پانچ روپے اپنی ضروریات کے لیے اور پانچ روپے گھر کے خرچ کے لیے بس اس سے زیادہ تنخواہ پر کبھی نظر ہی نہیں جاتی تھی نہ اس سے زیادہ کا اپنے آپ کو مستحق سمجھتا تھا۔

فکر آخرت

سفر سے آپ رحمۃ اللہ علیہ خود بھی عبرت پکڑتے تھے اور اس کی مثال دے کر دوسروں کو درس عبرت کے طور پر فرمایا کرتے تھے کہ مجھے سفر کے وقت اکثر یہ خیال آیا کرتا ہے کہ اے نفس! ضرورت کی چیزیں تو بس اتنی ہی نہیں جتنی اس وقت سفر میں ساتھ ہیں کہ دو چار کپڑوں کے جوڑے ہیں، بستر اور لوٹا ہاتھ میں ہے، اب مجھے سفر کیے ہوئے دو ماہ ہوئے ہیں، ان چیزوں

کی کچھ بھی ضرورت نہیں ہوتی جو گھر میں بھری ہوتی ہیں بلکہ سفر میں بھی جب بعض چیزیں غیر ضروری معلوم ہوئیں تو گھر بھیج دی گئیں لیکن میں کیا کروں میں تو بہت بچنا چاہتا ہوں کہ زیادہ بکھیڑا جمع نہ ہو مگر حق تعالیٰ میرے پاس بہت کچھ بھیجتے ہیں۔ میرے دوست احباب کے دلوں میں ڈال دیتے ہیں وہ بھی بہت سی چیزیں بھیج دیتے ہیں جن کو واپس کرتا ہوں تو ان کا دل برا ہوتا ہے اور واپس نہ کروں تو خود بوجھ محسوس کرتا ہوں اس لیے میں اپنی مملوکہ چیزوں کا جائزہ لیتا رہتا ہوں اور غیر ضروری اسباب کو نکالتا رہتا ہوں۔

اذکار واشغال کی ترتیب

ایک صاحب فرماتے ہیں کہ جب میں حضرت حاجی صاحب قبلہ قدس سرہ کی خدمت میں رہتا تھا تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری کے سوا اور اوقات میں تمام ضیاء القلوب کے اذکار واشغال کو بہ ترتیب روزانہ عمل میں لاتا تھا اور سمجھتا تھا کہ ان سب کا پورا کرنا ہر شخص کے لیے ضروری ہے ایک روز حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں یہ قصہ عرض کیا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ہنسے اور فرمایا یہ سبق نہیں بلکہ اس کی تو ایسی مثال ہے کہ عطار کی دوکان پر اقسام مختلفہ کی ادویہ رکھی ہوئی ہیں تو ان کے رکھنے سے یہ غرض نہیں ہوتی کہ ہر مریض ان سب ادویہ کو استعمال کرے بلکہ غرض یہ ہے کہ جس مریض کے لیے جو دوا مناسب ہوگی وہ اسکو دی جائے گی سو اسی طرح بہت سے طرق جمع کر دیے ہیں اور ہر طالب کے لیے جو شغل مناسب ہوتا ہے وہ اس کو بتلایا جاتا ہے۔ پھر ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ دستر خوان پر مختلف کھانے رکھے جاتے ہیں اس لیے نہیں کہ سب کھانوں کو سب ہی کھائیں بلکہ اس لیے کہ جو کھانا جس کو پسند ہو وہ اس کو کھالے۔ اصلی غرض عقل کی متعدد اطعمہ سے یہی ہے۔ گو اہل عرف اس کی حقیقت نہ سمجھیں اور فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی برکت سے یہ تحقیق نصیب ہوئی۔

جگر مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں

شعراء میں سے جگر رحمۃ اللہ علیہ ایک عظیم شاعر تھے ان کی ابتدائی زندگی بڑی غافلانہ تھی، خوب پیتے تھے وہ مئے نوش نہ تھے بلانوش تھے مشاعروں میں کہیں حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ملنا جلنا ہوا' حضرت اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز تھے' اس وقت حضرت مجذوب رحمۃ اللہ علیہ محکمہ تعلیم میں Collector (کلیکٹر) کے طور پر کام کر رہے تھے' اتنی اچھی دنیاوی تعلیم مگر چوں کہ گھنڈی کھل چکی تھی لہٰذا درویشی غالب تھی ایسے ایسے اشعار کہے جیسے موتیوں کو انہوں نے مالا میں پرو دیا ہو۔

استاد جگر ان کی فقیرانہ زندگی سے بڑے متاثر ہوئے ایک دفعہ جگر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کہنے لگے۔ جناب! آپ سے مسٹر کی "ٹر" کیسے "مس" (Miss) ہوئی' انہوں نے کہا تھانہ بھون جا کر، جگر نے کہا کبھی میں بھی جاؤں گا' حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا بہت اچھا' اب حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمۃ اللہ علیہ نے محنت کرنا شروع کر دی' صادقین کی صحبت کے بارے میں تفصیلات بتانا شروع کر دیں، ایک دفعہ انہوں نے پوچھا' سنایئے حضرت! کیا حال ہے؟ حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ نے عجیب اشعار سنا دیئے' فرمایا:

پنشن ہوگئی ہے کیا بات ہے اپنی
اب دن بھی اپنا اور رات بھی اپنی
اب اور ہی کچھ ہے میرے دن رات کا عالم
ہر وقت ہی رہتا ہے ملاقات کا عالم

جب انہوں نے یہ اشعار سنے تو دل میں سوچنے لگے کہ ان کے دل میں محبت الٰہی اتنی بھری ہوئی ہے تو ان کے شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے دل کا کیا عالم ہوگا' چناں چہ کہنے لگے تھانہ بھون تو جاؤں گا لیکن میری ایک شرط ہے فرمایا وہ کونسی؟ کہنے لگے کہ وہاں جا کر بھی پیئوں گا' یہ میری عادت ہے اسے چھوڑ نہیں سکتا' حضرت مجذوب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا' میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھوں گا' پیر و مرشد کی خدمت میں حاضر ہو کر پوچھا کہ حضرت ایک بندہ بڑے کام کا

ہے آنا بھی چاہتا ہے مگر شرط لگاتا ہے کہ یہاں آ کر بھی پیئوں گا حضرت رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بھئی! خانقاہ عوامی جگہ ہے یہاں پر تو اس بات کی اجازت نہیں دی جاسکتی' کیوں کہ شراب تو شئی معصیت (گناہ) ہے البتہ میں اسے اپنے گھر میں مہمان کی حیثیت سے ٹھہرالوں گا کیوں کہ مہمان کو اپنی ہر عادت پوری کرنے کی اجازت ہے کافر کو بھی مہمان بنا سکتے ہیں' چناں چہ جگر صاحب رحمۃ اللہ علیہ وہاں تیار ہو کر پہنچ گئے وہاں جا کر پینا تو کیا حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے چہرے کو دیکھتے ہی بات دل میں اتر گئی کہنے لگے' حضرت تین دعائیں کروانے آیا ہوں۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا وہ کونسی؟ کہنے لگے پہلی دعا یہ کیجیے کہ میں پینا چھوڑ دوں' حضرت رحمہ اللہ نے دعا فرمادی' دوسری دعا یہ کیجیے کہ میں داڑھی رکھ لوں' حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بھی دعا فرمادی' تیسری دعا کیجیے کہ میرا خاتمہ ایمان پر ہو جائے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے یہ دعا بھی فرمادی۔ سبحان اللہ۔

صحبت اور شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ رنگ لاتی رہی' چناں چہ اسی محبت و عقیدت کے ساتھ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کا تعلق قائم کر لیا جب واپس ہوئے تو زندگی بدلنا شروع ہوگئی۔

مفتی محمد حسن رحمۃ اللہ علیہ حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں

جامعہ اشرفیہ لاہور کے بانی حضرت مولانا مفتی محمد حسن رحمۃ اللہ علیہ امرتسری حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے اجل خلفاء میں سے تھے' انہوں نے جب دارالعلوم سے پڑھا تو وہیں پڑھانے بھی لگ گئے' حتی کہ حدیث کے اسباق مل گئے' اب جو استاد دارالعلوم دیوبند میں حدیث کے استاد ہوں ان کا علمی مقام کیا ہوگا' ان کے دل میں بڑی چاہت تھی کہ میں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہو جاؤں اس سلسلہ میں کئی مرتبہ خطوط بھی لکھے' حضرت رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ جواب میں فرماتے کہ مفتی صاحب! بیعت میں اصل مقصد تو محبت و عقیدت ہے' وہ آپ کو پہلے ہی حاصل ہے تو بیعت کرنا کوئی ضروری نہیں ہے' چناں چہ ٹال دیتے' پھر خط لکھتے پھر ٹال دیتے' ادھر سے اصرار ادھر سے انکار' مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں پھر ولولہ اٹھتا کہ میں بیعت کی نسبت حاصل کروں' اگر کبھی اظہار کرتے تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ یہی جواب ارشاد

فرماتے' مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں تھانہ بھون حاضر ہوا کہ میں نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے بغیر واپس نہیں آنا میں تو ان کا غلام بننا چاہتا تھا' میں چاہتا تھا کہ روز قیامت حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے خدام اور غلاموں کی فہرست میں میرا نام شامل کر لیا جائے' یہ سوچ کر میں وہاں پہنچا اور حضرت رحمہ اللہ کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت! آپ مجھے بیعت فرمالیں' حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے وہی پرانا جواب دیا کہ مفتی صاحب! بیعت کوئی ضروری تو نہیں ہے فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ حضرت میں نے آپ ہی سے بیعت ہونا ہے حضرت اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی دیکھا کہ مفتی صاحب ڈٹ گئے ہیں تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے' مفتی صاحب! تین شرطیں ہیں بیعت ہونے کیلیے آپ کو وہ تین شرائط پوری کرنا پڑیں گی۔

آج کے دور میں اگر کسی سے کہا جائے کہ بیعت ہونے کیلیے یہ شرائط ہیں تو وہ مرید کہے گا کہ جی یہ تو بڑے متکبر پیر ہیں بیعت ہی نہیں کرتے' دیکھو جی ہم گھر سے بیعت ہونے کیلیے چل کر آئے ہیں اور پیر صاحب نے آگے بیعت ہی نہ کیا' یہ کبھی نہیں سوچیں گے کہ ہماری تنبیہ ہوگی' ہمارا علاج ہوگا' ہمارے نفس کو دوا پلائی جائے گی' نہیں بلکہ آج اول تو پیروں کے پاس آتے ہی نہیں اور جب کبھی آتے ہیں تو پہلے آ کر حالات بتاتے ہیں اور پھر ان کے جوابات کا مشورہ بھی دیتے ہیں کہ گویا یوں کہہ رہے ہوں کہ حضرت میں آپ کو یہ مشورہ دیتا ہوں کہ مجھے یہ مشورہ نہ دیں' آج کل کے مریدین کا یہ حال ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کہ مفتی صاحب! آپ کو تین شرائط پوری کرنا پڑیں گی' انہوں نے عرض کیا' حضرت! میں پوری کرنے کیلیے تیار ہوں فرمایا: پہلی شرط تو یہ ہے آپ پنجابی زبان بولتے ہیں عام طور پر اس زبان کے بولنے سے حروف کے مخارج بگڑ جاتے ہیں جب تک سیکھے نہ جائیں لہٰذا آپ کسی اچھے قاری سے تجوید و قرأت کا فن سیکھیں حتی کہ مسنون قرأت کے ساتھ آپ پانچوں نمازیں پڑھا سکیں میں نے عرض کیا حضرت! میں حاضر ہوں۔

دوسری شرط کی تفصیل بتاتے ہوئے فرمایا کہ مفتی صاحب! آپ نے فلاں فلاں

کتابیں ایک غیر مقلد عالم سے پڑھی ہیں اور غیر مقلدیت کے جراثیم آسانی کے ساتھ ذہن سے نہیں نکلتے اب آپ یہ کتابیں دارالعلوم میں طلباء کے ساتھ بیٹھ کر اساتذہ سے پڑھیں، شرط دیکھو کہ کیا لگائی، یہ بھی تو کہہ سکتے تھے کہ آپ تنہائی میں کسی سے پڑھ لیں مگر نہیں بلکہ فرمایا جس دارالعلوم میں آپ استاد حدیث ہیں اسی دارالعلوم کے طلباء کے ہمراہ جماعت میں بیٹھ کر استاد سے اسی طرح پڑھیں جس طرح طلباء پڑھتے ہیں تاکہ صحیح العقیدہ اساتذہ سے پڑھنے کی وجہ سے غیر مقلدیت کے اثرات زائل ہو جائیں میں نے عرض کیا، حضرت! مجھے یہ بھی منظور ہے پھر فرمایا: تیسری شرط یہ ہے کہ مجھے اجازت دیں کہ میں پردے میں آپ کی اہلیہ کو قسم دے کر آپ کی نجی زندگی کے بارے میں کچھ باتیں پوچھ سکوں، میں نے عرض کیا، حضرت مجھے یہ بھی منظور ہے۔

جب یہ بات نقل کی تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے تو تین شرطیں لگائی تھیں اگر چوتھی شرط یہ بھی لگا دیتے کہ روزانہ دو پہر تک تم نے بیت الخلاء کی بدبودار اور گندی جگہ پر بیٹھنا ہے تو میں اس شرط کو بھی قبول کر لیتا، مگر کیوں کہ میں اپنے اندر کی بدبو سے چھٹکارا پانا چاہتا تھا، جب تمام شرائط پوری کر کے دکھا دیں تو اللہ رب العزت نے ان کیلیے نسبت کے راستے کو ہموار فرما دیا، اللہ اکبر

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کا مقام

حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے ایک مرتبہ کہہ دیا حضرت! حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ نے اس لیے بڑی شان عطا فرمائی کہ آپ جیسے بڑے بڑے علماء ان سے بیعت تھے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ یہ سن کر سخت ناراض ہوئے اور فرمایا، تمہاری عقل الٹی ہے اور تم نے الٹی بات کہہ دی ہے، ارے! حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شان ہماری وجہ سے نہیں بڑھی بلکہ حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ہم لوگوں کی شان بڑھا دی ہے، ورنہ قاسم کو کون پوچھتا اور رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو کون پوچھتا یہ حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت تھی جس کی وجہ سے اللہ نے ان کو شان عطا فرما دی۔

ذکر الٰہی سے فیضان باری کا ورود

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانہ کا ایک واقعہ لکھتے ہیں فرماتے ہیں کہ میں شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جلالین پڑھا کرتا تھا' ایک رات تکرار کرنے بیٹھا (تکرار طلبہ کے لیے ضروری ہے "لِکُلِّ شَیْءٍ بَابٌ وَبَابُ الْعِلْمِ التَّکْرَار") فرماتے ہیں ایک اشکال ایسا وارد ہوا وہ رفع ہی نہیں ہوتا تھا۔ بڑی کوشش کی حتی کہ حاشیہ بھی دیکھا پھر بھی سمجھ میں نہ آیا' اوروں سے بھی پوچھا پھر بھی سمجھ میں نہ آیا اب چوں کہ میں تکرار کرایا کرتا تھا اس لیے طلبہ نے کہا کہ میاں کل کا درس شروع ہونے سے پہلے اسے تم حضرت (شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ) سے پوچھ لینا تا کہ پچھلا سبق کلیر ہو جائے (بات صاف ہو جائے) پھر اگلے سبق میں دشواری نہ ہو' میں نے ذمہ داری قبول کر لی' کہنے لگے صبح فجر کا وقت ہوا میں اپنی کتاب لے کر مسجد میں آ گیا فجر کی نماز پڑھی اور سلام پھیر کر میں جلدی اٹھا مگر حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ اٹھ کر اپنے کمرے میں چلے گئے جہاں وہ فجر کے بعد سے لے کر اشراق تک تخلیہ میں وقت گزارتے تھے' جب میں دروازے پر پہنچا تو کنڈی بند پائی' مجھے بڑی کوفت ہوئی میں نے اپنے نفس کو بہت ہی برا بھلا کہا کہ تو نے سستی کی کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اندر چلے گئے اب وہ اشراق پڑھ کر باہر نکلیں گے اور بعد سبق پوچھنے کا وقت ہی باقی نہ رہے گا میں نے سوچا کہ اب نفس کو سزا دینی چاہیے وہ سخت سردی کا موسم تھا میں نے کہا یہیں باہر کھڑے ہو کر انتظار کروں تا کہ جب حضرت رحمۃ اللہ علیہ باہر نکلیں تو پھر فوراً پوچھ لیا جائے اور سبق سے پہلے پوچھنے کا کام مکمل ہو جائے فرماتے ہیں کہ میں باہر کھڑا ہو گیا اور حالت میری یہ تھی کہ میں سردی سے ٹھٹھر رہا تھا' میں نے سنا کہ اندر سے لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ کے ضرب لگانے کی آواز آ رہی تھی حضرت رحمہ اللہ ذکر کر رہے تھے اور مزہ مجھے آ رہا تھا ایسا ذکر تھا' یہاں تک کے ذکر کی لذت میں مجھے پھر سردی کا احساس بھی نہ رہا لیکن جب حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے دروازہ کھولا تو میری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ اس موسم میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اس شد و مد کے ساتھ ذکر کیا تھا کہ جب دروازہ کھولا تو پیشانی پر پسینے کے قطرے قطرے نظر آ رہے تھے کہنے لگے کہ حضرت رحمہ اللہ نے مجھے دیکھا

تو فرمایا کہ اشرف علی تم یہاں کیسے؟ عرض کیا کہ حضرت ایک اشکال وارد ہوا ہے اس کا جواب آپ سے پوچھنا ہے حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کونسی جگہ؟ تو میں نے کتاب کھولی حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے وہیں کھڑے کھڑے تقریر فرمانی شروع کر دی' جب حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے تقریر شروع کی تو میں حیران رہ گیا کہ نہ الفاظ مانوس تھے اور نہ معانی سمجھ میں آ رہے تھے ایسا کلام فرما رہے تھے کہ کچھ سمجھ میں نہ آیا' بات ختم کرنے پر فرمایا اشرف علی کچھ سمجھ میں آیا۔

اب میں نے اپنے دل میں کہا کہ حضرت تھوڑا نزول فرمایئے تا کہ ہمیں بھی بات سمجھ میں آئے میں نے کہا حضرت بات سمجھ میں نہیں آئی' جب حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے یہ سنا تو وہیں دوبارہ کھڑے کھڑے تقریر شروع کر دی' کہنے لگے کہ اب کی بار جو تقریر کی اس کے الفاظ تو کچھ مانوس سے لگے لیکن معنی اب بھی پلے نہیں پڑ رہے تھے دوسری مرتبہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کہ سمجھے میں نے پھر عرض کیا کہ حضرت میں تو نہیں سمجھ سکا تو فرمانے لگے کہ اچھا اشرف علی! میری اس وقت کی باتیں تمہاری سمجھ سے بالاتر ہیں کسی اور وقت میں مجھ سے پوچھ لینا یہ کہہ کر حضرت رحمۃ اللہ علیہ چلے گئے فرماتے ہیں کہ ہمارے مشائخ اتنا ذکر کا اہتمام کرتے تھے اور اس کی وجہ سے اس وقت معارف کا اتنا نزول ہوتا تھا کہ ایک لفظ کو کئی رنگ سے باندھتے تھے جو طلبہ کی استعداد سے بھی بالاتر ہوتا تھا۔

عقیدت ومحبت سے فائدہ ہی فائدہ

حضرت اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ایک آدمی طالب صادق تھا کسی شیخ سے بیعت تھا' اس شیخ کی نظر اس کے مال پر تھی اس آدمی نے ایک خواب دیکھا اور آ کر پیر صاحب کو بیان کیا' کہنے لگا' حضرت! میں نے خواب دیکھا ہے کہ آپ کے ہاتھ پر شہد لگا ہوا ہے اور میرے ہاتھ پر گندگی لگی ہوئی ہے' بس پیر صاحب نے سنا تو فوراً کہہ اٹھے کہ یہ بالکل سچا خواب ہے کیوں کہ ہم دیندار لوگ ہیں' ہمارے ہاتھ پر شہد لگا ہوا ہے۔ اور تم دنیا دار ہو اور تمہارے ہاتھ پر نجاست لگی ہوئی ہے وہ کہنے لگا حضرت ابھی پورا خواب تو سنیں' پورا خواب کیا ہے؟ کہنے لگا کہ آپ نے اپنا ہاتھ میرے منہ میں دیا ہوا ہے اور میں نے اپنا

ہاتھ آپ کے منہ میں دیا ہوا ہے مرید کو عقیدت کی وجہ سے شیخ سے پھر بھی فائدہ ہو رہا تھا مگر شیخ کی نظر چوں کہ مرید کی جیب پر تھی اس لیے اس کو اس سے نقصان ہو رہا تھا۔

چار نعمتوں کا خاص ادب کیجیے

ہمارے اکابرین علم کے ساتھ ساتھ ادب کا بھی خوب اہتمام فرمایا کرتے تھے' حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ میں نے ہمیشہ چار باتوں کی پابندی کی ایک تو یہ کہ میری لاٹھی کا جو سرا زمین پر لگتا تھا اس کو بھی کعبے کی طرف کر کے نہیں رکھا' میں نے بیت اللہ شریف کا اتنا احترام کیا۔

دوسری بات یہ کہ میں اپنے رزق کا اتنا احترام کرتا تھا کہ چار پائی پر بیٹھتا تو خود ہمیشہ پائنتی کی طرف بیٹھتا اور کھانے کو سرہانے کی طرف رکھتا' اس طرح بیٹھ کر کھانا کھاتا تھا۔ تیسری بات یہ جس ہاتھ سے طہارت کرتا تھا میں اس ہاتھ میں پیسے نہیں پکڑتا تھا کیوں کہ یہ اللہ کا دیا ہوا رزق ہے چوتھی بات یہ کہ جہاں میری کتابیں پڑی ہوتی ہیں میں اپنے استعمال شدہ کپڑوں کو ان دینی کتابوں کے اوپر کبھی نہیں لٹکایا کرتا تھا۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی دستار فضیلت پر معذرت

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے زمانہ طالب علمی میں دورہ حدیث مکمل کیا' تو مہتمم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جلسہ کے لیے انتظامات کیے کہ ہم دستار بندی کرواتے ہیں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے ساتھ پانچ سات شاگردوں کو لے کر حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں گئے' اور وہاں جا کر کہنے لگے کہ حضرت! ہم نے سنا ہے کہ مدرسہ والے طلبہ کی دستار بندی کے لیے انتظام کر رہے ہیں' حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ہاں کہنے لگے حضرت ہماری گزارش یہ ہے کہ ہماری دستار بندی نہ کروائی جائے ایسا نہ ہو کہ لوگ ہمیں دیکھ کر یہ اعتراض کریں کہ ایسے نالائق طلبہ کی دستار بندی کرادی گئی' کہیں مدرسہ کی بدنامی نہ ہو' حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ جلال میں آ کر فرمانے لگے عزیزم! آپ اپنے اساتذہ کے درمیان رہتے ہیں

اس لیے اپنے آپ کو کچھ نہیں پاتے' جب ہم نہیں ہونگے تو پھر تم ہی تم ہو گے۔

والدین کی خدمت پر غیبی نصرت

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے برکت کا ایک عجیب واقعہ لکھا ہے کہ ایک نوجوان تھا اس نے اپنے والدین کی بڑی خدمت کی بھائیوں سے کہا کہ جائیداد کا حصہ میں آپ کے سپرد کرتا ہوں' والدین کی خدمت آپ میرے سپرد کر دیں سودا کرلیا' چناں چہ اس نے ماں باپ کی خوب خدمت کی' ماں باپ فوت ہو گئے' اس نے خواب میں دیکھا کہ کوئی اس سے کہتا ہے کہ فلاں پتھر کے نیچے سو دینار ملیں گے' کیوں کہ تو نے ماں باپ کی بڑی خدمت کی ہے' پوچھا اس میں برکت ہوگی؟ کہا برکت نہیں ہوگی' نوجوان نے کہا میں نہیں لوں گا' صبح اٹھا بیوی کو بتایا' بیوی نے کہا بے شک نہ لینا لیکن جا کے دیکھو تو سہی پڑے بھی ہوئے ہیں یا نہیں پڑے ہوئے' اس نے کہا جب لینے نہیں تو میں جا کر دیکھتا بھی نہیں' دوسری رات پھر خواب آیا کہ دس دینار فلاں پتھر کے نیچے پڑے ہیں ابھی موقعہ ہے لے لو' تمہاری خدمت کے بدلے مل رہے ہیں' پوچھا برکت ہوگی؟ کہا کہ برکت تو نہیں ہوگی' نوجوان کہنے لگا مجھے نہیں چاہیے' تیسری رات پھر خواب آیا کہ فلاں پتھر کے نیچے ایک دینار پڑا ہے اب جا کر لے لو' اب موقعہ ہے پوچھا برکت ہوگی؟ کہا ہاں برکت ہوگی' وہ صبح اٹھا اس پتھر کے نیچے سے جا کر دینار اٹھا کر لے آیا' گھر آتے ہوئے خیال آیا کیوں نہ آج میں گھر میں پکانے کے لیے اچھی چیز لے جاؤں اس نے مچھلی خریدی جب گھر آیا اور اس کی بیوی نے مچھلی کو کاٹا تو اس مچھلی کے پیٹ سے ایک ایسا موتی نکلا جس کو بیچا تو ان کی زندگی کا پورا خرچہ نکل آیا' یہ برکت آتی ہے اللہ تعالیٰ ایسی جگہ سے رزق دیتا ہے کہ انسان کو وہم وگمان بھی نہیں ہوتا ہے۔

اورنگ زیب رحمۃ اللہ علیہ کو تخت ملنے کی دعا

اگر حضرت اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ جیسے محقق' حکیم' عالم اور فقیہ کوئی واقعہ لکھتے ہیں تو وہ ہمارے لیے سند ہوتا ہے۔ وہ اپنی کتاب میں ایک واقعہ لکھتے ہیں کہ دارا شکوہ رحمۃ اللہ علیہ اورنگ

زیب عالم گیر رحمہ اللہ دونوں بھائی تھے۔ان کی آپس میں اقتدار کی کشمکش تھی۔ان دونوں میں سے ہر ایک کی خواہش تھی کہ تخت وتاج مجھے ملے۔دارا شکوہ چاہتا تھا کہ میرا حق بنتا ہے لہٰذا بادشاہ مجھے بننا چاہیے جبکہ اورنگ زیب عالم گیر رحمۃ اللہ علیہ مشائخ کی صحبت پا چکے تھے اس لیے چاہتے تھے کہ اگر مجھے سلطنت کا انتظام مل جائے تو بدعات کا خاتمہ کر کے شریعت وسنت کی بالادستی قائم کردوں گا۔ دارا شکوہ کو کسی نے بتایا کہ فلاں جگہ پر ایک مستجاب الدعوات بزرگ رہتے ہیں۔ان سے دعا کروائیں۔جب وہ وہاں گئے تو اس بزرگ نے کھڑے ہوکر مصافحہ کیا اور بیٹھنے کے لیے اپنا مصلیٰ پیش کیا۔دارا شکوہ نے ازراہ ادب کہا' نہیں جی میں اس قابل کہاں کہ اس جگہ بیٹھ سکوں۔اگر انہوں نے بزرگوں کی صحبت پائی ہوتی تو سمجھتے کہ الامر فوق الادب کہ حکم کا درجہ ادب سے زیادہ ہوتا ہے۔اس بزرگ نے پھر فرمایا کہ یہاں بیٹھ جاؤ۔مگر اس نے دوسری مرتبہ پھر کہا' حضرت! میں اس قابل کہاں؟ انہوں نے تیسری مرتبہ اصرار کیا کہ بیٹھئے' لیکن کہنے لگا' جی نہیں۔آپ ہی بیٹھئے۔جب وہ بیٹھ گئے تو دارا شکوہ بھی ان کے سامنے بیٹھا۔ان کی آپس میں بات چیت ہوتی رہی۔ پھر جب اٹھنے لگا تو کہا' حضرت! دعا فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے تخت وتاج عطا فرمادیں۔بزرگ فرمانے لگے کہ ہم نے مصلیٰ تو پیش کیا تھا' آپ خود ہی نہیں بیٹھے تو کیا کریں؟ اب تو وقت گزر چکا ہے۔اسے بہت زیادہ افسوس ہوا۔اب اس نے سوچا کہ کہیں اورنگ زیب عالم گیر رحمۃ اللہ علیہ کو پتہ نہ چل جائے لہٰذا اس نے اس بات کو چھپائے رکھا۔ اللہ تعالیٰ کی شان دیکھئے کہ کچھ عرصہ کے بعد اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کو بھی کسی نے بتادیا کہ فلاں جگہ پر ایک مستجاب الدعوات بزرگ رہتے ہیں۔آپ ان کے پاس جائیں۔ اورنگ زیب عالمگیر رحمہ اللہ تو ویسے ہی اللہ والوں کی صحبت یافتہ اور صاحب نسبت تھے' چناں چہ وہ بھی وہاں پہنچ گئے۔ جب وہاں پہنچے تو اس بزرگ نے کھڑے ہوکر ان کا استقبال کیا اور کہا جی آیئے' تشریف لایئے اور بیٹھئے۔انہوں نے ازراہ ادب کہا۔ حضرت! میں اس قابل کہاں؟ انہوں نے فرمایا' نہیں نہیں بیٹھو۔جب دوبارہ کہا کہ بیٹھو تو وہ

ان کے مصلیٰ پر بیٹھ گئے۔ بات چیت ہوتی رہی۔ جب اٹھنے لگے تو انہوں نے کہا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ میں شریعت وسنت کی بالادستی قائم کرنے کے لیے کام کروں۔ اس لیے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے تخت وتاج عطا فرمادیں۔ وہ بزرگ فرمانے لگے' کہ بھئی! تخت تو ہم تجھ کو پہلے ہی دے چکے ہیں۔ جب انہوں نے تخت کا نام لیا تو وہ پہچان گئے کہ اہل اللہ کی زبان سے نکلا ہوا ایک ایک لفظ معنی رکھتا ہے۔ لہٰذا کہنے لگے' حضرت! تخت تو مل گیا اور کیا تاج نہیں ملے گا؟ فرمایا' تاج کا نظام تو آپ کو وضو کروانے والے کے پاس ہے۔

اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کو فوراً یاد آیا کہ ہاں شہزادہ ہونے کی وجہ سے محل میں میرا ایک خادم ہے۔ وہ واقعی نیک آدمی بیٹھا ہوا ہے اور وہی مجھے وضو کرواتا ہے مجھے تو پتہ ہی نہ تھا۔ چناں چہ واپس آ کر سوچ میں پڑ گئے کہ میں ان سے اپنے سر پر تاج کیسے رکھواؤں۔ چوں کہ صحبت یافتہ تھے اس لیے سمجھ گئے کہ بے موقع کہنا تو ادب کے خلاف ہوگا۔

وہ عمامہ تو باندھتے ہی تھے۔ اگلی دفعہ جب وضو کیا تو اپنے دونوں ہاتھوں کو جان بوجھ کر مصروف کر لیا اور انہیں کہا کہ یہ عمامہ میرے سر پر رکھ دیجیے۔ وہ کہنے لگے کہ میں اس قابل کہاں کہ میرے ہاتھ آپ کے سر تک پہنچیں۔ وہ فرمانے لگے' نہیں نہیں عمامہ رکھ دیجیے۔ تھوڑی دیر تک انہوں نے انکار کیا۔ لیکن اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ اصرار کرتے رہے۔ بالآخر انہوں نے عمامہ اٹھا کر اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کے سر پر رکھ دیا اور اس بزرگ کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا کہ اس نے میرا راز فاش کر دیا۔ اس طرح کا نظام اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے سپرد کیے ہوئے ہوتا ہے۔ ان کو پہچاننا مشکل ہوتا ہے۔ ان کا پتہ بھی نہیں چلتا۔ باطنی فراست اور بصیرت رکھنے والے تو ان کو پہچانتے ہیں۔ ہر بندہ نہیں پہچانتا۔

حضرت اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی حمیت وقناعت

حضرت اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک نواب صاحب بیعت ہوگئے۔ بڑے مال پیسے والے تھے۔ اس دور میں جب استاد کی تنخواہ پانچ روپے ماہانہ ہوا کرتی تھی اس نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو ایک لاکھ روپے بھجوائے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے خط کی تحریر سے محسوس کیا کہ یہ تو

احسان جتلا کر پیش کر رہا ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے منی آرڈر واپس کر دیا۔ جب منی آرڈر واپس گیا تو وہ سٹپٹا گیا۔ اس نے پھر خط لکھا کہنے لگا۔ حضرت! میں نے بیعت ہو کر آپ کو ایک لاکھ روپیہ ہدیہ پیش کیا۔ آپ کو ایسا مرید اور کہیں نہیں ملے گا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے خط پڑھا اور جواب میں لکھا کہ اگر تجھ جیسا مرید نہیں ملے گا تو تجھے بھی مجھ جیسا پیر نہیں ملے گا۔ جو تیرے لاکھ روپے کو ٹھوکر مار دے۔

حضرت اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی تحمل مزاجی

حضرت اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ایک جگہ تقریر کرنے کے لیے تشریف لے گئے۔ وہاں اسٹیج پر انہیں ایک چٹ ملی۔ اس پر لکھا تھا۔ اشرف علی! آپ کافر ہیں۔ والد الزنا ہیں اور ذرا سنبھل کر بات کرنا۔ آپ نے یہ پڑھ کر بہت محبت سے جواب دیا۔ بھائی! یہ پرچی آئی ہے۔ سارے مجمع کو پڑھ کر سنائی اور پھر کہا کہ اگر میں کافر ہوں تو لو اب کلمہ پڑھ لیتا ہوں۔ ''لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ'' اور جو دوسری تہمت ہے اس کا جواب یہ ہے کہ حسن اتفاق سے اس مجمع میں میرے والد کے نکاح کے گواہ موجود ہیں ان سے پوچھ لیں اور تیسری بات ذرا سنبھل کر بات کرنے کی ہے تو نہ میں چندہ مانگنے آیا ہوں نہ رشتہ مانگنے آیا ہوں۔ میں سنبھل کر بات کیوں کروں۔ میں تو اپنا حق بیان کروں گا۔

عجب و کبر کا حکیمانہ علاج

حضرت قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ بہت ہی حسین وجمیل تھے۔ ان کی طبیعت میں نفاست بھی تھی۔ وہ اچھے اور صاف کپڑے پہنتے تھے۔ وہ اپنا واقعہ خود لکھتے ہیں کہ میں چھوٹی عمر میں ہی مہتمم بن گیا تھا۔ چھوٹی عمر اور مہتمم...... اس کی وجہ سے ان میں خود پسندی سی کچھ آ گئی تھی۔ مہتمم کا لفظ ہم سے بنا۔ یہ ہم عربی زبان کا ہے اردو کا نہیں۔ اردو کے ہم کا مطلب ہوتا ہے' ہم ہی ہم ہیں۔ اور عربی کے ہم کا مطلب 'غم ہوتا ہے۔ چوں کہ ان کی عمر چھوٹی تھی اس لیے ان میں غم والے ہم کی بجائے ''ہم ہی ہم والا' ہم تھا۔ ان کی بیعت کی نسبت حضرت اقدس

تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ تھی۔ جب انہوں نے محسوس کیا کہ میرے اندر خود پسند آ گئی ہے تو انہوں نے حضرت اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو خط لکھا کہ حضرت! میں اپنے اندر یہ چیز محسوس کرتا ہوں۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ سب کچھ چھوڑ کر ہمارے پاس آ جاؤ۔ چناں چہ انہوں نے اہتمام کو چھوڑا اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آ گئے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے لیے علاج تجویز فرمایا۔ دیکھو جو حاذق طبیب ہوتا ہے وہ بندے کی بیماری کے مطابق دوا دیتا ہے۔ انہوں نے ان کے ذمہ یہ ڈیوٹی لگائی کہ خانقاہ میں جو لوگ آتے ہیں وہ اپنے جوتے اتار کر مسجد میں داخل ہوتے ہیں آپ نے ان کے جوتوں کو سیدھا کرنا ہے۔

اب نوجوان اور اتنے اختیارات کا مالک اور اتنے علم والے ان کو جوتے سیدھے کرنے پر لگا دیا۔ شروع میں طبیعت کو ناگواری تو محسوس ہوئی مگر شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے حکم پر جوتے سیدھے کرنے شروع کر دیئے۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ان پر نظر رکھی کہ کیسے جوتے سیدھے کرتے ہیں۔ ایک مرتبہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھا کہ جو نئے نئے جوتے ہیں ان کو بالکل سیدھا کر کے رکھتے ہیں اور جو گندے اور پرانے ہیں ان کو بس تھوڑا سا ہاتھ لگاتے ہیں۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سمجھ گئے کہ ابھی اندر سے تکبر نہیں نکلا۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ پرانے جوتوں کو پہلے ٹھیک کرو۔ فرماتے ہیں کہ بس حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا یہ حکم ہونا تھا کہ میرے اندر سے عجب وتکبر سب کچھ نکل گیا۔ چند دن جوتیاں سیدھی کرنے نے میرے من کے اندر سے تکبر کو بالکل ختم کر دیا۔

بیوی سے حسن سلوک پر مغفرت

حضرت اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک آدمی کی بیوی سے غلطی ہو گئی۔ اتنا بڑا نقصان تھا کہ اگر وہ چاہتا تو اسے طلاق دے دیتا۔ کیوں کہ وہ حق بجانب تھا۔ لیکن اس نے اسے اللہ کی بندی سمجھ کر معاف کر دیا۔ کچھ عرصہ کے بعد اس کی وفات ہو گئی۔ کسی نے اسے خواب میں دیکھا تو اس سے پوچھا' سناؤ بھئی! آگے کیا بنا۔ کہنے لگا کہ بس اللہ تعالیٰ نے مجھ پر مہربانی فرما دی اور میرے گناہوں کو معاف کر دیا۔ اس نے پوچھا'

کس وجہ سے آپ کی معافی ہوئی؟ وہ کہنے لگا کہ ایک ایسی بات تھی جو میں بھول ہی گیا تھا۔ ہوا یہ تھا کہ ایک مرتبہ میری بیوی سے کوئی غلطی ہو گئی تھی، میں اگر چاہتا تو سزا دیتا۔ طلاق دے دیتا۔ مگر میں نے اسے اللہ کی بندی سمجھ کر معاف کر دیا۔ پروردگار نے کہا، تو نے اسے میری بندی سمجھ کر معاف کر دیا تھا آج میں تجھے اپنا بندہ سمجھ کر معاف کر دیتا ہوں۔
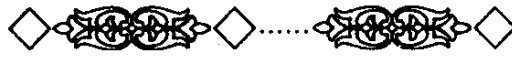
امیر شریعت حضرت مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ

امیر شریعت حضرت مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ ۱۰ ربیع الاول ۱۳۱۰ھ بروز جمعہ پٹنہ صوبہ بہار (بھارت) میں پیدا ہوئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے والد صاحب کا نام حافظ ضیاء الدین رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ نسب چھتیسویں پشت میں حضرت سیدنا حسینؓ سے جا کر ملتا ہے۔ ابتدائی تعلیم اور قرآن پاک کا حفظ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے نانا جان سے کیا۔ قرأت قاری سید عمر عاصم رحمۃ اللہ علیہ عرب سے سیکھی۔ پٹنہ سے پنجاب منتقل ہوئے تو راجو دال میں قاضی عطا محمد رحمۃ اللہ علیہ کے مدرسہ میں پڑھتے رہے اس کے بعد ۱۹۱۴ء میں امرتسر آ گئے اور وہاں مولانا نور احمد امرتسری رحمۃ اللہ علیہ سے قرآن پاک کی تفسیر پڑھی، فقہ اور اصول فقہ کی تعلیم حضرت مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی سے حاصل کی۔ حدیث کی تعلیم حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب امرتسری رحمۃ اللہ علیہ بانی جامعہ اشرفیہ لاہور سے حاصل کی۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ سب سے پہلے حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ گولڑہ شریف والوں سے بیعت ہوئے ان کے وصال کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ سے دوبارہ بیعت ہوئے اور خلافت سے مشرف ہوئے۔ حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ آپ رحمۃ اللہ علیہ سے بہت محبت فرماتے تھے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ ہندوستان کے ایک شعلہ بیان مقرر، عظیم مجاہد اور تحریک آزادی کے نامور کارکن تھے۔ ہندوستان و پاکستان کا کوئی شہر ایسا نہیں تھا جہاں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سحر آفریں خطابت سے سوئے ہوئے جذبات کو جگا نہ دیا ہو۔ انگریز حکومت کے خلاف جلیانوالہ باغ کا واقعہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو سیاست کے میدان میں لے آیا۔ شاہ جی رحمۃ اللہ علیہ ملک وملت کے ایک عظیم خطیب اور قائد بن گئے اور ہمیشہ انگریز کو ناکوں چنے چبواتے رہے۔

فرنگی کے خلاف شاہ جی رحمۃ اللہ علیہ کی زبان الفاظ نہیں شعلے برساتی تھی۔ ان کی آنکھیں گہری سرخ ہوتیں اور سننے والے ہر لب پر صدائے تحسین اور ہر آنکھ میں آنسو ہوتے تھے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے چالیس برس تک شرک و بدعت، رسومات اور تمام سماجی برائیوں کے خلاف مسلسل جہاد کیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مرزائیت کی بیخ کنی اور عقیدہ ختم نبوت کو بھی اپنا میدان بنایا اور اس میدان میں مرزائیت کو شکست فاش دی۔ آزادی وطن کے حصول اور ختم نبوت کی حفاظت کے لیے جو شاہراہ کار انہوں نے متعین کی تھی آخری سانس تک اسے نبھاتے رہے اور بالآخر یہ مرد حق ۹ ربیع الاول ۱۳۹۱ھ مطابق ۲۱ اگست ۱۹۶۱ء کو اپنے خالق حقیقی سے جاملا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

سامعین کو نصیحت

حضرت شاہ جی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا چالیس برس تک لوگوں کو قرآن سنایا، پہاڑوں کو سناتا تو عجب نہ تھا کہ ان کی سختی بھی نرمی میں بدل جاتی، غاروں سے ہمکلام ہوتا تو جھوم اٹھتے، چٹانوں کو جھنجھوڑتا تو چلنے لگتیں، سمندروں سے مخاطب ہوتا تو ہمیشہ کے لیے طوفان بلند ہوجاتے، درختوں کو پکارتا تو وہ دوڑنے لگتے، کنکریوں سے کہتا تو وہ لبیک کہہ اٹھتیں، مرمر سے گویا ہوتا تو وہ صبا ہوجاتی، دھرتی کو سناتا تو اس کے سینہ میں بڑے بڑے شگاف پڑ جاتے، جنگل لہرانے لگتے، صحرا سرسبز ہوجاتے، میں نے ان لوگوں کو خطاب کیا جن کی زمینیں بنجر ہوچکی ہیں، جن کے ہاں دل و دماغ کا قحط ہے، جن کے ضمیر عاجز آچکے ہیں، جو برف کی طرح ٹھنڈے ہیں جن کی پستیاں انتہائی خطرناک ہیں، جن کے پاس ٹھہرنا المناک اور جن سے گزر جانا طربناک ہے، جن کے سب سے بڑے معبود کا نام طاقت ہے۔

کھانے پینے کا معمول

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ مستقبل کے بارے میں کچھ نہیں سوچتے تھے۔ ہر چیز کو اللہ کے تابع سمجھتے۔ حال سے بس اتنا ہی تعلق تھا کہ اس کو جھنجھوڑتے اس پر کڑھتے یا کبھی کبھار

اس پر قہقہے لگاتے تھے۔ البتہ وہ ماضی کے انسان تھے۔ ان کا اوڑھنا بچھونا، کھانا پینا، سونا جاگنا، سوچنا اور سمجھنا اور بولنا ہنسنا سب ماضی کا مرہون اثر تھا۔ وہ تہبند اس لیے باندھتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تہبند باندھا کرتے تھے۔ وہ کسی بھی غذا کے عادی نہ تھے، ساگ، ستو جو ملا خدا کا شکر کیا اور کھالیا۔ میں نے ہری مرچوں کی رغبت کے سوا ان میں کسی شے کے لیے رغبت نہیں پائی۔ انہیں بغیر پکائے بھی کھالیتے اور قیمے میں بھون کر کھالیتے۔ ہمیشہ پہننے میں موٹا کپڑا ہی استعمال کرتے تھے۔ اکثر فرش پر ہی بستر کھول کر سو جاتے اور ٹھنڈا پانی بکثرت پیتے تھے۔

ہدیہ قبول کرنے کی شان

بظاہر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا کوئی کاروبار نہ تھا ان کے خاص معتقدین مدد فرماتے تھے۔ مگر نہ تو کبھی چھپ کر ہدیہ قبول فرماتے اور نہ اس پر پردہ پوشی ہی کے قائل تھے۔ جب کوئی مٹھی بند کر کے کچھ دینا چاہتا تو مٹھی کھول دیتے کہ چھپاتے کیوں ہو؟ کیا چوری کا مال ہے؟ جماعت سے ایک چونی بھی نہ لیتے۔ یہ واقعہ ہے کہ انہوں نے کسی جماعت سے کبھی نہ کرایہ وصول کیا نہ وظیفہ لیا نہ قرض حسنہ اور نہ امانت قبول کی۔ ان کے مداح انہیں خود ہی بے نیاز رکھتے تھے۔

ایفائے عہد

حضرت شاہ جی رحمۃ اللہ علیہ اگر کسی سے وعدہ کرتے تو اس کو پورا کرتے تھے۔ سال کے ۳۶۵ دنوں میں ۳۳۰ دن تقریر فرماتے لیکن وقت کی پابندی ان کے بس کا روگ نہ تھا۔ جلسہ میں دیر سے پہنچتے اور جس کے ہاں جا کر ملنا ہوتا وہاں وقت مقررہ سے دو چار گھنٹے اوپر ہو جانا معمولی بات تھی۔ مولانا آزاد رحمۃ اللہ علیہ سے ملنے کا وقت طے کیا۔ وہ سیکنڈوں پر نگاہ رکھنے والے تھے۔ وہاں بھی کوئی دو گھنٹے لیٹ پہنچے۔ وقت ہو رہا تھا دوستوں نے متوجہ کیا مگر قیلولہ کرنے لگے۔ مسٹر گاندھی سے بھی یہی کہا۔ مولانا حبیب الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ کہا کرتے

تھے کہ شاہ جی نے انگریزوں کے خلاف اتنا جہاد کیا ہے کہ کئی انسانوں کا مجموعہ بھی یہ نہیں کر سکتا۔ مگر وقت کے اسراف کا یہ حال ہے کہ آج اگر انگریز یہ کہیں کہ فلاں روز ٹھیک اتنے بج کر اتنے منٹ پر شاہ جی رحمۃ اللہ علیہ کو فلاں جگہ بھجوا دو تو ہم آزادی کا پروانہ دیں گے تو آزادی کبھی نہیں ملے گی۔ کیوں کہ شاہ جی رحمۃ اللہ علیہ اور وقت کی پابندی دو بہت متضاد چیزیں ہیں۔

حقیقت کا اظہار

پاکستان بن جانے کے فوراً بعد راولپنڈی میں کسی دینی جماعت کا ایک جلسہ تھا۔ شاہ جی بھی مدعو تھے۔ راجہ غضنفر علی خان وزیر تھے۔ جلسہ کے صدر نے شاہ جی رحمۃ اللہ علیہ کو تقریر کی دعوت دیتے ہوئے کہا کہ شاہ جی رحمۃ اللہ علیہ جس لیگ کے مخالف تھے اسی لیگ نے انہیں پناہ دی ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ جملہ طنزیہ تھا۔ شاہ جی رحمۃ اللہ علیہ نے اٹھتے ہی جواب دیا، ہاں بھائی! یہ پناہ آج سے نہیں مل رہی اس کی بڑی لمبی تاریخ ہے، میرے ابا کو بھی پٹنہ کے بعد تمہارے ابا کے گھر میں پناہ ملی تھی۔ یہ سنکر مجمع پر ایک سناٹا چھا گیا۔

جیل جانے کی وجہ

ختم نبوت کی تحریک کے دنوں میں شاہ جی رحمۃ اللہ علیہ کسی جیل میں محبوس تھے۔ ایک بہت بڑا سرکاری افسر آیا۔ باتوں باتوں میں کہنے لگا: شاہ جی اب اسلامی حکومت ہے پہلے جیل جاتے تھے تو لوگ قدر کرتے تھے۔ اب تو وہ دن نہیں رہے، لوگ بھول جائیں گے، چھوڑیے اس قصے کو باہر کوئی اور کام کیجیے۔ فرمایا: ٹھیک ہے بھائی! لیکن میں کبھی لوگوں کے لیے جیل نہیں گیا۔ میں تو اسلام اور آزادی کے لیے جیل جاتا رہا ہوں، رہا اسلامی حکومت کا سوال تو مجھے تم سے اتفاق ہے مگر یہ نہ بھولو کہ اسلامی حکومتوں میں بھی کچھ لوگ جیل میں رہا کرتے تھے۔

تقریر کا اثر

خان غلام محمد خان نے سنایا کہ میں نے نہ تو شاہ جی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا ہوا تھا اور نہ ہی میرا سیاسی مسلک ان جیسا تھا۔ ایک دفعہ عشا کے وقت دلی دروازہ کے باہر سے گزرا تو شاہ جی

رحمہ اللہ تقریر کررہے تھے۔ میں بڑے ضروری کام میں تھا۔ اس خیال سے رک گیا کہ جس مقرر کی اتنی شہرت ہے اسے پانچ منٹ سن تو لوں۔ میری عادت یہ ہے کہ جلسہ میں ایک ساتھ بیٹھنا میری فطرت میں نہیں۔ میں پانچ منٹ تک شاہ جی رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر کی لذت لیتا رہا۔ پھر سوچا تھوڑی دیر اور سن لوں۔ ان کا سحر تھا کہ کھڑے کھڑے بیٹھ گیا۔ پھر لیٹ گیا، اور ساری رات لیٹے ہوئے تقریر سنتا رہا اور ایسے حواس گم ہوئے کہ اپنا کام ہی بھول گیا، یہاں تک کہ صبح کی اذان بلند ہوئی شاہ جی رحمۃ اللہ علیہ نے تقریر کے خاتمہ کا اعلان کیا تو مجھے خیال آیا کہ اوہو ساری رات ختم ہوگئی، یہ شخص تقریر نہیں بلکہ جادو کررہا تھا۔

شاگردوں پر شفقت

۱۹۵۰ء میں سفر حج میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ایک شاگرد رشید بھی ساتھ تھے وہ فرماتے ہیں کہ مکہ معظمہ میں دوستوں اور وہاں کے علما سے ملنے چلا جاتا یا کسی اجتماع میں شرکت ہوتی۔ ظہر کے بعد جب حرم شریف سے خلوت میں حاضر خدمت ہوتا تو دیکھتا حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے پاس کھانا رکھا ہے اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ منتظر ہیں، بڑی شفقت سے فرماتے کہ تمہیں تو کھانے کا بھی ہوش نہیں ہے۔ دیکھو تمہارے لیے یہ روٹیاں رکھی ہیں، یہ کھانا تمہاری صحت کے مطابق ہے۔

احباب سے تعلق

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ خصوصی اہل تعلق کے آنے سے بڑے مسرور ہوتے کبھی فرماتے کہ تم نے حد کردی بڑا انتظار کرایا۔ کبھی کسی سے رخصت ہونے پر فرماتے کہ دیکھیے اب کب ملاقات کے لمحے نصیب ہوتے ہیں۔ ایک خادم کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ مراد آباد سے رخصت ہونے لگا، حضرت شاہ جی رحمۃ اللہ علیہ نے مولوی عبدالمنان رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کہ اسٹیشن جاکر گاڑی پر سوار کرانا اور سیکنڈ کلاس کا ٹکٹ خرید کردینا ہے۔ چلتے وقت دیکھا تو آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا رہے تھے۔ تحمل وضبط کہتا ہے کہ ٹپکنے نہ پائیں اور محبت کہتی ہے کہ کیا حرج ہے۔

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت باسعادت ۱۲۶۵ھ میں موضع ڈھڈیال ضلع سرگودھا میں ہوئی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد حضرت حافظ احمد رحمہ اللہ تعالیٰ ایک نیک سیرت بزرگ تھے اور آپ رحمہ اللہ کا خاندان ایک دینی وعلمی خاندان تھا۔ آپ رحمہ اللہ نے قرآن مجید اپنے تایا جان مولانا کلیم اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حفظ کیا اور فارسی کے چند رسالے بھی ان سے پڑھے۔ صرف ونحو کی کتابیں حضرت رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے تلمیذ مولانا محمد رفیق رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھیں۔ اس کے بعد ہندوستان کے مختلف مدارس عربیہ میں رہ کر درس نظامی کی متفرق کتب پڑھیں اور درس نظامی کی تکمیل کی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو منطق وفلسفہ میں بہت مہارت حاصل تھی۔ حدیث کی کتب مدرسہ عبدالرب دہلی میں مولانا عبدالعلی رحمہ اللہ تعالیٰ سے پڑھیں۔ دہلی قیام کے دوران امام العصر حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ سے ترمذی شریف کے چند اسباق کی سماعت بھی کی۔

درس نظامی کی تکمیل کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ نے طب یونانی کی باقاعدہ تحصیل کی اور ضلع بجنور کے ایک قصبہ افضل گڑھ میں مطب بھی کیا۔ کچھ عرصہ بریلی میں قرآن وحدیث کا درس بھی دیتے رہے لیکن آپ رحمۃ اللہ علیہ کی بے چین طبیعت کسی کام میں لگتی نہ تھی۔ آخر کار تلاش حق میں دیوانہ وار نکل کھڑے ہوئے حتی کہ شیخ العالم حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچے اور پہلی ہی ملاقات میں اس قدر متاثر ہوئے کہ ہمیشہ کے لیے انہی کے ہو کر رہنے کی تمنا کا اظہار کیا۔ ہر چند کہ حضرت اقدس رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ نے آپ رحمہ اللہ کو گنگوہ حاضر ہونے کا مشورہ دیا لیکن آپ رحمہ اللہ نے اصرار کیا کہ میری طبیعت آپ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف ہی مائل ہے۔ انہوں نے آپ رحمہ اللہ کو بیعت فرمالیا اور ذکر اذکار کی تلقین فرمائی۔

اس کے بعد آپ رحمہ اللہ زندگی بھر یادِ حق اور خدمت شیخ میں مصروف رہے۔ اپنا وقت ریاضت مجاہدہ اور ذکر اذکار میں گزارتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ معظم آپ رحمۃ اللہ علیہ سے آخری دم تک راضی رہے اور بوقت وصال آپ رحمہ اللہ ہی کو اپنا خلیفہ و جانشین بنایا اور رائے پور میں ہی قیام رکھنے کی تلقین فرمائی۔ اسی نسبت سے آپ رحمۃ اللہ علیہ رائے پوری کہلائے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ شیخ کی رحلت کے بعد مسند ارشاد پر جلوہ افروز ہوئے اور پورے پینتالیس سال تک تلقین ارشاد کا کام کرتے رہے۔ اپنے عمل و اخلاص سے خلق محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو عام کیا۔ لاکھوں مسلمانوں کو فسق و فجور سے توبہ کروائی اور سینکڑوں علما کو روحانی منازل طے کروائیں اور بہت سے حضرات کو خلافت سے نوازا۔ ساری زندگی طالبین حق کی اصلاح و تربیت اور گم گشتگان بادہ ضلالت کی رہنمائی کے بعد یہ آفتاب حکمت و ہدایت زندگی کی نوے منزلیں طے کر کے ۱۴ ربیع الاول ۱۳۸۲ھ کو ہمیشہ کے لیے غروب ہو گیا۔

انہماک مطالعہ

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو کتاب سننے کا بہت شوق تھا۔ کسی زمانے میں اس معمول میں اتنی ترقی اور انہماک ہو جاتا کہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو کتاب سنے بغیر چین نہیں آتا۔ بھٹ ہاؤس سہارنپور کے قیام میں اکثر دیکھا گیا کہ نماز فجر کے بعد جو آرام فرمانے کا معمول تھا۔ اس سے بیدار ہو کر فوراً آزاد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طلبی ہوتی فتوح الشام یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حالات کی کوئی کتاب پڑھنے کا حکم ہوتا آزاد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کسی ضرورت سے اٹھتے، دوبارہ ان کی طلبی ہوتی۔ خاموش ہوتے تو فرمایا جاتا کہ کیوں خاموش ہوئے۔

کتابوں کے ذوق کا اندازہ اس بات سے بھی ہوتا ہے کہ راقم السطور نے اکتوبر ۶۰ء میں اپنے وطن رائے بریلی سے اطلاع دی کہ تاریخ دعوت و عزیمت کے تیسرے حصے کے سلسلہ میں حضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ مرتب ہو گیا ہے۔ اس خط کے کچھ عرصہ بعد رائے پور حاضری دی۔ مصافحہ کے ساتھ ہی کتاب کا مسودہ طلب فرمایا اور اسی وقت پڑھنے کا حکم ہوا۔ نماز کے وقفے کے بعد یہ سلسلہ جاری رہا اور جب تک

کتاب ختم نہ ہوگئی کوئی دوسرا کام ان وقتوں میں نہیں ہوا۔

کیفیات میں قوت

رائے پور میں ہر نوارد کو سب سے پہلے جو چیز متوجہ کرتی تھی وہ ذکر کی کثرت ہے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ پتہ پتہ سے اللہ کے نام کی آواز صدا آرہی ہے۔ دن اور رات کے کم اوقات ذکر کی آواز سے خالی نظر آتے۔ رائے پور کی فضا اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے دامن عاطفت میں کم سے کم استعداد والے آدمی کو بھی یہ بات محسوس ہوتی کہ سکون واطمینان کی ایک چادر پوری فضا اور ماحول پر تنی ہوئی ہے وہاں پہنچ کر ہر غم غلط اور ہر تردد اور فکر فراموش ہو جاتی تھی۔ اہل نظر واصحاب بصیرت کو صاف معلوم ہوتا تھا کہ یہ حضرات نقشبندیہ کی نسبت سکینت ہے جو پورے ماحول پر محیط اور غالب ہے۔ اس میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے جتنا قرب ہوتا اتنا ہی اس کیفیت واحساس میں قوت پیدا ہوتی۔ گویا مرکز سکینت وہ ذات ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے نفس مطمئنہ اور یقین رضا کی دولت سے نوازا ہے۔

مجلس کا واقعہ

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس کا ایک واقعہ سناتے ہوئے ایک حاضر خانقاہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ خیال آیا کہ لوگ کہتے ہیں کہ بزرگوں کی مجلس میں حال طاری ہو جاتا ہے مگر میں نے تو کچھ نہیں دیکھا۔ یہ میرے قیام کا اخیر دن تھا۔ دوسرے روز واپسی تھی۔ مغرب کے بعد جب ذکر میں بیٹھا تو بیٹھتے ہی عجب حالت شروع ہوگئی۔ گریہ اور محویت اور توجہ الی اللہ ایسی بنی کہ گویا اللہ تعالیٰ سامنے ہے اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ میرے جانب ہیں اور میری تسلی فرمارہے ہیں۔ تمام ذاکرین پر عجب حالت طاری تھی۔ اس حالت میں میں نے ذکر بڑی دقت سے پورا کیا اور آخر مجبوراً چھوڑ کر حاضر خدمت ہوا۔ راؤ عطاالرحمٰن خان رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا کہ حضرت! آج تو عجب حالت تھی۔ آزاد صاحب نے تو قوالی ہی شروع کررکھی تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اوہو، لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّابِاللّٰه"

بس تمام حالت دگرگوں ہوگئی۔

محبت شیخ

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے خمیر میں شروع سے محبت وعشق کی چنگاری تھی۔اور یہ ان کا فطری ذوق اور حال تھا۔اس لیے مشائخ اور بزرگوں میں بھی جن کو یہاں عنصر نمایاں اور غالب نظر آتا تھا ان سے خصوصی مناسبت اور عقیدت تھی۔اسی بنا پر محبوب الٰہی سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ سے عشق کا سا تعلق تھا۔اوران حالات سے خاص شغف تھا۔اور کسی طرح ان کے حالات سے سیری نہیں ہوتی تھی۔لاہور کے دوران قیام ۱۹۵۹ء میں حاجی متین احمد رحمۃ اللہ علیہ کی کوٹھی پر کسی دوست کی تحریک وتذکرہ پر تذکرہ مولانا فضل الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ عصر کے بعد کی مجلس میں پڑھایا جانے لگا۔اس وقت تک کتاب چھپی بھی نہیں تھی اور میرے پاس اس کا ناقص مسودہ تھا کتاب شروع ہوئی اور مولانا کے سادہ لیکن دل کو تڑپا دینے والے حالات وواقعات پڑھے جانے لگے تو ساری مجلس پر ایک کیف سا طاری ہوگیا۔جو درحقیقت حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی کیفیت باطنی کا عکس تھا۔زبان حال گویا کہہ رہی تھی:

پھر پرسش جراحت دل کو چلا ہے عشق
سامان صد ہزار نمکداں کیے ہوئے

بعض اہل مجلس نے بیان کیا کہ ایسا کیف مجلس میں اس سے پہلے دیکھنے میں نہیں آیا تھا۔حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ''بڑی پیاری باتیں ہیں'' پھر فرمایا ''پیاروں کی باتیں پیاری ہی ہوتی ہیں''۔

زیب وزینت کا معیار

ایک مرتبہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں تشریف رکھتے تھے۔اس خادم نے عرض کیا کہ حضرت! اس مسجد میں بعد کے لوگوں نے بڑی زیب وزینت پیدا کردی اور قیمتی قالین بچھا دیے، کاش! یہ مسجد اپنی پہلی سادگی پہ ہوتی معلوم نہیں اس وقت حضرت رحمہ اللہ

کس حال میں تھے۔ یہ سن کر حضرت رحمہ اللہ کو جوش آ گیا اور فرمایا "دنیا میں جہاں کہیں زیب وزینت ہے انہی کا صدقہ تو ہے"

عشق نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

مرض الوفات میں مدینہ طیبہ کا ذکر سن کر بے اختیار رقت طاری ہو جاتی اور بعض اوقات بلند آواز سے رونے لگتے۔ مولانا محمد صاحب انوری رحمۃ اللہ علیہ عمرہ کے لیے روانہ ہو رہے تھے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے رخصت ہونے کے لیے آئے۔ مدینہ طیبہ کا ذکر ہوا تو حضرت رحمہ اللہ دھاڑیں مار کر روئے۔ مولانا محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے کبھی حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کو اس سے پہلے بلند آواز سے روتے ہوئے نہیں دیکھا تھا۔ بابو عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ آئے تو ان سے فرمایا کہ دیکھو، یہ مدینہ جا رہے ہیں۔ یہ کہہ کر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی چیخیں نکل گئیں۔

عاجزی وانکساری

ایک مرتبہ فیصل آباد کے قیام میں اس بارے میں خدام اور احباب میں بڑی کشمکش تھی کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ رمضان کہاں کریں۔ فیصل آباد کے اہل تعلق فیصل آباد کے لیے کوشاں تھے، لاہور کے لاہور کے لیے اور قریشی صاحب رحمۃ اللہ علیہ راولپنڈی کے لیے عرض کرتے تھے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ایک روز سحری کے وقت تینوں گروہوں کے خاص خاص اشخاص کو بلایا اور فرمایا کہ بھائی دیکھو میں ایک غریب کاشتکار کا لڑکا ہوں۔ میرے گھر میں ایسی غربت تھی کہ میں جب طالب علمی میں آیا کرتا تھا تو میری والدہ کو فکر ہوتی تھی کہ گیہوں کی روٹی کا انتظام کس طرح کریں۔ غبی بھی ہوں۔ اول تو کچھ پڑھا ہی نہیں جو کچھ تھوڑا بہت پڑھا وہ بھی بھول گیا۔ اب تم مجھے کھینچے کھینچے پھرتے ہو اور کوئی ادھر لے جانا چاہتا ہے کوئی ادھر تو یہ محض اس کی برکت ہے کہ کچھ روز اللہ کا نام لیا۔ آپ خود بھی اخلاص کے ساتھ اللہ کا نام کیوں نہیں لیتے اور کیوں مجھے شرمندہ کرتے ہیں۔ باتوں میں کچھ ایسی تاثیر تھی کہ

بعض حضرات کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

سخاوت کا واقعہ

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو غیب سے ضرورت کی اشیاء پہنچتی تھیں اور فوری طور پر صرف بھی ہو جاتی تھیں۔ روپیہ کا رات کو رکھنا اور اس پر رات گزرنا طبیعت پر بڑا بوجھ تھا۔ خدام کچھ پیش کر دیتے تھے۔ حاجی فضل الرحمٰن خان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ صرف میرے ہاتھوں سے کئی لاکھ روپے حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے دوسروں کو دلائے ہیں۔ بعض اہل کو کرایہ کے نام سے سو دو سو کی رقم عطا فرمانے کا عام دستور تھا۔ ایک خادم جو سفر حج میں تھے حجاز سے مصر و شام چلے گئے تھے ان کے ایک رفیق کو ایک ہزار کی رقم عنایت کی اور فرمایا کہ ان کو بھیج دو اور لکھ دو کہ تمہاری صحت بحری سفر کی متحمل نہیں لہٰذا تم ہوائی جہاز سے سفر کرنا۔ غرض رقم کسی سے وصول کرتے تو فوراً آگے کسی کے حوالے کر دیتے۔

رقم کی فراہمی

ایک دفعہ مجمع لگا ہوا تھا۔ بہت سے حضرات بیٹھے ہوئے تھے۔ کسی شخص نے مصافحہ کرتے وقت بے تکلف عرض کیا، حضرت! دس روپیہ کی ضرورت تھی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، اللہ سے دعا کرو۔ پھر خاموش ہو گئے تھوڑی دیر میں ایک شخص آیا سو روپیہ کا نوٹ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر رکھا۔ حضرت رحمہ اللہ نے آواز دے کر فرمایا: اے بھائی! وہ شخص کہاں گیا جو دس روپیہ مانگ رہا تھا۔ وہ بولا! حضرت میں یہاں ہوں۔ یہ دس روپے لے لو۔ اس نے عرض کیا، حضرت! یہ تو سو روپے ہیں۔ فرمایا کہ لے جا تیری موج ہو گئی۔

شفقت کا واقعہ

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی شفقت و محبت کے بارے میں بیان کرتے ہوئے ایک صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ایسے شفیق تھے کہ ماؤں کی شفقتیں ان پر قربان۔ میں نے اپنی باون سالہ عمر اور ستائیس سالہ تعلق میں نہ کسی کی ماں اور نہ کوئی استاد، نہ کوئی دوست، نہ کوئی

بزرگ ایسا مہربان دیکھا۔ مہمانوں میں سے اگر کوئی بیمار ہو جاتا تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو تمام رات نیند نہیں آتی تھی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ملنے والے تمام حضرات فرداً فرداً یہ سمجھتے تھے کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو جتنی مجھ سے محبت ہے اوروں سے نہیں۔ سب سے زیادہ محبت مجھ ہی سے ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اندر کوئی ایسی بجلی کی سی محبت تھی کہ جتنا بھی کوئی مصیبت زدہ اور فکرمند ہوتا حضرت رحمہ اللہ کو دیکھ کر تمام تکلیفیں دور ہو جاتیں۔

ایک دوسرے صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی تمام عمر میں ایسا شفیق شخص نہیں دیکھا، کوئی شخص اپنے بیٹوں سے اتنی محبت نہیں کرسکتا جتنی حضرت رحمہ اللہ ہم لوگوں کے ساتھ کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ کھانے کے بعد میں نے عرض کیا کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے کچھ بھی نہیں کھایا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے کمال شفقت سے فرمایا کہ تم کھاتے ہو تو میں ہی کھاتا ہوں۔

علم کے متلاشی ایسے بھی تھے

شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب میں دارالعلوم میں حاضر ہوا تو اس وقت کلاس کے داخلے بند ہو چکے تھے ناظم تعلیمات نے انکار کر دیا کہ ہم آپ کو داخلہ نہیں دے سکتے' میں نے ان سے گزارش کی کہ حضرت آخر کیا وجہ ہے انہوں نے فرمایا کہ اصل میں بات یہ ہے کہ ہمارے دارالعلوم میں مطبخ نہیں ہے اور نہ کوئی طباخ ہے بلکہ بستی والوں نے ایک ایک دو دو طالب علموں کا کھانا اپنے ذمہ لے لیا ہے اس لیے جتنے طلبہ کا کھانا گھروں سے پک کر آتا ہے اتنے طالب علموں کو داخلہ دیتے ہیں اور بقیہ سے معذرت کر لیتے ہیں' اب کوئی ایک گھر بھی ایسا نہیں ہے جو مزید ایک طالب علم کا کھانا پکانے کی استطاعت رکھتا ہو' حضرت رحمہ اللہ! فرماتے ہیں کہ میں نے کہا کہ اگر کھانے کی ذمہ داری میری اپنی ہو تو کیا پڑھنے کے لیے آپ مجھے کلاس میں بیٹھنے کی اجازت دے سکتے ہیں' انہوں نے فرمایا ٹھیک ہے اس طرح ان کو مشروط داخلہ مل گیا' حضرت رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں سارا دن طلبہ کے ساتھ بیٹھ کر پڑھتا رہتا رات کو تکرار کرتا اور جب طلبہ سو جاتے تو میں اساتذہ کی اجازت کے ساتھ دارالعلوم سے باہر نکلتا بستی میں سبزی یا

فروٹ کی دوکانیں تھیں' اس وقت تک تو وہ دوکانیں بند ہو چکی ہوتی تھیں میں ان کے سامنے جاتا تو مجھے کہیں سے آم کے چھلکے' کہیں سے خربوزے کے چھلکے اور کہیں سے کیلے کے چھلکے مل جاتے میں انہیں وہاں سے اٹھا کر لاتا اور دھو کر صاف کرتا اور پھر کھا لیتا' میرے چوبیس گھنٹے کا یہ کھانا ہوتا تھا میں نے پورا سال چھلکے کھا کر گزارا مگر اپنا سبق ناغہ نہ کیا۔

ہم تو ٹھکرا دیں گر راہ میں منزل آئے

حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے حالات زندگی میں لکھا ہے کہ زمانہ طالب علمی میں جب دوران سال میرے عزیز و اقارب کے خطوط آتے تھے تو میں ڈر کے مارے وہ خط ہی نہیں پڑھتا تھا' بلکہ ان کو مٹکے میں رکھ دیتا تھا' سوچتا تھا اگر کوئی خوشی کی خبر ہوگی تو گھر جانے کو دل کرے گا اور اگر کوئی غم کی خبر ہوگی تو پڑھائی میں دل نہیں لگے گا' جس کی وجہ سے میں علم سے محروم ہو جاؤں گا' میں وہ خطوط جمع کرتا رہتا تھا اور سال کے آخر میں شعبان کے شروع میں اپنے دارالعلوم کا امتحان دے کر فارغ ہو جاتا تو فارغ ہونے والے دن میں سارے خطوط نکالتا' انہیں پڑھتا اور ان کی فہرست بناتا' خوشی کی خبر والے خطوط کی علیحدہ فہرست بناتا' پھر میں اپنے گاؤں آتا' خوشی کی خبر والوں کو میں مبارک باد دیتا اور جن کو غم ملا ہوتا تھا ان کے سامنے تسلی و تشفی کے چند الفاظ کہہ دیتا تھا' اس طرح لوگ مجھ سے خوش ہو جاتے کہ اس نے سارا سال ہماری بات یاد رکھی' لیکن ان کو کیا پتہ کہ ان کا خط ہی اس وقت پڑھا ہوتا تھا تو جن حضرات نے دنیا میں عظمتیں پائیں' انہوں نے علم حاصل کرنے میں ایسی یکسوئی دکھائی مگر آج کے طالب علم کو کتاب کے علاوہ خارجی باتوں کو سننے کا زیادہ شوق ہے چناں چہ جب تکرار کرنے بیٹھتے ہیں تو دو باتیں سبق کی اور تین باتیں باہر کی کرتے ہیں حتی کہ کتاب پڑھتے ہوئے ملکوں کے فیصلے ہو رہے ہوتے ہیں اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ شیطان ان کو علم سے محروم کرنا چاہتا ہے لہٰذا باتوں میں لگا دیتا ہے۔

ماہ رمضان میں یکسو ہو جایئے

حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کے معمولات میں لکھا ہے کہ جب ۲۹ شعبان کا دن ہوتا تھا تو اپنے مریدین و متوسلین کو جمع فرمالیتے اور سب کو مل لیتے اور فرماتے کہ بھئی! اگر زندگی رہی تو اب رمضان المبارک کے بعد ملاقات ہوگی اور اپنے خادم کو بلاتے اور اسے ایک بوری دے دیتے اور فرماتے کہ رمضان المبارک میں جتنے خطوط آئیں وہ سب اس بوری میں ڈال دینا زندگی رہی تو رمضان المبارک کے بعد ان کو کھول کر پڑھیں گے' رمضان المبارک میں ڈاک نہیں دیکھا کرتے تھے فرماتے تھے کہ یہ مہینہ بس میں نے اپنے لیے مخصوص کرلیا ہے اگر زندگی رہی تو اس کے بعد پھر دوستوں سے ملاقات ہوگی آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں پورا رمضان المبارک اعتکاف کی حالت میں گزارنے کا معمول تھا ۲۹ شعبان المعظم کے دن جو شخص آپ رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد میں بستر لے کر جاتا اس کو مسجد میں بستر لگانے کی جگہ نہیں ملا کرتی تھی' دور دراز سے لوگ رمضان المبارک کا مہینہ وہاں گزارنے کے لیے آتے تھے اور پورا رمضان المبارک عبادت اور یاد الٰہی میں گزار دیا کرتے تھے۔

حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ

آپ رحمۃ اللہ علیہ ۱۳۰۳ھ میں قصبہ کاندھلہ ضلع مظفر نگر یوپی میں پیدا ہوئے، آپ رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد مولوی محمد اسمٰعیل رحمۃ اللہ علیہ اس زمانے میں دہلی کی نواحی بستی نظام الدین میں رہتے تھے۔ وہ حافظ قرآن اور فارغ التحصیل عالم تھے۔ عابد و زاہد اور شب بیدار بزرگ تھے، ذکر و عبادت ان کا مشغلہ اور کلام الٰہی کی تدریس ان کا مقصد حیات تھا۔ انہیں قطب عالم حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے خاص تعلق تھا۔

مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ نے حفظ قرآن کی دولت اپنے والد ماجد سے پائی، فارسی اور عربی کی ابتدائی کتابیں بھی اپنے والد سے پڑھیں۔ پھر ان کے بڑے بھائی مولانا محمد یحییٰ کاندھلوی انہیں اپنے ساتھ گنگوہ لے گئے۔ یہ قصبہ ان دنوں حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات عالی صفات کے سبب علماء و صلحاء کا مرکز بنا ہوا تھا۔ مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ گنگوہ میں آٹھ نو برس رہے یہاں ان کی بہترین اخلاقی اور دینی تربیت ہوئی۔ مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کا شرف بھی حاصل ہوا۔ ۱۳۲۶ھ میں شیخ الہند مولانا محمود الحسن رحمۃ اللہ علیہ کے درس میں شرکت کے لیے دیوبند پہنچے وہاں ترمذی اور بخاری شریف کی سماعت کی۔ اس کے بعد برسوں اپنے بھائی مولانا محمد یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ سے حدیث پڑھتے رہے۔ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ سے سلوک کی تکمیل کی اور مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں مدرس ہو گئے۔ ۱۳۳۴ھ میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے حج کیا۔ ایک سال بعد بڑے بھائی مولانا یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ بستی نظام الدین میں مستقل قیام کے لیے دہلی آ گئے۔

بستی نظام الدین میں ایک چھوٹی سی پختہ مسجد، ایک کچا مکان اور ایک حجرہ تھا۔ درگاہ نظام الدین اولیاء کے جنوب میں ایک مختصر سی آبادی تھی، چند میواتی اور غیر میواتی طالب علم آپ رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھا کرتے۔ طلباء کو چھوٹے بڑے اسباق بڑی کاوش سے پڑھاتے تھے۔ درس حدیث بھی ہوتا تھا۔ آپ رحمہ اللہ کا سب سے عظیم کارنامہ تبلیغ کی تحریک کا شروع کرنا تھا۔ اس کا آغاز میوات سے ہوا۔ یہاں کے لوگ برائے نام ہی مسلمان تھے، معاشرت زیادہ ہندوؤں سے ملتی جلتی تھی، حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے شب و روز محنت کر کے اس علاقے میں بہت سے مکتب قائم کیے اور آہستہ آہستہ اصلاح و تبلیغ کا کام پھیلنے اور اثر دکھانے لگا۔

پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے عمومی دعوت تبلیغ کا منصوبہ بنایا اور تبلیغی گشت شروع کیے۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے دوسروں کو بھی دعوت دی کہ عوام میں نکل کر دین کے اولین اصول وارکان یعنی کلمہ توحید اور نماز کی تبلیغ کریں۔ پھر انہوں نے جماعتیں بنا کر مختلف علاقوں میں تبلیغ کے لیے بھیجنی شروع کر دیں۔ چند برس کے اندر اندر اس کام میں اللہ تعالیٰ نے اتنی برکت دی کہ دور دور تک تبلیغی جماعتیں جانے لگیں اور پورے برصغیر میں اصلاح و تبلیغ کا کام ہونے لگا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نہایت متواضع، منکسر المزاج اور بہت ضعیف و کمزور تھے اور علم و فضل اور زہد و تقوی کے پیکر تھے۔ آخری عمر تک جس دعوت و تبلیغ کو لے کر اٹھے تھے اس کے لیے کوشش کرتے رہے اور ہزاروں ایسے افراد پیدا کر دیے جو آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت کو آپ رحمۃ اللہ علیہ کے نشان راہ پر چلا سکیں۔ آپ ۱۳ جولائی ۱۹۴۴ء کو اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

دعوت تبلیغ

مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عاجز و ضعیف اور مشغول انسان کے لیے محدود اور مختصر زندگی میں اپنی مجبوریوں اور کمزوریوں کے ساتھ طویل ترین، کثیر ترین اور مسلسل اجر و ثواب اور ذخیرہ عمل کی صورت اخلاص و احتساب کے ساتھ دلالت علی الخیر اور تبلیغ میں مشغولی کے سوا کچھ نہ تھی۔ اگر کوئی شخص دن بھر روزہ رکھے اور رات بھر نفلیں اور ایک قرآن مجید روزانہ ختم کرے یا لاکھوں روپے روزانہ صدقہ و خیرات کرے تو بھی کثرت میں، نورانیت میں اور

قبولیت میں ان لوگوں کے اجر کو نہیں پہنچ سکتا جن کو ان کی دلالت علی الخیر کی وجہ سے ہزاروں لاکھوں انسانوں کی فرض نمازوں، ارکان اور ایمان کا ثواب رات دن کے ہر لحہ میں پہنچ رہا ہے اور ان کی روح پر اجر و انعام اور انوار و برکات کی صدیوں سے مسلسل بارشیں ہو رہی ہیں۔ ایک شخص کا عمل، اس کی طاقت اور اس کے اخلاص سینکڑوں آدمیوں کے عمل و طاقت اور اخلاص و شغف و انہماک کا ہم پلہ نہیں ہو سکتا۔ اس لیے مولانا شخصی عبادت و نوافل پر (ان میں پورے طور پر خود منہمک رہنے اور انکی انتہائی حرص و شوق رکھنے کے باوجود) اس متعدی خیر اور دلالت علی الخیر کو ترجیح دیتے تھے اور اس کو زیادہ امید کی چیز سمجھتے تھے۔ ایک بزرگ جو اپنی عمر میں بڑے بڑے کام کر چکے تھے اور اب جسمانی انحطاط و تنزل کے دور میں تھے ان کے ایک دوست کے ذریعے اس کو مشورہ دیا کہ اب آپ میں خود کرنے کی زیادہ طاقت نہیں رہی۔ وقت کم اور کام بہت زیادہ ہے، اس لیے مصلحت اندیشی اور وقت شناسی کا تقاضا اور تفقہ اور حکمت دین یہ ہے کہ دوسروں کے اعمال کا ذریعہ بننے کی کوشش کریں۔ تقریر و تحریر، خطوط و ترغیب کے ذریعہ اپنے دوستوں اور بات ماننے والوں کو اس دعوت و تبلیغ کی طرف متوجہ کریں اور ان کے اجر و ثواب میں شریک ہو جایئے۔

اعمال کا دار و مدار

مشکل سے کوئی قدم ثواب کی نیت اور دینی نفع کی توقع کے بغیر اٹھتا ہوگا اور کوئی کام محض نفس کے تقاضے سے ہوتا ہوگا گویا لا یتکلم الا فیما رجا ثوابہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا حال تھا۔ ان کی ہر نقل و حرکت میں دلچسپی اور شرکت کا محرک اور باعث اَجر اور دینی نفع کی امید اور طمع تھی۔ اسی لیے گفتگو فرماتے تھے، اسی لیے تقریبوں میں شرکت کرتے تھے اور اسی بنا پر غصہ آتا تھا اور پھر اسی لیے راضی ہو جاتے تھے جو چیز اس مقصد اور اس امید سے خالی ہو اس سے ان کو دلچسپی اور تعلق نہیں ہوتا تھا۔ چھوٹے چھوٹے روزمرہ کے کاموں میں بھی یہی حال تھا۔ بقول مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ کے شاید بغیر نیت کے ایک چائے کی پیالی بھی نہیں پیتے تھے اور نہ کسی کو پیش کرتے تھے۔

عاجزی وانکساری

آپ رحمۃ اللہ علیہ اتنے باریک بین اور حاضر دماغ تھے کہ ایک ہی کام میں الگ الگ نیتوں کے ذریعہ ہر شخص کی سطح کے مطابق خصوصی فائدہ اور اجر وثواب کی رہنمائی کرتے تھے۔ مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک لطیف واقعہ لکھا ہے جس سے اس کا اندازہ ہوگا۔

اخیر زمانہ علالت ہی میں جب کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اٹھ بیٹھ نہیں سکتے تھے ایک روز دوپہر میں بستی نظام الدین پہنچا، ظہر کی نماز کے لیے بعض میواتی خدام حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو وضو کرا رہے تھے اس وقت مجھ پر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی نظر پڑی۔ اشارہ سے بلایا اور فرمایا مولوی صاحب! حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے باوجود یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو برسوں وضو فرماتے ہوئے دیکھا تھا اور ایسے ہی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھی دیکھا تھا پھر بھی وہ متعلمانہ طور پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو وضو فرماتے ہوئے دیکھتے تھے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا یہ اشارہ سننے کے بعد جب اس نظر سے میں نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو وضو فرماتے ہوئے دیکھا تو محسوس کیا کہ فی الحقیقت ایسی بیماری کی حالت میں وضو کے لیے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے وضو سے ہمیں بہت کچھ سبق حاصل ہو سکتا ہے۔

حضرت کو جو تین چار خادم وضو کرا رہے تھے، یہ سب میواتی تھے ان کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ یہ بیچارے مجھے وضو کراتے ہیں میں ان سے کہہ رہا ہوں کہ تم لوگ اللہ کے لیے مجھ سے محبت اور میری خدمت کرتے ہو اور تمہارا یہ گمان ہے کہ میں نماز اچھی پڑھتا ہوں، جیسی تم نہیں پڑھ سکتے، لہٰذا مجھے وضو اس نیت سے کرا دیا کرو کہ اے اللہ! ہمارا گمان ہے کہ تیرے اس بندہ کی نماز اچھی ہوتی ہے جیسی کہ ہماری نہیں ہوتی۔ اس لیے ہم اس کے وضو میں مدد دیتے ہیں تاکہ تو اس نماز کے اجر میں ہمارا بھی حصہ کر دے اور میں یہ دعا کرتا ہوں کہ اے اللہ! تیرے یہ سادے اور بھولے بندے میرے متعلق ایسا گمان کرتے ہیں، ان کے گمان کی لاج رکھ لے اور میری نماز کو قبول فرما کر انہیں بھی اس میں شریک فرما دے۔

پھر فرمایا اگر میں سمجھنے لگوں کہ میری نماز ان سے اچھی ہوتی ہے تو اللہ کے یہاں

مردود ہو جاؤں۔ میں تو یہی سمجھتا ہوں کہ اللہ پاک اپنے ان سادہ بندوں ہی کی وجہ سے میری نمازوں کو رد نہ فرمائے گا۔

آخرت کا استحضار

اسی قبیل کی ایک چیز یہ تھی کہ قیامت کا استحضار اور آخرت کا تصور (آنکھوں کے سامنے تصور کی طرح رہنا) ایسا بڑھا ہوا تھا کہ اکثر حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول یاد آ جاتا تھا۔ ''کانھم رای عین'' کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے آخرت ایسی رہتی تھی گویا آنکھوں دیکھی چیز ہے۔ ایک مرتبہ ایک میواتی سے دریافت فرمایا کہ دہلی کیوں آئے؟ سادہ دل میواتی نے جواب دیا کہ دہلی دیکھنے کے لیے۔ پھر مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے انداز سے اس کو اپنی غلطی محسوس ہوئی فوراً کہا کہ جامع مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے۔ پھر بدل کر کہا کہ آپ کی زیارت کے لیے۔ اس پر مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ دہلی اور جامع مسجد کی جنت کے سامنے کیا حقیقت ہے اور میں کیا ہوں جس کی زیارت کے لیے تم آئے۔ سڑ گل جانے والا ایک جسم، پھر جنت کا جو ذکر کرنا شروع کیا تو یہ معلوم ہوا کہ جنت سامنے ہے۔

دعوت دیے جاؤ

مجلسوں میں جب تک مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو اپنی دعوت کے پیش کرنے کا موقع ملنے کی امید نہیں ہوتی ان میں شرکت پسند نہ کرتے۔ محض رسماً اخلاقاً شرکت بہت گراں گزرتی۔ فرماتے تھے کہ اگر کہیں جاؤ تو اپنی بات لے کر جاؤ اور اس کو پیش کرو۔ اپنی دعوت کو غالب رکھو۔

ایک مرتبہ میں نے مولانا سید سلیمان رحمۃ اللہ علیہ کا ایک فقرہ سنایا جو انہوں نے ایک جلسہ سے واپس آ کر فرمایا تھا کہ اپنی ایک بات کہتے جاؤ تو دوسروں کی دس باتیں (مروتاً) سننی پڑتی ہیں۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ دیر تک اس کا لطف لیتے رہے اور فرمایا کہ بڑے درد سے کہا ہے۔

موقع و محل کے مناسب بات

ایک دفعہ دہلی میں کسی مخلص کے یہاں شادی میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کو شرکت کرنی پڑی۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے شادی کی خاص مجلس میں بھرے مجمع میں فریقین کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا آج آپ کے یہاں یہ خوشی کا دن ہے جس دن میں کمینوں تک کو خوش کیا جاتا ہے۔ گوارا نہیں ہوتا کہ گھر کی بھنگن بھی ناخوش رہے۔ بتلایئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خوش کرنے کی بھی کوئی فکر آپ لوگوں کو ہے۔ پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے تبلیغ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین کو سرسبز کرنے کی کوشش کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی کا سب سے بڑا ذریعہ بتلاتے ہوئے اس کے لیے حاضرین کو دعوت دی۔

لایعنی سے اجتناب

لایعنی (جو بات دینی حیثیت سے مفید اور دنیاوی حیثیت سے ضروری نہ ہو) سے بڑی نفرت اور اجتناب تھا اور اس کی دوسروں کو بھی وصیت فرماتے اور تبلیغ میں نکلنے والوں کو بالخصوص تاکید فرماتے۔ فرماتے تھے لایعنی میں اشتغال کام کی رونق کو کھو دیتا ہے'' جس کام میں دین کا فائدہ نہ دیکھتے اس کو تضیع اوقات سمجھتے۔ ایک مرتبہ میں چبوترہ کے پاس کھڑا ذوق وشوق کے ساتھ مولوی سید رضا حسن رحمۃ اللہ علیہ سے کوئی پرانا واقعہ اور کسی تبلیغی سفر کی روداد سن رہا تھا مولانا نے سنا اور فرمایا کہ یہ تو تاریخ ہوئی کچھ کام کی بات کیجیے۔

روح کی غذا

مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ عشق کی یہ تعریف کی تھی۔ آدمی کی لذتیں اور دلچسپیاں جو دنیا کی بہت سی چیزوں میں بٹی ہوئی ہیں سب نکل کر کسی ایک چیز میں سمٹ آئیں، یہی عشق ہے۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی یہ تعریف دین کے بارہ میں خود ان پر صادق تھی۔ اس سے ان کی روح کو عشق ہو گیا تھا جس کے سامنے تمام حسی لذتیں اور تاثرات ماند پڑ گئے تھے اور یہ روحی لذت ان کے لیے بالکل حسی اور طبعی لذت بن گئی تھی۔ اس سے ان کو وہ قوت وتوانائی اور نشاط وتازگی حاصل ہوتی تھی جو لوگوں کو غذا اور دوا سے حاصل ہوتی ہے۔ چناں چہ ایک کارکن کو جنہوں نے خانہ نشینی کی حالت میں اپنی بے چینی کی شکایت لکھی تھی جواب میں یہی

حقیقت لکھی تھی جو کسی اور کے متعلق صحیح ہو یا نہ ہو ان کے متعلق بالکل صحیح تھی۔

"میرے محترم یہ تبلیغی کام، درحقیقت انسان کی روح کی غذا ہے۔ حق تعالیٰ نے اپنے فضل سے آپ کو غذا سے بہرہ ور فرمایا۔ اب اس کے عارضی فقدان یا کمی پہ بے چینی لازمی شے ہے آپ اس سے پریشان خاطر نہ ہوں" بارہا ایسا ہوا کہ کسی خوشخبری کو سن کر یا کسی ایسے آدمی سے مل کر جس کو وہ اپنی دعوت کے لیے مفید سمجھتے تھے وہ اپنی بیماری بھول گئے۔ طبیعت کو اتنی قوت حاصل ہوئی کہ وہ مریض پر غالب آ گئی۔ دفعتہً صحت ترقی کر گئی۔ اس کے برعکس کسی تشویش یا فکر سے ان کی صحت گر گئی۔ ان کی تمام فکریں ایسی فکر میں گم ہو گئیں تھی جیسا کہ ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں کہ طبیعت میں سوائے تبلیغی درد کے اور خیرت ہے۔

علالت و بیماری

آخری علالت میں ضعف کی وجہ سے بعض مرتبہ ایسی کسی خوشی کا تحمل نہ ہوتا۔ جنوری ۱۹۴۴ء میں جب لکھنؤ کی جماعت گئی تو ایک دن صبح کی نماز کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے فرمایا کہ میرے آنے کے بعد تو کانپور میں کام ختم ہو گیا ہوگا۔ میں نے عرض کیا کہ لکھنؤ سے ایک جماعت گئی تھی اور الحمد للہ کام پھر شروع ہو گیا ہے۔ حاجی ولی محمد رحمۃ اللہ علیہ کی طرف میں نے اشارہ کیا کہ یہ بھی اسی جماعت میں تھے۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھائے اور ان کے ہاتھ چوم لیے اور فرمایا کہ میرا خوشی سے سر دکھ گیا، مجھے اب بہت خوش بھی نہ کیا کیجیے۔ مجھ میں خوشی کا تحمل نہیں رہا۔

مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی کیفیت یہی تھی کہ ان کی کوششوں میں ان کو جنت کا مزہ آتا تھا۔ اس راستہ میں گرم ہوا بھی ان کے لیے نسیم سحر سے زیادہ خوشگوار اور فرحت بخش تھی۔ ایک دفعہ مئی کی کسی آخری تاریخ میں مولانا شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمۃ اللہ علیہ، مولوی اکرام الحسن رحمۃ اللہ علیہ ایک کار پر قطب صاحب گئے۔ لو کے سخت جھونکے آ رہے تھے۔ کسی نے کہا، لو آ رہی ہے، کھڑکیاں بند کر دو۔ شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، جی ہاں! اس وقت گرمی زیادہ ہے مولانا رحمۃ اللہ علیہ

نے فرمایا کہ اللہ کے راستے کی گرم ہوا نسیم سحر سے زیادہ خوشگوار ہے۔

نماز باجماعت کا اہتمام

ایک مرتبہ دو دوست ریل میں سفر کر رہے تھے۔ ان میں سے ایک نے تو نماز پڑھ لی مگر دوسرے کو ہجوم کی وجہ سے نماز پڑھنے کی نوبت نہیں آئی تھی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے ملتے ہی دریافت فرمایا، نماز پڑھ لی؟ ایک دوست نے عرض کیا کہ میں نے پڑھ لی ہے البتہ میرے رفیق پڑھ رہے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ سن کر بڑا افسوس کیا اور اس سلسلہ میں فرمایا کہ میں جب سے اس کام میں لگا ہوں (تقریباً بیس سال سے) ریل پر کوئی نماز جماعت کے بغیر نہیں پڑھی۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے تراویح بھی پڑھوادی۔ اگرچہ بعض اوقات تراویح کی دو ہی رکعت پڑھنے کی نوبت آئی لیکن کلیۃ ترک نہیں ہوئی۔

دعا کے وقت کیفیت

مولانا رحمۃ اللہ علیہ بڑی دیر تک اور بڑی بے قراری اور اضطرار کی کیفیت کے ساتھ دعا فرماتے تھے اور دعا کی حالت میں اکثر ان پر خود فراموشی کی کیفیت طاری ہو جاتی اور عجیب عجیب مضامین وارد ہوتے۔ پانچوں وقت کی نمازوں کے بعد خصوصاً میوات کے سفروں میں بڑی پراثر دعائیں فرماتے اور اکثر وہ مستقل تقریریں ہوتیں۔ وہ اللہ سے دل کھول کر مانگتے اور مانگتے وقت اپنی طرف سے کمی نہ کرتے۔ تقریروں کے درمیان یہ فقرہ ابھی تک سننے والوں کے کانوں میں گونج رہا ہے ''مانگو اللہ سے''

میرے دوستو! یہ تھیں ہمارے اسلاف کی زندگیاں جو رہتی دنیا تک علم وعمل کے آسمان پر سورج بن کر چمکتی رہیں گی۔ آج ذرا ہم اپنے کردار پر بھی نظر ڈالیں کہ ہم ان کے روحانی بیٹے کہلاتے ہیں۔ لیکن ہمارے کردار اور ان کے کردار میں کوئی تھوڑی سی بھی مماثلت ہے؟ آج ہمارے علم وعمل میں فرق ہے، قال اور حال میں فرق ہے، جلوت اور

خلوت میں فرق ہے، اتباع سنت ہم میں پوری نہیں بس کچھ ظاہرداری کر لیتے ہیں، تنہائی میں ہماری شخصیت کچھ اور ہوتی ہے اور باہر کچھ اور ہوتی ہے۔ دل سے پوچھیں دل کہتا ہے کہ دو چہرے ہیں۔ ایک چہرہ وہ جو لوگوں کو دکھانے کے لیے ہے اور ایک وہ چہرہ جو تیرا پروردگار جانتا ہے۔ نہ جانے ہمارے اندر سے یہ دورنگی کب ختم ہوگی؟ اور ہم اپنے آپ کو اپنے اسلاف جیسے اخلاق حسنہ سے کب مزین کریں گے؟ اگرچہ آج بھی کچھ اللہ والے ایسے ہیں جو ذکر الٰہی اور تقویٰ و پرہیزگاری سے اپنی زندگیوں کو آباد کر رہے ہیں لیکن عمومی طور پر ہماری حالت پست سے پست تر ہوتی چلی جارہی ہے۔

اپنے ظاہر کو سنت نبوی ﷺ سے اور باطن کو معرفت الٰہی سے سجا لیجیے۔ تقویٰ کو اپنا شعار بنائیں اور رضائے الٰہی کو زندگی کا مقصد بنائیں، پھر قدم اٹھائیں گے تو اللہ قدموں میں برکتیں ڈال دیں گے، فتوحات کے دروازے کھلیں گے، اللہ تعالیٰ پوری دنیا میں ایسا وقار قائم کریں گے کہ کفرا اپنے محلات میں بیٹھے بیٹھے کانپ رہا ہوگا۔ اللہ رب العزت ہمیں اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق نصیب فرمائے اور آخرت میں ان کا ساتھ نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین

متفرق واقعات

محبت وتوحید کا درس دیا بھی تو کس نے؟

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ مجھے تو ایک عورت نے توحید سکھادی' کسی نے پوچھا کہ' حضرت وہ کیسے؟ فرمانے لگے کہ میرے پاس ایک عورت آئی جو پردے میں تھی' کہنے لگی کہ میرا خاوند دوسری شادی کرنا چاہتا ہے۔ آپ یہ فتوی لکھ کر دیں کہ اس کو دوسری شادی کرنے کی اجازت نہیں ہے' انہوں نے سمجھایا کہ اللہ کی بندی! اگر وہ اپنی ضرورت کے تحت دوسری شادی کرنا چاہتا ہے تو شریعت نے چار تک کی اجازت دی ہے میں کیسے لکھ کے دے سکتا ہوں؟ فرماتے ہیں کہ جب میں نے یہ کہا تو اس عورت نے ٹھنڈی سانس لی اور کہنے لگی کہ حضرت! شریعت کا حکم راستہ میں رکاوٹ ہے ورنہ اگر اجازت ہوتی اور میں آپ کے سامنے چہرہ کھول دیتی اور آپ میرے حسن و جمال کو دیکھتے تو آپ اس بات کو لکھنے پر مجبور ہو جاتے کہ جس کی بیوی اتنی خوبصورت ہو اس کو دوسری شادی کرنے کی اجازت نہیں' فرماتے ہیں کہ وہ تو یہ بات کہہ کر چلی گئی مگر میرے دل میں یہ بات آئی کہ اے اللہ! آپ نے عورت کو عارضی حسن و جمال عطا کیا اس کو اپنے حسن پر اتنا ناز ہے کہ وہ کہتی ہے کہ جس کی بیوی میں ہوں اب اس کو محبت کی نظر دوسرے کی طرف ڈالنے کی اجازت نہیں' تو اے پروردگار! تیرے اپنے حسن وجمال کا کیا عالم ہے......!!! آپ کہاں پسند کریں گے کہ آپ کے ہوتے ہوئے کوئی بندہ محبت کی نظر کسی غیر کی طرف اٹھا سکے۔

ہر غم مجھے منظور مگر محبت میں شرکت

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ مجھے ایک دھوبن نے توحید سکھائی کسی نے پوچھا حضرت وہ کیسے؟ فرمانے لگے کہ میرے ہمسایہ میں ایک دھوبی رہتا تھا' میں ایک مرتبہ اپنے گھر کی چھت پر بیٹھا گرمی کی رات میں قرآن پاک کی تلاوت کر رہا تھا' ہمسایہ سے میں نے ذرا اونچا اونچا بولنے کی آواز سنی پوچھا' بھائی خیریت تو ہے کیوں اونچا بول رہے ہو؟ جب غور سے سنا تو مجھے پتہ چلا کہ بیوی اپنے میاں سے جھگڑ رہی تھی وہ اپنے خاوند کو کہہ رہی تھی کہ دیکھ تیری خاطر میں نے تکلیفیں برداشت کیں فاقے کاٹے' سادہ لباس پہنا' مشقتیں اٹھائیں' ہر دکھ سکھ تیری خاطر میں نے برداشت کیا اور میں تیری خاطر ہر دکھ برداشت کرنے کیلئے اب بھی تیار ہوں' لیکن اگر تو چاہے کہ میرے سوا کسی اور سے نکاح کرلے تو پھر میرا تیرا گزارا نہیں ہوسکتا مگر تیرے ساتھ کبھی میں نہیں رہ سکتی' فرماتے ہیں کہ یہ بات سن کر میں نے قرآن پر نظر ڈالی تو قرآن مجید کی آیت سامنے آئی:

﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ﴾

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے بندے جو بھی گناہ لے کر آئے گا' میں چاہوں گا' سب معاف کردوں گا لیکن میری محبت میں کسی کو شریک بنائے گا تو پھر میرا تیرا گزارا نہیں ہوسکتا۔

شبلی! جوش محبت میں نہ دکھلا

ایک مرتبہ حضرت شیخ شبلی رحمۃ اللہ علیہ وضو کر کے گھر سے نکلے' راستے میں ہی تھے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام ہوا' شبلی! ایسا گستاخانہ وضو کر کے تو میرے گھر کی طرف جا رہا ہے' وہ سہم گئے اور پیچھے ہٹنے لگے جب وہ پیچھے ہٹنے لگے تو وہ دوبارہ الہام ہوا' شبلی تو میرا گھر چھوڑ کر کہاں جائے گا؟ وہ پھر ڈر گئے اور زور سے ''اللہ'' کی ضرب لگائی' جب اللہ کا لفظ کہا تو الہام ہوا شبلی! تو ہمیں اپنا جوش دکھاتا ہے حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ یہ سن کر دبک کر بیٹھ گئے' پھر تھوڑی دیر کے بعد الہام ہوا شبلی' تو ہمیں اپنا صبر دکھاتا ہے بالآخر کہنے لگے اے

اللہ میں تیرے ہی سامنے فریاد کرتا ہوں اصل میں اللہ تعالیٰ اپنے پیارے کے ساتھ ذرا محبت کی باتیں کرنا چاہتے تھے۔۔

تیرے عشق کی انتہا چاہتا ہوں
میری سادگی تو دیکھ کیا چاہتا ہوں

ناز کا معاملہ ہی الگ ہے

حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ پر ایک مرتبہ عجیب کیفیت تھی اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں الہام فرمایا شبلی! کیا تو یہ چاہتا ہے کہ میں تیرے عیب لوگوں پر کھول کر ظاہر کر دوں تا کہ تجھے دنیا میں کوئی منہ لگانے والا نہ رہے' وہ بھی ذرا ناز کے موڈ میں تھے لہٰذا جب یہ الہام ہوا تو وہ اسی وقت اللہ رب العزت کے حضور کہنے لگے' اللہ! کیا آپ چاہتے ہیں کہ میں آپ کی رحمت کھول کھول کر لوگوں پر ظاہر کر دوں تا کہ آپ کو دنیا میں سجدہ کرنے والا نہ رہے' جیسے ہی یہ بات کہی اوپر سے الہام ہوا' شبلی! نہ تو میری بات کہنا اور نہ میں تیری بات کہتا ہوں سوچئے تو سہی کہ نسبت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اپنے محبوب بندوں کے ساتھ کس طرح راز و نیاز اور محبت وشفقت کی باتیں کرتے ہیں۔

محبت میں رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا کا غلبہ حال

رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہ ایک ہاتھ میں پانی لے کر دوسرے میں آگ لے کر ایک بار جا رہی تھیں' اور کہہ رہی تھیں کہ آگ سے جنت کو جلاؤں گی اور پانی سے جہنم کو بجھاؤں گی تا کہ لوگ جنت اور جہنم کیلئے عبادت نہ کریں' یہ رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا کے غلبہ حال کا واقعہ ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: کہ اگر رابعہ بیچاری بھید سے واقف ہوتی تو وہ ایسا کام نہ کرتی' اس لیے کہ اللہ تعالیٰ خود جنت کی طرف بلا رہے ہیں' "وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلٰى دَارِ السَّلَامِ" اور جس کی طرف اللہ بلائیں اس کی طرف جانا عین منشائے خداوندی ہوتا ہے۔ اللہ والوں کی محبت الٰہی کے غلبہ میں ایسی باتیں کر جانا یہ محبت کی وجہ

سے ہوتا ہے۔

محبت الٰہی کے کیسے اسیر ہو؟

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ مجھے چار واقعات زندگی میں بڑے عجیب لگے' لوگوں نے کہا کہ وہ کون سے؟ کہنے لگے کہ......

① ......ایک نوجوان کے ہاتھ میں چراغ تھا تو میں نے نواجوان سے سوال کیا کہ بتاؤ یہ روشنی کہاں سے آئی تو جیسے ہی میں نے یہ پوچھا کہ یہ روشنی کہاں سے آئی اس نے پھونک مار کے چراغ بجھایا' اور کہنے لگا حضرت جہاں چلی گئی وہاں سے آئی تھی فرماتے ہیں کہ میں اس نوجوان کی حاضر جوابی کے اوپر آج تک حیران ہوں۔

② ......ایک مرتبہ دس بارہ سال کی لڑکی آ رہی تھی اس کی بات نے مجھے حیران کر دیا' بارش ہوئی تھی' میں مسجد جا رہا تھا اور وہ بازار سے کوئی چیز لے کر آ رہی تھی جب ذرا میرے قریب آئی تو میں نے کہا کہ بچی ذرا سنبھل کر قدم اٹھانا' کہیں پھسل نہ جانا تو جب میں نے یہ کہا تو اس نے آگے سے یہ جواب دیا' حضرت میں پھسل گئی تو مجھے نقصان ہوگا' آپ ذرا سنبھل کر قدم اٹھانا اگر آپ پھسل گئے تو پھر قوم کا کیا بنے گا؟ کہنے لگے کہ اس لڑکی کی بات مجھے آج تک یاد ہے اس لڑکی نے کہا تھا کہ آپ سنبھل کر قدم اٹھانا آپ پھسل گئے تو پھر قوم کا کیا بنے گا؟......

③ ......ایک مرتبہ میں نے ایک مخنث کو دیکھا جب اسے پتہ چل گیا کہ اس نے مجھے پہچان لیا ہے تو مجھے کہنے لگا کہ میرا راز نہ کھولنا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمہارے رازوں پر پردہ ڈالیں گے۔

④ ......ایک آدمی نماز پڑھ رہا تھا اس کے سامنے سے ایک عورت روتی ہوئی کھلے چہرے کھلے سر کے ساتھ آگے سے گذری اس نے سلام پھیرا تو اس عورت پر بڑا ناراض ہوا' کہنے لگا کہ تجھے شرم نہیں آئی' دھیان نہیں ننگے سر کھلے چہرے کے ساتھ' میں نماز پڑھ رہا تھا تو میرے آگے سے گزر گئی' اس عورت نے پہلے تو معافی مانگی اور معافی مانگ کر کہنے لگی

کہ دیکھو میرے میاں نے مجھے طلاق دے دی، اور میں اس وقت غمزدہ تھی مجھے پتہ ہی نہیں چلا کہ آپ نماز پڑھ رہے ہیں یا نہیں، میں اس حالت میں آپ کے سامنے سے گزر گئی مگر حیران اس بات پر ہوں کہ میں خاوند کی محبت میں اتنی گرفتار کہ مجھے سامنے سے گزرنے کا پتہ نہ چلا اور تم اللہ کی محبت میں کیسے گرفتار ہو کہ کھڑے پروردگار کے سامنے ہو اور دیکھ میرا چہرہ رہے ہو، حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس عورت کی بات مجھے آج تک یاد ہے اور واقعی ہماری نماز کا یہی حال ہے۔ نیچے منزل پر اگر نماز پڑھ رہے ہوں اور اوپر کی منزل میں اگر کوئی ہمارا نام لے دے تو ہمیں نماز میں پتہ چل جاتا ہے کہ ہمارا نام پکارا گیا ہماری نماز کی توجہ کا عالم ہونا یہ چاہئے تھا۔

اللہ وہ دل دے جو تیرے عشق کا گھر ہو
دائمی رحمت کا تری اس پر نظر ہو......
دل دے کہ تیرے عشق میں یہ حال ہو اس کا
محشر کا اگر شور ہو تو بھی خبر نہ ہو......

حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ گورنری سے فقیری تک

عباسی دور خلافت میں اسلامی حکومت کی وسعتیں لاکھوں مربع میل کے علاقے تک پھیل چکی تھیں۔ مختلف علاقوں کے گورنر اپنے وسائل کو بروئے کار لاتے ہوئے حکومتی نظم و نسق چلا رہے تھے۔ اکثر اطراف و جوانب سے عدل و انصاف کی خبریں مل رہی تھیں تاہم چند علاقوں کے حالات مزید بہتر بنانے کی ضرورت محسوس ہو رہی تھی خلیفہ وقت نے سوچا کہ تمام گورنر حضرات کو مرکز میں طلب کیا جائے اور اچھی کارکردگی دکھانے والوں کو انعام و اکرام سے نوازا جائے تاکہ دوسروں کو بھی اصلاح احوال کی ترغیب ہو۔ چنانچہ فرمان شاہی چند دنوں میں ہر علاقے میں پہنچ گیا کہ فلاں دن سب گورنر حضرات مرکز میں اکٹھے ہوں۔ بالآخر وہ دن آ پہنچا جس کے لئے گورنر حضرات ہزاروں میل کا سفر طے کر کے آئے تھے۔ خلیفہ وقت نے ایک خصوصی نشست میں سب کو جمع کیا۔ بعض اچھی کارکردگی دکھانے

والوں کو خصوصی لطف و اکرام سے نوازا اور بقیہ حضرات کو نصیحتیں کیں۔ محفل کے اختتام پر خلیفہ نے سب حضرات کو اپنی طرف سے خلعت عطا کی اور اگلے دن خصوصی دعوت کا اہتمام کیا۔ سب حضرات اپنی اپنی خصوصی پوشاک پہن کر اگلے دن دعوت میں آئے۔ پر تکلف کھانوں اور لذیذ پھلوں کی ضیافت سے لطف اندوز ہوئے۔ کھانے کے بعد تبادلہ خیالات اور گذارش احوال واقعی کی محفل گرم ہوئی۔ سب لوگ انتہائی خوش تھے۔ خلیفہ وقت کی خوشی بھی اس کے چہرے سے عیاں تھی۔ عین اسی وقت ایک گورنر کو چھینک آرہی تھی وہ اسے اپنی قوت سے دبا رہا تھا۔ تھوڑی دیر کی کشمکش کے بعد گورنر کو دو تین چھینکیں اکٹھی آئیں تھوڑی دیر کیلئے محفل کا ماحول تبدیل ہوا۔ سب لوگوں نے اس کی طرف دیکھا۔ چھینک آنا ایک طبعی امر ہے۔ مگر جس گورنر کو چھینک آئی وہ سبکی محسوس کر رہا تھا کیونکہ اس کی ناک سے کچھ مواد نکل آیا تھا جب سب لوگ خلیفہ کی طرف متوجہ ہوئے تو اس گورنر نے موقع غنیمت جانتے ہوئے اپنی خلعت کے ایک کونے سے ناک کو صاف کر لیا۔ اللہ تعالیٰ کی شان کہ عین اس لمحے خلیفہ وقت اس گورنر کی طرف دیکھ رہا تھا۔ جب اس نے دیکھا کہ اس کی عطا کردہ خلعت کے ساتھ ناک سے نکلے ہوئے مواد کو صاف کیا گیا ہے۔ تو اس کے غصے کی انتہا نہ رہی۔ خلیفہ نے گورنر کو سخت سرزنش کی کہ تم نے خلعت شاہی کی بے قدری کی اور سب لوگوں کے سامنے اس سے خلعت واپس لے لی اسے دربار سے باہر نکلوا دیا۔ مجلس کی خوشیاں خاک میں مل گئیں اور سب گورنر حضرات پریشان ہو گئے کہ کہیں ان کا حشر بھی اس جیسا نہ ہو۔

وزیر با تدبیر نے حالات کی نزاکت کا خیال کرتے ہوئے خلیفہ وقت سے کہا کہ آپ محفل برخاست کر دیں چنانچہ محفل ختم ہونے کا اعلان کر دیا گیا۔ سب گورنر حضرات اپنی رہائش گاہوں کی طرف لوٹ گئے۔ دربار میں خلیفہ اور وزیر باقی رہ گئے۔ تھوڑی دیر بعد دربان نے آکر اطلاع دی کہ نہاوند کے علاقے کا گورنر شرف باریابی چاہتا ہے۔ خلیفہ نے اندر آنے کی اجازت دی۔ گورنر نے اندر آکر سلام کیا اور پوچھا کہ چھینک آنا اختیار

امر ہے یا غیر اختیاری امر ہے؟ خلیفہ نے سوال کی نزاکت کو بھانپ لیا اور کہا کہ تمہیں ایسا پوچھنے کی کیا ضرورت ہے جاؤ اپنا کام کرو۔ گورنر نے دوسرا سوال پوچھا کہ جس آدمی نے خلعت سے ناک صاف کی اس کی سزا یہی لازمی تھی کہ بھرے دربار میں ذلیل کر دیا جائے یا اس سے کم سزا بھی دی جاسکتی تھی؟

یہ سوال سن کر خلیفہ نے کہا کہ تمہارے سوال سے محاسبے کی بو آتی ہے میں تمہیں تنبیہ کرتا ہوں کہ ایسی بات مت کرو ورنہ پچھتاؤ گے۔ گورنر نے کہا بادشاہ سلامت مجھے ایک بات سمجھ میں آئی ہے کہ آپ نے ایک شخص کو خلعت پہنائی اور اس نے خلعت کی ناقدری کی تو آپ نے سر دربار اس کو ذلیل ورسوا کر دیا۔ مجھے خیال آیا کہ رب کریم نے بھی مجھے انسانیت کی خلعت پہنا کر دنیا میں بھیجا ہے اگر میں نے اس خلعت کی قدر نہ کی تو اللہ مجھے بھی روز محشر اسی طرح ذلیل ورسوا کر دیں گے۔ یہ کہہ کر اس نے اپنی خلعت اتار کر تخت پر پھینکی اور کہا کہ میں پہلے خلعت انسانی کی قدر کروں تاکہ محشر کی ذلت سے بچ سکوں۔ گورنر یہ کہہ کر اور گورنری کو لات مار کر دربار سے باہر نکل گیا۔

باہر نکل کر سوچا کہ کیا کروں تو دل میں خیال آیا کہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں جا کر باطنی نعمت کو حاصل کرنا چاہئے۔

شیخ شبلی رحمۃ اللہ علیہ محبت ومعرفت کی دکان میں

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچے تو کہا کہ حضرت آپ کے پاس باطنی نعمت ہے۔ آپ یہ نعمت عطا کریں چاہے اس کو مفت دے دیں یا چاہیں تو قیمت طلب کریں۔ حضرت رحمہ اللہ نے فرمایا کہ قیمت مانگیں تو تم دے نہیں سکو گے اور اگر مفت دے دیں تو تمہیں اس کی قدر نہیں ہوگی۔ گورنر نے کہا پھر آپ جو فرمائیں میں وہی کرنے کیلئے تیار ہوں۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہاں کچھ عرصہ رہو۔ جب ہم دل کے آئینے کو صاف پائیں گے تو یہ نعمت القاء وعطا کر دیں گے۔ کئی ماہ کے بعد حضرت رحمہ اللہ نے پوچھا کہ تم کیا کرتے ہو۔ عرض کیا فلاں علاقے کا گورنر رہا ہوں۔ فرمایا اچھا جاؤ

بغداد شہر میں گندھک کی دکان بناؤ گورنر صاحب نے شہر میں گندھک کی دکان بنالی۔ ایک تو گندھک کی بدبو اور دوسرے خریدنے والے عامۃ الناس کی بحث و تکرار سے گورنر صاحب کی طبیعت بہت بیزار ہوتی۔ چاروناچار ایک سال گزرا تو حضرت رحمہ اللہ کی خدمت میں عرض کیا حضرت ایک سال کی مدت پوری ہوگئی ہے۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ نے فرمایا' اچھا تم دن گنتے رہے ہو جاؤ ایک سال دکان اور چلاؤ۔ اب تو دماغ ایسا صاف ہوا کہ دکان کرتے کرتے سال سے زیادہ عرصہ گزر گیا مگر وقت کا حساب نہ رکھا۔ ایک دن حضرت رحمہ آپ نے فرمایا گورنر صاحب آپ کا دوسرا سال مکمل ہوگیا۔ عرض کیا پتہ نہیں۔ حضرت رحمہ اللہ نے کشکول ہاتھ میں دے کر فرمایا کہ جاؤ بغداد شہر میں بھیک مانگو۔ گورنر صاحب حیران رہ گئے۔ حضرت نے فرمایا اگر نعمت کے طلبگار ہو تو حکم کی تعمیل کرو ورنہ جس راستے سے آئے ہو ادھر سے واپس چلے جاؤ۔ گورنر صاحب نے فوراً کشکول ہاتھ میں پکڑا اور بغداد شہر میں چلے گئے۔ چند لوگوں کو ایک جگہ دیکھا اور ہاتھ آگے بڑھایا کہ اللہ کے نام پر کچھ دے دو' انہوں نے چہرہ دیکھا تو فقیر کا چہرہ لگتا ہی نہیں تھا۔ لہٰذا انہوں نے کہا کام چور شرم نہیں آتی مانگتے ہوئے۔ جاؤ محنت مزدوری کر کے کھاؤ۔ گورنر صاحب نے جلی کٹی سن کر غصے کا گھونٹ پیا اور قہر درویش بر جان درویش والا معاملہ۔ عجیب بات تو یہ تھی کہ پورا سال دریوزہ گری کرتے رہے کسی نے کچھ نہ دیا ہر ایک نے جھڑکیاں دیں۔ یہ باطنی اصلاح کا طریقہ تھا۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ گورنر صاحب کے دل سے عجب اور تکبر نکالنا چاہتے تھے۔ چنانچہ ایک سال مخلوق کے سامنے ہاتھ پھیلا کر گورنر صاحب کے دل میں یہ بات اتر گئی کہ میری کوئی وقعت نہیں اور مانگنا ہو تو مخلوق کی بجائے خالق سے مانگنا چاہئے۔ پورا سال اسی کام میں گزر گیا۔

ایک دن حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے بلا کر کہا کہ گورنر صاحب آپ کا نام کیا ہے؟ عرض کیا شبلی' فرمایا اچھا اب آپ ہماری محفل میں بیٹھا کریں۔ گویا تین سال کے مجاہدے کے بعد اپنی مجلس میں بیٹھنے کی اجازت دی مگر شبلی رحمۃ اللہ علیہ کے دل کا برتن پہلے ہی

صاف ہو چکا تھا۔اب حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی ایک ایک بات سے سینے میں نور بھرتا گیا اور آنکھیں بصیرت سے مالا مال ہوتی گئیں۔ چند ماہ کے اندر اندر احوال و کیفیات میں ایسی تبدیلی آئی کہ دل محبت الٰہی سے لبریز ہو گیا۔ بالآخر حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دن بلایا اور فرمایا: کہ شبلی آپ نہاوند کے علاقے کے گورنر رہے ہیں آپ نے کسی پر زیادتی کی ہو گی کسی کا حق دبایا ہو گا۔

آپ ایک فہرست مرتب کریں کہ کسی کا حق آپ نے پامال کیا۔آپ رحمہ اللہ نے فہرست بنانا شروع کی۔ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کی توجہات تھیں چنانچہ تین دن میں کئی صفحات پر مشتمل طویل فہرست تیار ہو گئی۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ باطن کی نسبت اس وقت تک نصیب نہیں ہو سکتی جب تک کہ معاملات میں صفائی نہ ہو۔ جاؤ ان لوگوں سے حق معاف کروا کے آؤ۔ چنانچہ آپ رحمہ اللہ نہاوند تشریف لے گئے اور ایک ایک آدمی سے معافی مانگی۔ بعض نے تو جلد معاف کر دیا بعض نے کہا کہ تم نے ہمیں بہت ذلیل کیا تھا ہم اس وقت تک معاف نہیں کریں گے جب تک تم اتنی دیر دھوپ میں کھڑے نہ رہو۔ بعض نے کہا ہم اس وقت تک معاف نہ کریں گے جب تک کہ ہمارے مکان کی تعمیر میں مزدور بن کر کام نہ کرو' آپ رحمہ اللہ ہر آدمی کی خواہش کے مطابق اس کی شرط پوری کرتے' اور اس سے حق بخشواتے رہے حتیٰ کہ دو سال کے بعد واپس بغداد پہنچے۔اب آپ رحمہ اللہ کو خانقاہ میں آئے ہوئے پانچ سال کا عرصہ گزر گیا تھا۔ مجاہدے اور ریاضت کی چکی میں پس پس کر نفس مر چکا تھا۔ ''میں'' نکل گئی تھی باطن میں تو ہی تو کے نعرے تھے۔ بس رحمت الٰہی نے جوش مارا اور ایک دن حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں باطنی نسبت سے مالا مال کر دیا۔ بس پھر کیا تھا' آنکھ کا دیکھنا بدل گیا' پاؤں کا چلنا بدل گیا' دل و دماغ کی سوچ بدل گئی غفلت کے تار و پود بکھر گئے۔ معرفت الٰہی سے سینہ پرنور ہو کر خزینہ بن گیا اور آپ رحمہ اللہ عارف اللہ بن گئے۔

جو دنیا کی صورت پر ہوتے ہیں شیدا
ہمیشہ وہ رنج و الم دیکھتے ہیں

محبت کی شمع کہاں جلتی ہے؟

حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ نے ایک خواب دیکھا کہ ایک فرشتہ لکھ رہا تھا پوچھا کیا لکھ رہے ہو؟ کہنے لگے کہ اللہ کے عاشقوں کا نام لکھ رہا ہوں انہوں نے کہا کہ میرا نام بھی ہے فرشتہ نے کہا کہ تمہارا نام نہیں ہے تو کہنے لگے کہ ایسا کرو کہ اللہ کے عاشقوں سے محبت کرنے والوں میں میرا نام لکھو' وہ فرشتہ کہتا ہے بہت اچھا اور چلا گیا پھر کچھ عرصہ کے بعد خواب دیکھا دیکھتے ہیں کہ فرشتہ لکھ رہا ہے پوچھا کیا لکھ رہے ہو کہنے لگا کہ ان لوگوں کے نام لکھ رہا ہوں جن سے اللہ تعالیٰ محبت کرتے ہیں' انہوں نے کہا کہ اچھا میرا نام بھی کہیں ہے تو اس نے دکھایا کہ جن سے اللہ تعالیٰ محبت کرتے ہیں اس صفحہ کے سب سے اوپر ابراہیم بن ادھم کا نام لکھا ہوا تھا اللہ نے فرمایا کہ جو میرے عاشقوں سے محبت کرتے ہیں میں ان بندوں کے ساتھ محبت کیا کرتا ہوں اس لیے اللہ والوں سے محبت اللہ کی محبت ملنے کا ذریعہ بن جاتی ہے' جب اللہ سے محبت ہوتی ہے اللہ کے نام سے بھی محبت ہو جاتی ہے۔

اذان بلالی پر مدنی پروانوں کی آہ وفغاں

ایک مرتبہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو خواب میں نبی علیہ السلام کی زیارت نصیب ہوئی نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: بلال! یہ کتنی سرد مہری ہے کہ تم ہمیں ملنے ہی نہیں آتے''

یہ سنتے ہی حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی آنکھ کھل گئی' انہوں نے اسی وقت اپنی بیوی کو جگایا اور کہا کہ میں بس اسی وقت رات کو ہی سفر کرنا چاہتا ہوں چنانچہ اپنی اونٹنی پر روانہ ہوئے' مدینہ طیبہ پہنچے تو سب سے پہلے نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر سلام پیش کیا' اس کے بعد مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں نماز پڑھی دن ہوا تو صحابہ کرامؓ کے دل میں خیال ہوا کہ کیوں نہ آج ہم حضرت بلالؓ کی اذان سنیں چنانچہ کئی صحابہؓ نے ان کے سامنے اپنی

خواہش کا اظہار کیا لیکن انہوں نے انکار کر دیا کہ جی میں نہیں سنا سکتا کیونکہ میں برداشت نہیں کر سکوں گا مگر ان میں سے بعض حضرات نے حسنین کریمین رضی اللہ عنہ سے کہہ دیا کہ آپ رضی اللہ عنہ بلال رضی اللہ عنہ سے فرمائش کریں' ان کا اپنا بھی دل چاہتا تھا' چنانچہ شہزادوں نے فرمائش کی کہ ہمیں اپنے نانا کے زمانہ کی اذان سننی ہے اب یہ فرمائش ایسی تھی کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کیلئے انکار کی گنجائش بالکل نہیں تھی چنانچہ یہ دوسرا موقع تھا جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان دینے لگے' جب انہوں نے اذان دینا شروع کی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے وہ اذان سنی جو نبی علیہ السلام کے دور میں سنا کرتے تھے تو ان کے دل ان کے قابو میں نہ رہے حتی کہ گھروں کے اندر جو مستورات تھیں جب انہوں نے وہ آواز سنی تو وہ بھی روتی ہوئی اپنے گھروں سے باہر نکلیں اور مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے باہر ہجوم لگ گیا عجیب بات یہ تھی کہ ایک عورت نے بچے کو اٹھایا ہوا تھا اور وہ چھوٹا سا بچہ اپنی ماں سے پوچھنے لگا اماں! بلال تو کچھ عرصہ کے بعد واپس آ گئے' یہ بتاؤ کہ نبی علیہ السلام کب واپس آئیں گے؟ اس بات کو سن کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مچھلی کی طرح تڑپ اٹھے۔

یہ محبت تھی جب دل میں بلالی محبت ہو تو پھر اللہ رب العزت راستے ہموار کر دیا کرتے ہیں۔

چمکتا رہے تیرے روضہ کا منظر
سلامت رہے تیرے روضہ کی جالی
ہمیں بھی عطا ہو وہ جذب ابوذر
ہمیں بھی عطا ہو وہ روح بلالی

حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ کی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت

حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ ایک بزرگ گزرے ہیں ان پر جب نزع کا وقت آیا تو ساتھیوں سے فرمایا مجھے وضو کرا دیں ساتھیوں نے بڑی مشکل سے آپ رحمہ اللہ کو وضو کرایا۔ کیونکہ بیماری کی وجہ سے کافی کمزور ہو چکے تھے۔ وضو کے بعد خیال آیا کہ مجھ سے تو خلال رہ گیا وہ ہے بھی سنت! انتہائی پریشان ہوئے لہٰذا فرمایا مجھے دوبارہ وضو کرائیں تو ساتھیوں نے کہا حضرت آپ تو معذور ہیں بیمار ہیں حرکت سے تکلیف ہوتی ہے اس لیے رہنے دیں لیکن

حضرت رحمہ اللہ نے فرمایا مجھ پر سکرات موت طاری ہے عنقریب میں حضور ﷺ سے ملوں گا تو میں یہ نہیں چاہتا کہ ایسے وضو سے چلا جاؤں جس میں آپ ﷺ کی کوئی سنت چھوٹی ہوئی ہو، یہ ہوتا ہے سچا عشق۔

خواتین ذوق عبادت حضرت رابعہ رحمۃ اللہ علیہا سے پوچھیں

رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا کے پاس ایک آدمی دعاؤں کے لیے حاضر ہوا۔ وہ اس وقت ظہر کی نماز پڑھ رہی تھیں۔ اس نے سوچا کہ میں بعد میں آؤں گا۔ جب وہ بعد میں آیا تو وہ نفلیں پڑھ رہی تھیں۔ پھر آیا تو عصر کی نماز پڑھ رہی تھیں۔ عصر کے بعد آیا تو وہ ذکر و اذکار میں مشغول تھیں۔ پھر آیا تو مغرب کی نماز پڑھ رہی تھیں۔ پھر آیا تو وہ اوابین کی نماز پڑھ رہی تھیں۔ پھر آیا تو وہ عشاء پڑھ رہی تھیں۔ جب عشاء کے بعد آیا تو دیکھا کہ لمبی رکعت کی نیت باندھے ہوئے تھیں۔ سلام ہی نہیں پھیر رہی تھیں۔ وہ بیٹھا رہا، بیٹھا رہا۔ جب بہت تھک گیا تو کہنے لگا، اچھا سو جاتا ہوں اور فجر کے بعد مل لوں گا۔ پھر فجر کا وقت آیا تو وہ فجر کی نماز پڑھ رہی تھیں۔ اس کے بعد وہ اشراق پڑھ کر تھوڑی دیر کے لیے لیٹیں تو وہ آدمی پھر آیا۔ کسی نے بتایا کہ اشراق کے نفل پڑھ کر ابھی لیٹی ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ میں بس تھوڑی دیر ہی بیٹھا تھا کہ وہ گھبرا کر اٹھیں اور آنکھیں مل کر کہنے لگیں: ''اللھم انی اعوذبك من عین لا تشبع من النوم''

(اے اللہ! میں ایسی آنکھوں سے تیری پناہ مانگتی ہوں۔ جو نیند سے پر نہیں ہوتیں)
یہ کہہ کر اٹھ بیٹھیں اور اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول ہو گئیں۔

طواف کعبہ کا یا تجلیات کعبہ کا

جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ طواف کر رہا تھا۔ میں نے ایک نوجوان لڑکی کو دیکھا۔ وہ بڑے ہی عاشقانہ اشعار پڑھ رہی تھی۔ جیسے کوئی اپنے محبوب کے عشق میں ڈوبا ہوتا ہے اور محبوب کی ملاقات کے لیے بے قرار ہوتا ہے اسی طرح وہ بھی بے

چینی میں آہیں بھر رہی تھی اور عاشقانہ اشعار پڑھ رہی تھی میں نے اس لڑکی سے کہا، اے لڑکی! تو نوجوان ہے! اور تجھے ایسے کھلے کھلے عاشقانہ اشعار پڑھنا زیب نہیں دیتا۔ اس نے میری طرف دیکھا تو کہنے لگی، جنید! مجھے یہ بتاؤ کہ تم بیت اللہ کا طواف کر رہے ہو یا رب البیت کا طواف کر رہے ہو؟ یعنی کیا تم گھر کا طواف کر رہے ہو یا گھر والے کا طواف کر رہے ہو؟ میں نے کہا کہ میں تو بیت کا طواف کر رہا ہوں جب میں نے یہ کہا تو وہ مسکرائی اور کہنے لگی ہاں جن کے دل پتھر ہوتے ہیں وہ پتھر کے گھر کا طواف کیا کرتے ہیں۔ اللہ اکبر۔

کچھ وہ لوگ ہوتے ہیں جو گھر کو دیکھ کر آتے ہیں اور کچھ لوگ ایسے ہیں جو گھر والے کی تجلیات کو دیکھ کر آتے ہیں۔ اسی لیے حج کے بعد کے طواف کا نام ''طواف زیارت'' ہے جی ہاں قسمت والوں کو زیارت نصیب ہوتی ہوگی۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ کوئی گھر بلائے اور ملاقات نہ کرے۔ کوئی خود آئے اور اگلا ملاقات سے انکار کر دے تو اور بات ہوتی ہے۔ بلا کر تو کوئی بھی ملاقات کرنے سے انکار نہیں کرتا جی ہاں! اللہ تعالیٰ نے خود ان الفاظ میں حج کے لیے بلایا۔

وَاَذِّنْ فِی النَّاسِ (الحج) اور ان لوگوں کے درمیان حج کا اعلان کر دو۔

میرے پیارے ابراہیم! دو اذان، کرو اعلان کہ آؤ میرے بندو حج کے لیے، جب اس محبوب نے بلایا تو اپنا دیدار بھی عطا کرتا ہوگا۔ واہ میرے مولا! وہ بہت ہی عجیب جگہ ہے وہاں پر اللہ تعالیٰ کی تجلیات بارش کی طرح چھم چھم برس رہی ہوتی ہے۔

خدایا......دل کی کشتی پلٹ دے

ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ کشتی میں سفر کر رہے تھے۔ دریا میں ایک اور کشتی بھی چل رہی تھی۔ اس میں نوجوان مرد، عورتیں اور لڑکیاں سفر کر رہی تھیں۔ وہ لوگ کچھ کھا پی رہے تھے اور ہنسی مذاق میں قہقہے بھی لگا رہے تھے۔ لگتا یوں تھا کہ وہ گندے لوگ تھے اور انہوں نے گندی محفل لگائی ہوئی تھی۔ جب حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی کشتی کے لوگوں نے ان کو دیکھا تو انہیں بڑا غصہ آیا اور ان میں سے ایک بندہ ذالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آیا اور عرض کیا،

حضرت دیکھیے! ان کو خدا کا خوف نہیں ہے۔ یہ دریا کے پانی کے اندر اس قسم کی گندی حرکتیں کرنے کے لیے آئے ہوئے ہیں۔ پی پلا رہے ہیں اور قہقہے لگا رہے ہیں۔ لٰہذا آپ بددعا کردیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی کشتی کو غرق کردے۔ آپ رحمہ اللہ پہلے تو خاموش رہے، لیکن جب لوگوں نے بار بار کہا تو آپ رحمہ اللہ نے ان کشتی والوں کو دیکھا اور ہاتھ اٹھا کر یوں دعا مانگی۔ اے اللہ! جیسے آپ نے ان کو دنیا کی خوشیاں عطا کی ہیں اسی طرح ان کو آخرت کی خوشیاں بھی عطا فرمادے۔ جب انہوں نے دعا مانگی تو اللہ تعالیٰ نے اس کشتی والوں کو توبہ کی توفیق عطا فرمادی۔ اللہ اکبر

اخلاص واحتیاط کا عجیب نمونہ

عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کے والد کا نام مبارک تھا۔ وہ ایک آدمی کے غلام تھے۔ اس نے ان کو باغ کی نگرانی پر رکھا ہوا تھا۔ بعض کتابوں میں انار کا باغ آیا ہے اور بعض میں آم کا باغ۔ بہرحال پھلوں کا باغ تھا۔ ان کو وہاں کام کرتے تین سال گزر چکے تھے۔

ایک دن باغ کا مالک وہاں آپہنچا۔ اس نے ان سے کہا، بھئی! مجھے پھل کھلاؤ۔ وہ ایک درخت سے پھل لے کر آئے۔ جب اس نے کاٹا اور کھایا تو کھٹا تھا۔ مالک نے کہا' آپ تو کھٹا پھل لے آئے ہیں۔ وہ پھر گئے اور دوسری جگہ سے پھل اتار کر لے آئے، جب کاٹا تو وہ بھی کھٹا تھا۔ جب تیسری دفعہ لائے تو پھر بھی کھٹا۔ مالک بڑا ناراض ہوا۔ اس نے کہا، تمہیں باغ کی رکھوالی کرتے ہوئے تین سال گزر چکے ہیں۔ لیکن تمہیں اب تک پتہ نہیں چلا کہ کس درخت کا پھل شیریں ہے اور کس کا پھل کھٹا ہے۔ جب وہ خوب ناراض ہوا حضرت مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے بالآخر کہا، جی آپ نے مجھے باغ کی نگرانی کے لیے رکھا تھا، پھل کھانے کے لیے تو نہیں رکھا تھا۔ میں نے تین سال میں کبھی کوئی پھل نہیں کھایا اس لیے مجھے نہیں پتہ کہ کس درخت کا پھل کھٹا ہے اور کس درخت کا پھل میٹھا ہے، اس مالک کو ان کی یہ بات اتنی اچھی لگی کہ اس نے ان کو آزاد کردیا۔ پھر اس نے اپنی بیٹی کے ساتھ ان کا نکاح بھی کردیا اور ان کو اس باغ کا مالک بھی بنادیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بیٹا عطا فرمایا

جس کا نام انہوں نے عبداللہ رکھا اور پھر وہ اپنے وقت میں عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ بنا۔ سبحان اللہ یہ ہوتا ہے اخلاص۔

ابدال کا مقام کیسے ملا

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ ابدال کے مقام پر کیسے فائز ہوئے؟ فرمایا کہ ایک مرتبہ اہل شہر نے کہا کہ کافی دن ہوئے بارش نہیں ہوئی۔ لگتا ہے کہ شہر میں کوئی ایسا گنہگار ہے کہ جس کے گناہوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے رحمت کی بارش کو روکا ہوا ہے۔ فرمایا کہ ابھی وہ باتیں کر رہی رہے تھے کہ میں نے دل میں سوچا کہ بایزید! اب تمہیں اس شہر میں رہنے کا کوئی حق نہیں، تم ہی وہ گنہگار ہو جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمتوں کو روکا ہوا ہے۔ میں اپنے آپ کو پورے اہل شہر میں سب سے کمتر سمجھ کر شہر سے باہر نکل گیا۔ میرے مالک نے میری عاجزی کو قبول کر کے مجھے ابدال کا مقام عطا فرمایا۔ سبحان اللہ۔

اگر استقامت ہوتی تو جلنا نہ پڑتا

ایک مرتبہ حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ جا رہے تھے۔ دوپہر کا وقت تھا۔ انہیں نیند آئی۔ وہ قیلولہ کی نیت سے ایک درخت کے نیچے سو گئے۔ کچھ دیر لیٹنے کے بعد جب ان کی آنکھ کھلی تو انہیں ایک آواز سنائی دی۔ انہوں نے غور کیا تو پتہ چلا کہ اس درخت میں سے آواز آ رہی تھی جس کے نیچے لیٹے ہوئے تھے۔ جی ہاں جب اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں تو ایسے واقعات رونما کر دیتے ہیں۔ درخت انہیں کہہ رہا تھا۔ یا سری! کن مثلی۔ اے سری! تو میرے جیسا ہو جا۔ وہ یہ آواز سن کر بڑے حیران ہوئے۔ جب پتہ چلا کہ یہ آواز درخت سے آ رہی ہے تو آپ نے اس درخت سے پوچھا۔ کیف اکون مثلک کہ اے درخت! میں تیرے جیسا کیسے بن سکتا ہوں؟ درخت نے جواب دیا۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یَرْمُوْنَنِیْ بِالْاَحْجَارِ فَاَرْمِیْهِمْ بِالْاَثْمَارِ۔ اے سری! جو لوگ مجھ پر پتھر پھینکتے ہیں میں ان لوگوں کی طرف اپنے پھل لوٹا ہوں۔ اس لیے تو بھی میرے جیسا بن جا۔ وہ اس کی یہ بات سن کر اور

بھی زیادہ حیران ہوئے مگر اللہ والوں کو فراست ملی ہوتی ہے۔ لہٰذا ان کے ذہن میں فوراً خیال آیا کہ اگر یہ درخت اتنا ہی اچھا ہے کہ جو اسے پتھر مارے، یہ اسے پھل دیتا ہے تو اللہ رب العزت نے درخت کی لکڑی کو آگ کی غذا کیوں بنایا؟ لہٰذا انہوں نے پوچھا کہ اے درخت! اگر تو اتنا ہی اچھا ہے تو ''فکیف مصیرك الی النار؟ یہ بتا کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے آگ کی غذا کیوں بنا دیا؟ اس پر درخت نے جواب دیا اے سری! میرے اندر خوبی بھی بہت بڑی ہے۔ مگر اس کے ساتھ ہی ایک خامی بھی بہت بڑی ہے۔ اس خامی نے میری اتنی بڑی خوبی پر پانی پھیر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو میری وہ خامی اتنی ناپسند ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے آگ کی غذا بنا دیا۔ میری خامی یہ ہے کہ فاملیت بالھواء ھکذا جدھر کی ہوا چلتی ہے میں ادھر کو ہی ڈول جاتا ہوں یعنی میرے اندر استقامت نہیں ہے۔

کسی غیر کو بھی حقیر نہ جانیے

شیخ عبداللہ اندلسی رحمۃ اللہ علیہ حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ کے پیر تھے۔ عیسائیوں کی بستی کے قریب سے گزر رہے تھے۔ اس بستی کے اوپر صلیبیں لٹک رہی تھیں۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ ایک کنویں پر عصر کی نماز ادا کرنے کیلئے وضو کرنے گئے۔ وہاں کسی لڑکی پر نظر پڑی۔ شیخ کا سینہ وہیں خالی ہو گیا۔ اپنے مریدین سے کہنے لگے۔ جاؤ' واپس چلے جاؤ۔ میں ادھر جاتا ہوں جدھر یہ لڑکی ہو گی۔ میں اس کی تلاش میں جاؤں گا۔ مریدین نے رونا شروع کر دیا۔ کہنے لگے' شیخ! آپ کیا کر رہے ہیں؟ یہ وہ شیخ تھے جن کو ایک لاکھ حدیثیں یاد تھیں۔ قرآن کے حافظ تھے۔ سینکڑوں مسجدیں ان کے دم قدم سے آباد تھیں۔ خانقاہیں ان کے دم قدم سے آباد تھیں۔ انہوں نے کہا کہ میرے پلے کچھ نہیں جو میں تمہیں دے سکوں۔ اب تم چلے جاؤ۔ شیخ ادھر بستی میں چلے گئے۔ کسی سے پوچھا کہ یہ لڑکی کہاں کی رہنے والی ہے۔ اس نے کہا کہ یہ یہاں کے نمبردار کی بیٹی ہے۔ اس سے جا کر ملے' کہنے لگے۔ کیا تم اس لڑکی کا نکاح میرے ساتھ کر سکتے ہو اس نے کہا۔ یہاں رہو ہماری خدمت کرو۔ جب آپس میں موانست ہو جائے گی تو پھر آپ کا نکاح کر دیں گے۔ چنانچہ انہوں نے کہا' بالکل ٹھیک

ہے۔ وہ کہنے لگا' آپ کو سوروں کا ریوڑ چرانے والا کام کرنا پڑے گا۔ شیخ اس پر بھی راضی ہو گئے اور کہنے لگے کہ ہاں میں خدمت کروں گا۔ اب کیا ہوا؟ صبح کے وقت سور لے کر نکلتے۔ سارا دن چرا کر شام کو واپس آیا کرتے۔ ادھر مریدین جب واپس گئے اور یہ خبر لوگوں تک پہنچی تو کئی لوگ تو بے ہوش ہو گئے۔ کئی موت کی آغوش میں چلے گئے اور کئی خانقاہیں بند ہو گئیں۔ لوگ حیران تھے کہ اے اللہ! ایسے ایسے لوگوں کے ساتھ بھی تیری بے نیازی کا یہ معاملہ ہو سکتا ہے۔

ایک سال اسی طرح گزر گیا۔ حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ سچے مرید تھے۔ جانتے تھے کہ میرے شیخ صاحب استقامت تھے۔ مگر اس معاملے میں کوئی نہ کوئی حکمت ضرور ہو گی۔ ان کے دل میں بات آئی کہ میں جا کر حالات معلوم کروں۔ چنانچہ اس بستی میں آئے اور لوگوں سے پوچھا کہ میرے شیخ کدھر ہیں۔ کہا تم فلاں جنگل میں جا کر دیکھو وہاں سور چرا رہے ہوں گے۔ جب وہاں گئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہی عمامہ وہی جبہ اور وہی عصاء جس کو لے کر وہ جمعہ کا خطبہ دیا کرتے تھے۔ آج اسی حالت میں سوروں کے سامنے کھڑے سور چرا رہے ہیں۔ علامہ شبلی رحمۃ اللہ علیہ قریب ہوئے' پوچھا حضرت! آپ تو قرآن کے حافظ تھے' آپ بتایئے کہ کیا آپ کو قرآن یاد ہے؟ فرمانے لگے' قرآن یاد نہیں۔ پھر پوچھا حضرت! کوئی ایک آیت یاد ہے۔ سوچ کر کہنے لگے مجھے ایک آیت یاد ہے۔ پوچھا کونسی آیت؟ کہنے لگے۔

﴿وَمَنْ يُهِنِ اللّٰهُ فَمَالَهُ مِنْ مُّكْرِمٍ﴾

جسے اللہ ذلیل کرنے پر آتا ہے اسے عزتیں دینے والا کوئی نہیں ہوتا۔ پورا قرآن بھول گئے اور صرف ایک آیت یاد رہی جو کہ ان کے اپنے حال سے تعلق رکھتی تھی۔ حضرت شبلی رحمۃ اللہ رونے لگ گئے کہ حضرت کو صرف ایک آیت یاد رہی۔ پھر پوچھا' حضرت! آپ تو حافظ حدیث تھے' کیا آپ کو حدیثیں یاد ہیں؟ فرمانے لگے' ایک یاد ہے۔ "مَنْ بَدَّلَ دِيْنَهٗ فَاقْتُلُوْهُ" جو دین کو بدل دے اسے قتل کر دو۔ یہ سن کر حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ

پھر رونے لگے تو انہوں نے بھی رونا شروع کر دیا۔ کتابوں میں لکھا ہے کہ شیخ روتے رہے اور روتے ہوئے انہوں نے کہا' اے اللہ! میں آپ سے یہ امید تو نہیں کرتا تھا کہ مجھے اس حال میں پہنچادیا جائے گا۔ رو بھی رہے تھے اور یہ فقرہ بار بار کہہ رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے شیخ کو توبہ کی توفیق عطا فرمادی اوران کی کیفیتیں واپس لوٹا دیں۔ پھر بعد میں شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا۔ یہ سارا معاملہ کیسے ہوا؟ فرمایا' میں بستی میں سے گزر رہا تھا۔ میں نے صلیبیں لٹکی ہوئی دیکھیں تو میرے دل میں خیال آیا کہ یہ کیسے کم عقل لوگ ہیں' بے وقوف لوگ ہیں' جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے میری اس بات کو پکڑ لیا کہ عبداللہ! اگر تم ایمان پر ہو تو کیا یہ تمہاری عقل کی وجہ سے ہے یا میری رحمت کی وجہ سے ہے۔ یہ تمہارا کمال نہیں ہے یہ تو میرا کمال ہے کہ میں نے تمہیں ایمان پر باقی رکھا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایمان کا وہ معاملہ سینے سے نکال لیا کہ اب دیکھتے ہیں تم اپنی عقل پر کتنا ناز کرتے ہو۔ تم نے یہ لفظ کیوں استعمال کیا۔ تمہیں یہ کہنا چاہیے تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو محروم کر دیا ہے۔ تم نے عقل اور ذہن کی طرف نسبت کیوں کی؟

عجب وکبر کا حکیمانہ علاج

حضرت قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ بہت ہی حسین وجمیل تھے۔ ان کی طبیعت میں نفاست بھی تھی۔ وہ اچھے اور صاف کپڑے پہنتے تھے۔ وہ اپنا واقعہ خود لکھتے ہیں کہ میں چھوٹی عمر میں ہی مہتمم بن گیا تھا۔ چھوٹی عمر اور مہتمم ...... اس کی وجہ سے ان میں خود پسندی سی کچھ آ گئی تھی۔ یہ مہتمم کا لفظ ہم سے بنا۔ یہ ہم عربی زبان کا ہے اردو کا نہیں۔ اردو کے ہم کا مطلب ہوتا ہے' ہم ہی ہم ہیں۔ اور عربی کے ہم کا مطلب 'غم ہوتا ہے۔ چونکہ ان کی عمر چھوٹی تھی اس لیے ان میں غم والے ہم کی بجائے ''ہم ہی ہم والا' ہم تھا۔ ان کی بیعت کی نسبت حضرت اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ تھی۔ جب انہوں نے محسوس کیا کہ میرے اندر خود پسند آ گئی ہے تو انہوں نے حضرت اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو خط لکھا کہ حضرت! میں اپنے اندر یہ چیز محسوس کرتا ہوں۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ سب کچھ چھوڑ کر ہمارے پاس آ جاؤ۔ چنانچہ انہوں

نے اہتمام کو چھوڑا اور حضرت رحمہ اللہ کے پاس آ گئے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ان کیلئے علاج تجویز فرمایا۔ دیکھو جو حاذق طبیب ہوتا ہے وہ بندے کی بیماری کے مطابق دوا دیتا ہے۔ انہوں نے ان کے ذمہ یہ ڈیوٹی لگائی کہ خانقاہ میں جو لوگ آتے ہیں وہ اپنے جوتے اتار کر مسجد میں داخل ہوتے ہیں آپ نے ان کے جوتوں کو سیدھا کرنا ہے۔

اب نوجوان اور اتنے اختیارات کا مالک اور اتنے علم والے ان کو جوتے سیدھے کرنے پر لگا دیا۔ شروع میں طبیعت کو ناگواری تو محسوس ہوئی مگر شیخ کے حکم پر جوتے سیدھے کرنے شروع کر دیے۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ان پر نظر رکھی کہ کیسے جوتے سیدھے کرتے ہیں۔ ایک مرتبہ حضرت رحمہ اللہ نے دیکھا کہ جو نئے نئے جوتے ہیں ان کو بالکل سیدھا کر کے رکھتے ہیں اور جو گندے اور پرانے ہیں ان کو بس تھوڑا سا ہاتھ لگاتے ہیں۔ حضرت رحمہ اللہ سمجھ گئے کہ ابھی اندر سے تکبر نہیں نکلا۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ پرانے جوتوں کو پہلے ٹھیک کرو۔ فرماتے ہیں کہ بس حضرت کا یہ حکم ہونا تھا کہ میرے اندر سے عجب و تکبر سب کچھ نکل گیا۔ چند دن جوتیاں سیدھی کرنے نے میرے من کے اندر سے تکبر کو بالکل ختم کر دیا۔

دنیا میں جنت کے مزے

حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق سکھ گھرانے سے تھا۔ آپ رحمہ اللہ ابتدائے جوانی میں کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گئے اور دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لے لیا۔ حتیٰ کہ آپ رحمہ اللہ دورۂ حدیث کے درجے تک پہنچ گئے۔

آپ رحمہ اللہ یہ واقعہ خود سنایا کرتے تھے کہ جب میرے سسر کو ان کے گھر والوں نے کہا کہ اب ہماری بچی جوان ہے اس لیے کوئی مناسب رشتہ تلاش کر کے نکاح کر دینا چاہئے، وہ پنجاب کے مدارس کے دورے پر نکلے تا کہ انہیں اپنی بچی کیلئے کوئی عالم فاضل نوجوان مل سکے۔ حتیٰ کہ دارالعلوم دیوبند پہنچ گئے۔ جب انہوں نے دورۂ حدیث کی کلاس کو دیکھا تو ان کی نگاہیں میرے اوپر ٹک گئیں۔ انہوں نے شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن رحمۃ اللہ علیہ

سے پوچھا کہ یہ بچہ کون ہے؟ انہوں نے بتایا کہ یہ سکھ گھرانے سے تعلق رکھتا ہے اور مسلمان ہو کر ہمارے پاس علم حاصل کیا ہے۔ انہوں نے پوچھا' کیا یہ شادی شدہ ہے؟ شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا نہیں' انہوں نے شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا' کیا یہ شادی کرنا چاہتا ہے؟ تو میرے استاد محترم نے بھی مجھ سے پوچھا کہ کیا تم شادی کرنے کیلئے تیار ہو؟ میں نے عرض کیا' حضرت! میں مسلمان ہوں اور میرا سارا خاندان کافر ہے' اب مجھ اکیلے کو کون اپنی بیٹی دے گا۔ انہوں نے پوچھا کہ اگر کوئی اپنی بیٹی آپ کو دے تو آپ کی کیا رائے ہے؟ میں نے کہا' حضرت! میں اس سنت کو ضرور ادا کروں گا۔ میں اس کے ترک کا گناہ اپنے سر کیوں لوں۔ چنانچہ میرے سسر صاحب نے فرمادیا کہ کل عصر کے بعد نکاح ہوگا۔

فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں اپنے دوستوں کے پاس آیا اور انہیں بتایا کہ کل میرا نکاح ہے' طلباء طلباء ہی ہوتے ہیں۔ وہ یہ سن کر مجھ سے محبت پیار کی باتیں کرنے لگ گئے۔ کافی دیر کے بعد ایک دوست نے کہا' جی آپ کے کپڑے بڑے میلے ہیں' لہٰذا آپ کو چاہئے کہ آپ کسی دوست سے ادھار کپڑے لے لیں اور وہ پہن کر نکاح کی تقریب میں جائیں۔ میں نے کہا کہ میری عزت نفس اس بات کو گوارا نہیں کرتی' میں جو کچھ ہوں سو ہوں' میں ادھار تو نہیں مانگوں گا' طلباء بھی منطقی ہوتے ہیں' آسانی سے نہیں چھوڑتے' چنانچہ وہ کہنے لگے' اچھا اگر کسی دوسرے سے نہیں مانگنا تو آپ اسی سوٹ کو دھو کر دوبارہ پہن سکتے ہیں تاکہ صاف کپڑے ہوں' حضرت رحمہ اللہ کے اپنے الفاظ ہیں کہ:

''میرے بھیڑ کد پئے'' یعنی میری بدبختی آ گئی کہ میں نے اپنے دوست کی بات مان لی چنانچہ میں نے اگلے دن دھوتی باندھی اور کپڑے دھو لیے۔ سردی کا موسم تھا اور اوپر سے آسمان ابر آلود ہو گیا۔ عصر کا وقت آ گیا۔ میں نے مسجد کے ایک طرف کپڑے ہوا میں لہرانے شروع کر دیئے اور ساتھ ہی دعائیں مانگنیں شروع کر دیں کہ اے اللہ! ان کپڑوں کو خشک فرمادے۔ اور موسم کی خرابی کی وجہ سے کپڑے خشک ہونے پر نہیں آ رہے تھے۔ حتی کہ عصر کی اذان ہو گئی اور میں نے سردی کے موسم میں گیلے کپڑے پہنے اور مجمع میں

آ کر بیٹھ گیا' لیکن میرے سسر کا دل بھی سونے کا بنا ہوا تھا' کہ ان کی نظر ان چیزوں پر بالکل نہیں تھی' انہوں نے دیکھا کہ کل بھی یہی کپڑے تھے اور میلے تھے اور آج بھی وہی کپڑے ہیں اور گیلے ہیں اور اس کے پاس کوئی دوسرا جوڑا بھی نہیں ہے' انہوں نے اپنی بیٹی کا نکاح کر دیا۔ کچھ عرصے کے بعد رخصتی ہوگئی۔

ابتداء کے چند دنوں میں میرے اوپر فاقے آئے کیونکہ میں طالب علم تھا اور تازہ تازہ پڑھ کر فارغ ہوا تھا۔ کمائی کا کوئی ایسا سلسلہ بھی نہیں تھا۔ کبھی کھانے کو مل جاتا اور کبھی نہ ملتا۔ کچھ عرصہ میری دلہن میرے گھر میں رہی۔ اس کے بعد جب وہ اپنے والدین کے گھر گئی تو اس کی والدہ نے اس سے پوچھا' بیٹی! تو نے اپنے نئے گھر کو کیسے پایا؟ فرماتے ہیں کہ میری بیوی تقیہ' نقیہ' نیک اور پاک عورت تھی' اس کی نظر میری دینداری پر تھی' چنانچہ اس نے اس کو سامنے رکھتے ہوئے اپنی والدہ سے کہا'' اماں! میں تو سمجھتی تھی کہ مر کر جنت جائیں گے لیکن میں جیتی جاگتی جنت میں پہنچ گئی ہوں'' حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے۔ میرے سسر نے مجھے اس وقت پہنچاں لیا تھا جب احمد علی احمد علی نہیں تھا اور آج تو احمد علی احمد علی ہے۔

شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کا بچپن

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے میری والدہ نے سونے کی انگوٹھی پہنا دی، میں وہ انگوٹھی پہن کر باہر گلی میں نکلا تو ایک ٹھگ مل گیا، اس ٹھگ کے پاس گڑ کی ڈلی تھی، اس نے مجھے اٹھا کر پیار کیا اور مجھے کہنے لگا کہ تم اپنی انگوٹھی کو چکھو! میں نے انگوٹھی کو زبان سے لگایا تو بے ذائقہ تھی، پھر اس کے بعد اس نے گڑ کی ڈلی دی کہ اس کو چکھو! جب میں نے گڑ کو چکھا تو بڑا مزے دار تھا، کہنے لگا کہ مزیدار چیز لے لو اور بے مزہ چیز دے دو، کہنے لگے کہ مجھے گڑ کا اتنا مزہ آیا کہ میں نے اسے انگوٹھی اتار نے دی اور گڑ کی ڈلی لے کر گھر واپس آ گیا۔

اب بچے تھے، کچے تھے گڑ کی ڈلی کے بدلے سونے کی انگوٹھی دے کر آ گئے، تو اس عمر میں انسان غلطیاں بھی کرتا ہے اور سیکھنا بھی ہے۔

فرماتے ہیں: کہ میں ایک مرتبہ اپنے والد کے ساتھ میلہ دیکھنے گیا، والد نے کہا کہ بیٹا!

مضبوطی سے میرا ہاتھ پکڑنا، بھیڑ زیادہ ہے، چھوڑنا نہیں، میں نے کہا: بہت اچھا! اب میں چل بھی رہا تھا، ادھر ادھر بھی دیکھ رہا تھا، ادھر ادھر کی چیزیں دیکھنے میں ایسا محو ہوا کہ ہاتھ چھوٹ گیا، اس کے بعد بہت دیر والد مجھے ڈھونڈھتے رہے، میں والد صاحب کو ڈھونڈھتا رہا، کافی دیر کے بعد اور پریشانی اٹھانے کے بعد والد صاحب نے مجھے ڈھونڈھ لیا۔

جب انہوں نے مجھے ڈھونڈھا تو مجھے کہا کہ تمہیں میں نے کہا تھا کہ ہاتھ پکڑے رکھنا، تم نے کیوں چھوڑا؟ تو میں نے پھر ان کو کہا کہ میں کسی چیز کو دیکھنے میں مشغول ہو گیا، توجہ نہ رہی، تو والد صاحب نے میرے کان کھینچے اور کان کھینچ کر کہا کہ دیکھو بچے! جس طرح تم نے اپنے بڑے کا ہاتھ مضبوطی سے پکڑا تو دنیا کے میلے میں گم ہو گئے، اسی طرح تم بڑے ہو کر اگر اپنے بڑوں کا ہاتھ مضبوطی سے نہیں پکڑو گے تو پھر دنیا کے میلے میں گم ہو جاؤ گے، کہنے لگے کہ بچپن کی والد صاحب کی بتائی ہوئی یہ بات مجھے آج بھی یاد آتی ہے کہ واقعی جو اپنے بڑوں کا ساتھ چھوڑ بیٹھتا ہے وہ پھر دنیا کی جھلملاہٹ کے اندر گم ہی ہو جایا کرتا ہے۔

فرماتے ہیں: میں چھوٹا سا تھا، اپنے والد کے ساتھ تہجد میں اٹھ جایا کرتا تھا، ایک رات میں نے تہجد پڑھی تو گھر کے کچھ لوگ سوئے ہوئے تھے، میں نے ابو سے کہا: ابو! دیکھو یہ لوگ سوئے پڑے ہیں، اٹھ کر تہجد نہیں پڑھتے، تو والد صاحب نے کہا: کہ بیٹا! تم اگر سوئے رہتے تو زیادہ بہتر تھا، اس لیے کہ اب جو تم نے یہ بات کی، یہ غیبت میں داخل ہے، ان کو سونے پر اتنا گناہ نہیں ہوگا، جتنا تمہیں غیبت کرنے پر گناہ ہوا۔

تو دیکھئے! کس طرح بچہ باتیں کر رہا ہے اور عقلمند باپ اس بچے کو ساتھ ساتھ تعلیم بھی دے رہا ہے، اسکی تربیت بھی کر رہا ہے۔

شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ ایک بڑے استاذ کے شاگرد بنے (جن کا نام ''ابن جوزی'' جنہوں نے تلبیس ابلیس لکھی) تو فرماتے ہیں کہ میں شافعی مذہب پہ تھا اور استاذ مجھے اسکے مطابق تعلیم دے رہے تھے، ایک دن استاذ نے مجھے پڑھایا کہ روزے میں مسواک نہیں کرنی چاہیے، امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک روزے میں مسواک کرنا جائز ہے، مگر امام

شافعی رحمۃ اللہ علیہ اس میں بہت احتیاط برتتے ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ نہیں جب اللہ کو روزے دار کی منہ کی مہک ہی اچھی لگتی ہے تو مسواک کیا کرنی؟ بہر حال ان کا اپنا نقطۂ نظر ہے، کہنے لگے کہ میں نے جب یہ پڑھا تو میں نے گھر آ کر اپنے والد سے کہا: ابو! روزے میں مسواک نہیں کرنی چاہیے۔

جب میں نے یہ بتایا تو میرے والد نے کہا بیٹے! تم روزے میں مسواک نہ کرنے کی اتنی احتیاط کر رہے ہو ورابھی تھوڑی دیر پہلے جو تم نے بات کی تھی، وہ غیبت تھی اور تم نے گویا اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھالیا، تو کیا روزے میں یہ گوشت کھانا تمہارے لیے جائز تھا؟ کہنے لگے: تب مجھے سمجھ میں آئی کہ واقعی روزے کی حالت میں غیبت سے بہت بچنا چاہیے۔

مولانا عبدالماجد رحمۃ اللہ علیہ کی رسم بسم اللہ

مولانا عبدالماجد دریا آبادی رحمۃ اللہ علیہ اپنے بارے میں بتایا کرتے تھے کہ جب میں تھوڑا سا بڑا ہوا تو میرے گھر میں قرآن مجید شروع کرنے کی تقریب ہوئی، اس زمانے میں اس کو ''رسم بسم اللہ'' کہا جاتا تھا اور یہ دور سمیں بڑے اہتمام سے منائی جاتی تھی، ایک ''رسم بسم اللہ'' قرآن مجید شروع کروانے سے پہلے اور ایک ''رسم آمین'' جب قرآن مجید ختم ہوا کرتا تھا، اس زمانے کی یہ تقریبات ہوا کرتی تھی۔

کہنے لگے کہ امی نے مجھے نہلایا، بہن نے مجھے اچھے کپڑے پہنائے، خوشبو لگائی خوب سجادیا، گھر کے اندر رشتہ داروں کو بلایا گیا، سب نے اچھے کپڑے پہنے ہوئے ہیں، مٹھائی کا انتظام کیا ہوا ہے، حتی کہ ایک قاری صاحب کو بھی بلالیا گیا، جنہوں نے آ کر مجھے بسم اللہ پڑھانی تھی۔

اب جب سارے لوگ خوشیوں کے ساتھ اکٹھے میری طرف متوجہ ہوئے، حتی کہ گھر کی عورتیں وہ بھی پردے کے پیچھے لگ گئیں اور خوش ہو رہی ہیں کہ بچہ آج اللہ کا قرآن شروع کرے گا، چناں چہ قاری صاحب نے مجھے کہا کہ بچے! پڑھو! بسم اللہ، کہنے لگے ''مجھے ایسی چپ لگ گئی کہ میں نے کچھ بھی نہ پڑھا، بار بار قاری صاحب کہہ رہے ہیں، حتی کہ مجھے والد

صاحب نے کہا، دوسروں نے کہا، مگر ماحول کچھ ایسا تھا کہ مجھے چپ ہی لگ گئی اور میں بولنے پر آمادہ ہی نہ ہوا، بہت سمجھایا گیا حتی کہ دس پندرہ منٹ خوب منتیں کی گئیں لیکن میں نہ بولا، چپ لگی ہوئی تھی حتی کہ لوگ اٹھ گئے کہ چلو جی اگر نہیں پڑھتے تو کوئی بات نہیں، عورتوں کے دلوں کے اندر بھی اُداسی آ گئی کہ بچے نے اس موقع پر نہیں پڑھا، والد کو غصہ آیا تو والد نے مجھے پھر ایک تھپڑ بھی لگا دیا، جب سب تجھے کہہ رہے ہیں کہ پڑھو تو پڑھ کیوں نہیں رہے ہو؟ کہنے لگے: میں تھپڑ بھی کھا لیا اور آنسو بھی بہا لیے، پڑھا پھر بھی نہیں۔

خیر کیا ہوا کہ میرے ایک قریبی رشتہ دار تھے جو بڑے ہی سمجھدار تھے، انہوں نے مجھے اٹھالیا اور کہا کہ کیوں روتے ہو؟ کوئی بات نہیں، رونہیں، وہ مجھے اٹھانے کے بعد تھوڑا ادھر ادھر لے گئے، مجھ سے باتیں کرتے رہے، باتیں کرنے کے بعد مجھے کہنے لگے: ارے میاں! تمہارے اندر اتنی ہمت ہی نہیں کہ تم دو لفظ پڑھ دو، کیا تمہیں لوگ بے وقوف کہیں تو یہ تمہیں اچھا لگے گا؟ میں نے کہا: نہیں، میں تو بے وقوف نہیں ہوں، انہوں نے کہا کہ اگر تمہیں لوگ گندا بچہ کہیں تو اچھا لگے گا؟ میں نے کہا: نہیں، میں گندا بچہ تو نہیں ہوں، انہوں نے کہا کہ گندے بچے نہیں ہو تو پھر ان کو پڑھ کر سنا دو! کہ تم بسم اللہ پڑھنا جانتے ہو، کہنے لگے: جب انہوں نے مجھے اس طرح Properly (صحیح انداز میں) ڈیل کیا، تو میں نے اتنے زور سے بسم اللہ پڑھی کہ قاری صاحب تو کیا، گھر میں بیٹھنے والی عورتوں نے بھی بسم اللہ کی آواز سنی۔

تو اب دیکھئے! کہ ہے تو بچہ، لیکن اگر اس کو تھپڑ مارا تو اس چپ لگ گئی تھی، اور پیار کے ساتھ اس کو ڈیل کیا تو اس نے اتنا اونچا پڑھا کہ دیوار کے پار بھی اس کی آوازیں جانے لگ گئیں۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

صوفیائے کرام اور جہاد

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيۡنَ اصۡطَفٰى اَمَّا بَعۡدُ: فَاَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطٰنِ الرَّجِيۡمِ ○ بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ○
وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ()
سُبۡحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الۡعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوۡنَ ○ وَسَلٰمٌ عَلَى الۡمُرۡسَلِيۡنَ ○
وَالۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ○

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكۡ وَسَلِّمۡ
اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكۡ وَسَلِّمۡ
اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكۡ وَسَلِّمۡ

سلوک کسے کہتے ہیں

سلوک کہتے ہیں راستے کو اور سالک کہتے ہیں اس راستے پر چلنے والے کو۔ گویا سالک وہ بندہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے راستے پر چل رہا ہو۔ جس کی منزل اللہ کی رضا اور اللہ کی لقا ہو۔ سالکین اپنی تمناؤں کا مرکز اور محور اللہ رب العزت کی ذات کو بنا لیتے ہیں۔ ان کو اس راستہ پر چلتے ہوئے کچھ رکاوٹیں پیش آتی ہیں۔ سب سے بڑی رکاوٹ انسان کی اپنی سستی ہے۔ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس میں منزل تک پہنچنے کے لیے سالک کی سستی کے علاوہ کوئی اور چیز رکاوٹ نہیں بن سکتی۔

انقلابی نظریہ حیات

جس سالک کے دل میں یہ جذبہ جم جائے کہ میں نے اپنے آپ کو بدلنا ہے، اللہ رب العزت کے رنگ میں اپنے آپ کو رنگنا ہے، محبت الٰہی سے اپنے دل کو بھرنا ہے تو اس

کے لیے اوراد و وظائف کا ایسا راستہ متعین کر دیا گیا ہے کہ جس پر چل کر وہ اپنی منزل پر پہنچ جائے گا۔ حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبندی بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے اللہ رب العزت سے ایک ایسا طریقہ مانگا جو موصل ہے۔ اس راستے پر لاکھوں انسان چلے۔ ان کے دن بدلے، راتیں بدلیں، صبح بدلی، شام بدلی، گویا ان کی زندگی کے اندر ایک انقلاب آ گیا۔

آج کا کوئی سالک یہ سمجھے کہ مجھے بیعت ہوئے اتنا عرصہ ہو چکا ہے مگر مجھے اپنے اندر کوئی کیفیت اور تبدیلی محسوس ہی نہیں ہوئی تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ دوا ہی استعمال نہیں کر رہا، یا دوا استعمال کر رہا ہے تو ساتھ بد پرہیزی بھی کر رہا ہے۔ اگر دنیا کے سب سے بڑے طبیب سے نسخہ لکھوا کر اسے جیب میں ڈال لیا جائے تو کبھی شفاء نصیب نہیں ہوگی۔ اگر وہ ڈاکٹر سے شکایت کرے کہ فائدہ نہیں ہوا تو وہ کہے گا کہ اسے جیب میں ڈالنے کی ضرورت نہیں بلکہ اسے پیٹ میں ڈالنے کی ضرورت ہے۔ یہ کوئی ایسا نسخہ نہیں ہے کہ ہم اور آپ اسے پہلی دفعہ استعمال کر رہے ہیں، بلکہ اسے امت کے کروڑوں انسان استعمال کر چکے ہیں اور ان کی زندگیوں میں انقلابی تبدیلیاں رونما ہوئی ہیں۔ چناں چہ ہمیں بھی چاہیے کہ ہم ان اوراد و وظائف کو پابندی سے کریں تاکہ ہمارے دلوں میں بھی محبت الٰہی کی آگ روشن ہو۔ پھر دیکھنا اللہ رب العزت اس دنیا میں ہمیں کیسے معرفت نصیب فرما دیتے ہیں۔ ٹھیک ہے ہماری ہمتیں کم ہیں، آج ہمارے اندر جذبہ کی کمی ہے مگر دل میں تمنا تو ہو۔

سینے میں دل آگاہ جو ہو کچھ غم نہ کرو ناشاد سہی
بیدار تو ہے، مشغول تو ہے، نغمہ نہ سہی فریاد سہی

دل کی گرہ کیسے کھلتی ہے؟

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تصوف اضطراب کا دوسرا نام ہے۔ اضطراب نہ رہا تو تصوف ختم ہو گیا۔ جو آدمی اپنے قلب میں اللہ رب العزت کی محبت

کی حرارت محسوس نہیں کرتا وہ سمجھ لے کہ مجھے ابھی طریقت سے کچھ حاصل نہیں ہوا۔ یہ ممکن نہیں کہ اللہ والوں کے ساتھ نسبت بھی ہو پھر اس کے دل میں محبت کی چنگاری نہ بھڑکے، یہ کیسے ممکن ہے؟ اللہ والوں نے ایسے اوراد و وظائف متعین کر دیے ہیں کہ جیسے ہی انسان سلسلہ عالیہ میں داخل ہوتا ہے اور مراقبہ کرنا شروع کر دیتا ہے تو اللہ رب العزت اس کے دل کی گرہ کو کھول دیتے ہیں۔

اللہ سے ملنے کا شارٹ کٹ راستہ

مشائخ عظام رحمہم اللہ نے اللہ رب العزت سے ملنے کے لیے شارٹ کٹ (مختصر) راستہ اختیار کیا ہے اور وہ ہے دل میں محبت الٰہی کا بھر دینا۔ دل میں جب محبت الٰہی بھر جاتی ہے تو پھر انسان کے لیے راستے کو ہموار کر دیتی ہے۔

عقل عیار ہے سو بھیس بنا لیتی ہے
عشق بیچارہ نہ ملا ہے نہ زاہد نہ حکیم
عقل کو تنقید سے فرصت نہیں
عشق پر اعمال کی بنیاد رکھ

مشائخ عظام رحمہم اللہ عشق کے پروں سے ایسا اڑاتے ہیں، محبت الٰہی کا جذبہ دل میں ایسا بھر دیتے ہیں کہ آدمی ساری دنیا کی چیزوں سے منقطع ہو کر ایک اللہ رب العزت کے ساتھ واصل ہو جاتا ہے۔ یہ مال اور دنیا کی چیزوں کی محبت بہت معمولی باتیں ہیں۔ اللہ والوں کے راستے میں یہ مکڑی کے جالے کی طرح کمزور بن جایا کرتی ہیں کیوں کہ جب دل کے اندر جذبہ ہوتا ہے اور انسان اس جذبہ سے قدم اٹھاتا ہے تو پھر اس قسم کی رکاوٹیں دور ہو جایا کرتی ہیں۔ اصول کی بات بھی یہی ہے کہ جس آدمی کے دل میں منزل پر پہنچنے کی تمنا ہو تو وہ راستے میں چٹان دیکھ کر پیچھے نہیں ہٹا کرتا بلکہ چٹان پر قدم رکھ کر اس راستے کو پار کر جایا کرتا ہے۔

اللہ والوں کا زہد

اللہ والوں کو اللہ کی محبت کی وجہ سے دنیا کی سب چیزیں معمولی نظر آتی ہیں۔ وہ ہر ایک سے بے نیاز ہو کر ایک اللہ کی طرف متوجہ رہتے ہیں۔ یقین کیجیے کہ دنیا میں مالدار آدمی جب ایک دوسرے پر فخر کرتے ہیں تو اللہ والوں کے نزدیک یونہی ہوتا ہے کہ جیسے بھنگی اپنے پاس گندگی کے ٹوکرے زیادہ ہونے پر فخر کر رہے ہوں۔ مثال کے طور پر اگر کوئی بھنگی دوسرے بھنگی پر فخر کرے کہ میرے پاس گندگی کے تین ٹوکرے ہیں اور دوسرا کہے کہ نہیں، میرے پاس چار ٹوکرے ہیں تو ہمیں کتنا عجیب لگے گا کہ یہ کونسی فخر کرنے والی بات ہے۔ اسی طرح جن لوگوں کے دلوں میں محبت الٰہی سما چکی ہوتی ہے ان کی نظر میں مال و دولت پر فخر کرنے والوں کی حیثیت بھنگی سے زیادہ نہیں ہوتی۔

حضرت مرزا مظہر جان جاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ ہمارے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے ایک بزرگ ہیں۔ ایک دفعہ بادشاہ وقت نے ان سے کہا کہ میں بہت خوش ہوں کہ آپ نے اتنے لوگوں کی اصلاح فرمائی ہے، میں چاہتا ہوں کہ اپنی سلطنت میں سے ایک علاقے کی گورنری آپ کے سپرد کر دوں۔ مگر حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ نے عجیب جواب دیا۔ فرمایا: قرآن پاک میں اس پوری دنیا کو اللہ رب العزت نے قلیل کہا ہے:

﴿قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ﴾

بتا دیجیے کہ دنیا کی یہ متاع تھوڑی سی ہے۔

جب اللہ نے اس پوری دنیا کو تھوڑا کہا ہے تو اس تھوڑی سی دنیا میں سے تمہیں تھوڑا سا حصہ ملا ہے اور اس میں سے اگر تم مجھے تھوڑا سا حصہ دو گے تو اتنا تھوڑا لیتے ہوئے مجھے شرم آتی ہے۔ لہٰذا میں معذور ہوں اور میں آپ کی یہ پیش کش قبول نہیں کر سکتا۔

اللہ کی محبت میں فنا ہونے کا مقام

دوستو! اگر ہمیں پتہ چل جائے کہ اللہ رب العزت کی معرفت میں کیا مزہ ہے تو پھر

ہمیں اپنے آپ پر افسوس ہونے لگے کہ ہم اس کے مقابلے میں دنیا کی چیزوں کو ترجیح دیتے پھرتے ہیں۔ جس کو ذکر میں فنائیت نصیب ہو جاتی ہے تو پھر محبت الٰہی اس کے دل میں ایسی رچ بس جاتی ہے کہ دنیا کی چیزیں اس کی نظر میں ہیچ ہو جایا کرتی ہیں۔ یقین کیجیے کہ اللہ والوں کی نظر میں زلف فتنہ گر بھی دم خرین بنا جایا کرتی ہے۔ اللہ رب العزت جس سالک کو فنائیت کا مقام عطا فرماتے ہیں وہ دنیا کے حسینوں کی طرف تھوکنا بھی پسند نہیں کرتے۔ جی ہاں! محبت الٰہی دل میں سما چکی ہوتی ہے، سینہ روشن ہو چکا ہوتا ہے اور دل میں ایسی آگ لگ چکی ہوتی ہے جو دنیا سے انسان کو بے زار کر دیتی ہے۔

مشائخ کرام نے فرمایا ہے کہ اَلْفَانِیْ لَایُرَدُّ (جو فانی ہو جاتا ہے وہ واپس نہیں آتا) مطلب یہ ہے کہ جس کو ایک دفعہ فنافی اللہ کا مقام نصیب ہو جاتا ہے پھر وہ اس راستے سے واپس نہیں ہٹتا۔ اس کی تشریح مشائخ کرام رحمہم اللہ نے اس طرح کی ہے کہ اگر کوئی آدمی بالغ ہو جائے تو کیا وہ دوبارہ نابالغ بن سکتا ہے؟ یا اگر پھل پک جائے تو کیا وہ دوبارہ کچا ہو سکتا ہے؟ جس طرح یہ نہیں ہو سکتا اسی طرح فنافی اللہ کا مقام نصیب ہونے کے بعد انسان دنیا کی محبت کی طرف نہیں بھاگ سکتا کیوں کہ اس کے دل میں محبت الٰہی ایسی غالب آ چکی ہوتی ہے کہ وہ اللہ کے نام پر اپنا مال، اپنی جان بلکہ سب کچھ قربان کر دیا کرتا ہے۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا انداز محبت

سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کے دلوں میں محبت الٰہی کا ایسا جذبہ بھر دیا تھا کہ جب ان کو اللہ کے نام پر خرچ کرنے کا حکم دیا جاتا تو وہ سب کچھ لا کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں ڈھیر کر دیتے تھے۔ غزوہ تبوک کے موقع پر جب مالی قربانی دینے کا وقت آیا تو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے سب کچھ سمیٹ کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں لا کر رکھ دیا۔ حتی کہ دیواروں پر ہاتھ پھیر کر دیکھا کہ کہیں کوئی سوئی تو نہیں رہ گئی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ پیچھے کیا چھوڑ آئے ہو؟ بتایا کہ میں پیچھے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ آیا

ہوں۔ اپنا لباس بھی دے دیا، اس کی جگہ ٹاٹ کا لباس پہن لیا۔ حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جس محفل میں انہوں نے سب مال کی قربانی دی اسی محفل میں ٹاٹ کا لباس پہن کر بیٹھے تھے کہ اتنے میں جبرئیل علیہ السلام تشریف لے آئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو فرمایا: جبرئیل! آج تم کس لباس میں آئے ہو؟ تم نے ٹاٹ کا لباس کیوں پہنا ہوا ہے؟ جبرئیل علیہ السلام عرض کرنے لگے اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! آج ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اس عمل پر اللہ تعالیٰ اس قدر خوش ہوئے ہیں کہ آسمان کے سب فرشتوں کو حکم دے دیا ہے کہ تم بھی ابوبکر کی طرح ٹاٹ کا لباس پہن لو۔ مزید یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف سلام بھیجا ہے۔ سبحان اللہ۔ اللہ رب العزت کتنے قدردان ہیں۔ ہم واقعی بے قدرے ہیں۔ اسی لیے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ﴾

اور انہوں نے اللہ کی قدر نہیں کی جیسی کرنی چاہیے تھی۔

محبت والوں کی راتیں

سلف صالحین کے حالات زندگی میں لکھا ہوا ہے کہ وہ رات کے اندھیرے کا اس طرح انتظار کرتے تھے جس طرح کوئی دولہا اپنی دلہن سے ملنے کے لیے رات کے اندھیرے کا منتظر ہوا کرتا ہے۔ یہ انتظار کس لیے ہوتا تھا؟ اس لیے کہ ہم اللہ کے ساتھ بیٹھ کر راز و نیاز کی باتیں کریں گے۔ وہ اللہ کی محبت میں سسکیاں لے لے کر روتے تھے۔ آج ایسے چہرے بہت کم نظر آتے ہیں جو رات کے آخری پہر میں اٹھیں اور اللہ کی محبت میں سسکیاں لے لے کر رو رہے ہوں، ان کے دل میں محبت الٰہی اتنی رچ بس چکی ہو کہ انہیں یاد الٰہی کے سوا اور کسی چیز کے اندر لطف اور سکون ہی نہ آتا ہو۔

آج سالکین طریقت کا یہ حال ہے کہ رات کو اٹھنا تو دور کی بات، ان سے اگر پوچھا جاتا ہے کہ مراقبہ کرتے ہیں؟ جواب ملتا ہے کہ ٹائم نہیں ملتا۔ کیا تہجد پڑھتے ہیں؟ جواب ہوتا ہے کہ سستی ہو جاتی ہے۔ یاد رکھیں کہ اللہ کی محبت حاصل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ

تہجد میں اٹھنے کا معمول بنایا جائے اور نفل پڑھ کر مراقبہ کیا جائے۔ مراقبہ میں بیٹھتے وقت کبھی کبھی یہ شعر پڑھا کریں۔ اس شعر سے خود ذاتی طور پر مجھے بہت فائدہ ہوا۔ مراقبہ میں بیٹھتے وقت اگر آدمی ایک دو دفعہ اسے پڑھ لے تو بہت لطف آتا ہے۔ کہنے والے نے عجیب بات کہی ؎

مجھے اپنی پستی کی شرم ہے تیری رفعتوں کا خیال ہے
مگر اپنے دل کو میں کیا کروں اسے پھر بھی شوق وصال ہے

محبت الٰہی کی برکات

میرے دوستو! رات کے آخری پہر میں اللہ رب العزت کے حضور اپنی جبیں نیاز جھکانے کی بہت زیادہ برکات ہیں۔ روایات میں آتا ہے کہ روز محشر ابھی حساب کتاب قائم نہیں ہوا ہوگا کہ ایک گروہ جنت کے دروازے پر پہنچا ہوا ہوگا۔ وہاں رضوان جو کہ جنت کا داروغہ ہے کہیں گے، اے رضوان! جنت کے دروازے کھول دے، ہمیں جنت میں جانے دے۔ رضوان حیران ہوں گے اور کہیں گے، یا اللہ! ابھی تو حساب کتاب بھی نہیں ہوا اور یہ لوگ جنت میں جانے کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ اللہ رب العزت فرمائیں گے: رضوان! میرے یہ وہ بندے ہیں جو دنیا میں میری محبت میں سرشار تھے۔ یہ میرے لیے اداس رہتے تھے، رات کو میرے ساتھ راز و نیاز کی باتیں کرتے تھے، ان کے پہلو ان کے بستروں سے جدا رہتے تھے، ان کو دنیا کی رنگینیاں مجھ سے غافل نہیں کر سکتی تھیں، یہ ہر چیز سے ہٹ کٹ کر میرے چاہنے والے تھے، یہ مجھے چاہتے تھے اور میں انہیں چاہتا تھا، آج یہ یہاں آئے ہیں، جنت کے دروازے کھول دے اور ان کو بغیر حساب کتاب کے اس میں داخل کر دے۔

تصوف پر اعتراض کا جواب

آج کل لوگ تصوف پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ یہ لوگ مصلے پر بیٹھے رہتے ہیں، تسبیح

پھیرنی سکھاتے ہیں، اللہ کی محبت کا دم تو بھرتے ہیں مگر اللہ کی راہ میں جہاد نہیں کرتے۔ فقیر نے تصوف کی تاریخ کا پچھلے دنوں اس لیے مطالعہ کیا کہ پتہ چلے کہ کیا جہاد میں بھی صوفیائے کرام رحمہم اللہ کا کچھ کردار رہا ہے یا نہیں؟ یقین کیجیے کہ ایسی ایسی باتیں سامنے آئیں کہ حیران ہوگیا اور اس نتیجہ پر پہنچا کہ جو کوئی یہ کہتا ہے کہ اللہ والے جہاد نہیں کرتے وہ شخص جاہل ہے یا متجاہل، گویا اسے اسلام کی تاریخ کا پتہ ہی نہیں ہے۔ لہٰذا اگر کوئی شخص یہ کہے کہ صوفیاء جہاد نہیں کرتے تو آپ جواب دیجیے کہ ہاں، امن کی حالت میں اپنے نفس سے جہاد کرتے ہیں اور جب دین اسلام کے لیے جانی قربانی دینے کا وقت آتا ہے تو پھر ان کے ہاتھ میں تسبیح نہیں ہوتی بلکہ تلواریں ہوتی ہیں۔ پھر وہ مصلے پر نہیں بیٹھتے بلکہ گھوڑوں کی پیٹھ پر بیٹھا کرتے ہیں۔ وہ راتوں کو جاگنے اور بھوکا پیاسا رہنے کے عادی تو ہوتے ہی ہیں لہٰذا ان اللہ والوں کے لیے اللہ کے راستے میں جان یا مال قربان کرنا کوئی بڑی بات نہیں ہوتی۔ اللہ کی قسم! اللہ کے نام پر اگر کوئی انہیں سولی پر لٹکائے تو یہ سولی کو بوسہ دے کر سولی پر چڑھ جایا کرتے ہیں اور زبان حال سے کہتے ہیں۔

جان دی دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

تاتاری فتنے کا توڑ کس نے کیا؟

ساتویں صدی ہجری میں جب علم کلام کی ٹھنڈی ہواؤں نے مسلمانوں کے سینوں کو بالکل یخ ریختہ کر دیا تھا، اس وقت تاتاری فتنہ اٹھا اور ہلاکو خان نے اسلامی سلطنت مسلمانوں کے ہاتھوں سے کھینچ لی۔ ہر جگہ انہوں نے مسلمانوں کو اپنا محکوم بنالیا۔ یہ بے دین لوگ تھے جو تقریباً سارے عالم اسلام پر غالب آ گئے۔ اس وقت تمام مسلمان غلام بن گئے۔ تخت و تاج کفر کے ہاتھوں میں چلا گیا۔ حکومت ان کی تھی، قانون ان کا تھا اور مسلمان رعایا بن کر زندگی گزار رہے تھے۔ اس وقت مسلمان تلوار کے ساتھ مقابلہ کرنے کی جرأت نہیں رکھتے تھے۔ دلوں میں اتنی بزدلی آ چکی تھی کہ تاتاریوں نے جب جلال

الدین خوارزم شاہ کی واحد اسلامی سلطنت اور عباسی خلافت کا چراغ گل کر دیا تو یہ ضرب المثل بن گئی کہ اِذَا قِیْلَ لَكَ اَنَّ التَّاتَارَ انْهَزَمُوْا فَلَا تَصَدَّقْ (اگر کوئی کہے کہ تاتاریوں نے شکست کھائی تو یقین نہ کرنا)

اس وقت کون لوگ تھے جنہوں نے اس ڈوبتی کشتی کو سہارا دیا؟ یہ مشائخ صوفیا رحمہم اللہ ہی تھے۔ کہیں مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے بیٹھ کر اسی دور میں مثنوی شریف لکھی اور لوگوں کے دلوں کو گرمایا اور کہیں حضرت محمد دربندی رحمۃ اللہ علیہ نے انہی تاتار شہزادوں کے سینوں پر توجہات ڈالیں۔ ان کے سینوں پر نگاہیں گاڑ کر ان کے دل کی دنیا کو بدلا۔ حتی کہ تیس سال کے بعد انہی شہزادوں میں سے ایک شہزادہ کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوا۔ اس کے بعد باری باری سب شہزادے مسلمان ہوتے گئے۔ بالآخر وہ تخت و تاج جو عالم اسلام کے ہاتھوں سے نکل چکا تھا دوبارہ اسلام کو نصیب ہوا۔

یہ کس کی برکت تھی؟ کون سی تلوار چلی؟ ظاہر کی تلوار نہیں چلی تھی بلکہ قلب و نظر کی تلوار نے وار کیا تھا، جس نے ان کے سینوں سے پار ہو کر ان کے دلوں کو بدل دیا تھا۔ چناں چہ وہ وقت بھی آیا کہ یہ تاتار خود اسلام کا جھنڈا لے کر پوری دنیا میں کھڑے ہوئے اور سلطنت دوبارہ اسلام کے ہاتھوں میں آئی۔ یہ انہی مشائخ صوفیا رحمہم اللہ کا فیضان تھا۔ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے ؂

ہے عیاں آج بھی یورش تاتار کے افسانے سے
پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے

یہ مشائخ صوفیا رحمہم اللہ ہی تھے جنہوں نے صنم خانوں سے بت پرستوں کو اور ظلمت کدوں سے ان فتنہ انگیز لوگوں کو نکال کر ان کے دلوں کو گرما کر انہیں موحد بنایا اور اسلام کا جھنڈا ان کے ہاتھوں میں تھمایا۔

شیخ احمد شریف رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے مریدین کا جہاد

صحرائے اعظم افریقہ میں ایک خانقاہ سنوسیہ تھی۔ اس خانقاہ میں ایک بزرگ شیخ احمد

شریف رحمۃ اللہ علیہ گزرے ہیں۔ جب افریقہ پر اطالویوں نے حملہ کیا تو انہوں نے اپنے مریدین کو اکٹھا کر کے فرمایا آج اسلام کے لیے جان دینے کا وقت ہے لہٰذا دشمن کے خلاف سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جاؤ۔ چناں چہ ان کے مریدین اطالویوں کے خلاف جنگ لڑنے لگ گئے۔ ظاہری طور پر تو وہ بے سروسامان تھے مگر ان کے دلوں میں توکل اور محبت الٰہی کا بیش بہا خزانہ تھا جس کی وجہ سے ۱۵ سال تک انہوں نے اطالوی فوجوں کو ناکوں چنے چبوائے۔ آج لوگ ان کو طعنہ دیتے ہیں کہ طرابلس کی جنگ میں خانقاہ سنوسیہ کے بے سروسامان لوگوں نے ۱۵ سال تک تمہارا کیا حشر کیا۔

امیر عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ کا جہاد

الجزائر میں ایک شیخ طریقت امیر عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ قیام پذیر تھے۔ ۱۸۳۲ء میں فرانس نے الجزائر پر حملہ کر دیا تو وہ اپنے مریدین کو لے کر دشمن کے سامنے صف آراء ہو گئے۔ ۱۸۴۷ء تک انہوں نے فرانسیسی فوجوں کے ساتھ جنگ کی اور ان کو آرام سے نہ بیٹھنے دیا۔

روس میں مشائخ صوفیا رحمہم اللہ کا جہاد

امام منصور نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ پہلے صوفی شیخ تھے جنہوں نے روسیوں کے خلاف جہاد کا آغاز کیا۔ ۱۷۸۵ء میں ان کے مریدین نے دریائے سون زا کے پل پر ایک روسی فوجی دستے کو گھیر کر تباہ کر دیا۔ روسی ملکہ کیتھرین دوم کی فوج کو اس سے بدترین شکست کا سامنا اس سے پہلے کبھی نہ کرنا پڑا تھا۔ چھ سال کی مسلسل جنگ اور مجاہدین کی بے سروسامانی کی وجہ سے امام منصور رحمۃ اللہ علیہ قیدی بنا لیے گئے۔ اور دو سال بعد وہ وفات پا گئے۔ اس کے بعد تیس برس تک نقشبندیوں کی مجاہدانہ سرگرمیاں موقوف رہیں۔

شیخ محمد آفندی رحمۃ اللہ علیہ دوسرے نقشبندی شیخ تھے جنہوں نے روسیوں کے خلاف جہاد کا دوبارہ آغاز کیا۔ یہ امام شامل رحمۃ اللہ علیہ کے مرشد تھے۔ اس مرتبہ جنگ چھڑی تو ۳۵ سال جاری رہی۔ اگرچہ امام شامل رحمۃ اللہ علیہ کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا مگر جانبازی کے اس شاہکار کی یاد

مدتوں لوگوں کے دلوں میں محفوظ رہی۔ امام شامل رحمۃ اللہ علیہ کی شکست کے بعد سلسلہ قادریہ کے ایک شیخ نے شمالی قفقاز میں روسیوں کے خلاف جہاد شروع کیا۔ ۱۸۶۰ء کی پہلی دہائی میں روسی فوج نے ان کے خلاف بڑا آپریشن کیا۔ تاہم ۱۸۷۷ء میں نقشبندی صوفیا رحمہم اللہ اور قادری حضرات رحمہم اللہ نے مل کر داغستان میں روسیوں کے خلاف علم جہاد بلند کیا۔

کیمونسٹ انقلاب اور قفقاز کی خانہ جنگی کو روسی حکومت سے نجات پانے کا موقع سمجھتے ہوئے امام نجم الدین رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ ازون حاجی رحمۃ اللہ علیہ نے پہلے روس کی سفید فوج اور بعد میں سرخ فوج کے خلاف مزاحمت کا آغاز کیا۔ یہ بغاوت بالشویکوں کے لیے سب سے بڑا خطرہ ثابت ہوئی۔ امام نجم الدین نے ۱۹۲۵ء تک جہاد جاری رکھا بالآخر گرفتار ہوئے اور تختہ دار پر لٹکائے گئے۔ ان کی ناکامی کے بعد شمالی قفقاز کے مسلمان طویل مدت تک سرکاری سطح پر قتل وغارت گری کا شکار رہے۔ مگر ۱۹۲۸ء میں نقشبندی اور قادری حضرات رحمہم اللہ دوبارہ روسی حکومت کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے اور ۱۹۴۰ تک اپنی کاروائیاں جاری رکھیں۔

اس سے قبل ازبکستان کی ریاست فرغانہ میں نقشبندی صوفیا رحمہم اللہ نے روسی حکومت کے خلاف جہاد کا اعلان کیا، مگر ناکام رہے۔ ان کے قائد ایشاں ملالی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ انقلاب روس کے ایک سال بعد ۱۹۱۸ میں سرزمین فرغانہ سے ایک اور تحریک جہاد اٹھی جسے سماجی تحریک کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ جنید خان نقشبندی رحمہ اللہ تعالیٰ اس کے قائدین میں شامل تھے۔ ۱۹۲۸ء میں سرخ فوج نے طویل کاروائیوں کے بعد اس پر قابو پالیا۔

قصہ کوتاہ، بارہویں اور تیرہویں صدی عیسوی میں مشائخ صوفیا رحمہم اللہ نے فراختائی اور منگول کافروں کی موثر مزاحمت کی۔ اٹھارہویں اور انیسویں صدی میں وہ زارشاہی سے برسرپیکار رہے اور ۱۹۲۰ء میں انہوں نے سوویت حکومت کے خلاف جدوجہد کی۔ اس سب کچھ کے باوجود اگر کوئی کہے کہ صوفیا رحمہم اللہ جہاد نہیں کرتے تو اسے جاہل یا متجاہل نہ کہا جائے تو کیا کہیں۔ ع

ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہیے

سید جمال الدین افغانی رحمۃ اللہ علیہ کا جہاد

جب افغانستان میں جہاد کا مسئلہ پیش آیا تو سید جمال الدین افغانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے دشمنوں کے خلاف ہراول دستے کے طور پر کام کیا وہ شیخ طریقت ہی تو تھے۔

برصغیر کے صوفیا رحمہم اللہ کا جہاد میں کردار

برصغیر میں جب اکبری دین الٰہی کی آندھی اٹھی تو اس کو روکنے کے لیے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے امام حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کھڑے ہوئے جنہوں نے بڑے بڑے فوجی جرنیلوں مثلاً شیخ فرید اور خان خاناں کے دلوں پر توجہات ڈالیں اور اس آندھی کو دنیا سے اس طرح ختم کیا کہ بدعات اور رسومات کا جنازہ نکل گیا۔ گویا رحمت کی بارش برسی اور ''یُحْیِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا'' کے مصداق اسلام کے احکام پھر لاگو کردیے گئے۔

اس وقت مجھے شاملی کے میدان کا نظارہ تصور کی آنکھ سے نظر آرہا ہے۔ حاجی امداد اللہ مکی رحمۃ اللہ علیہ، سید ضامن رحمۃ اللہ علیہ شہید وغیرہم حضرات نے انگریز کے خلاف جہاد کیا یہ صوفیا ہی تھے۔ انکے علاوہ کہیں شیخ محمود الحسن رحمۃ اللہ علیہ اسیر مالٹا، مالٹا کی جیل میں زنجیریں پہنے ہوئے نظر آتے ہیں تو کہیں ہمیں بالاکوٹ کی وادیوں میں سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ اور شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ اپنے خون سے سنگریزوں کو سرخ کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ ان حضرات نے جہاد میں اپنی جان کا نذرانہ پیش کیا۔ حسن البناء جنہوں نے الاخوان کی بنیاد رکھی وہ سلسلہ شاذلیہ کے صاحب نسبت بزرگ تھے۔

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے شیخ حضرت مرزا جان جاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مریدین میں ایسا جذبہ جہاد بھر دیا کہ ایک خاتون اپنے دو بیٹوں کو مخاطب ہو کر کہنے لگی:

بولی اماں محمد علی کی
جان بیٹا خلافت پہ دے دو

اب بتایئے! حضرت مولانا محمد علی جوہر رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا شوکت علی رحمۃ اللہ علیہ کے دلوں میں جہاد کا جذبہ کس نے بھرا تھا؟ اسی شیخ طریقت نے جنہوں نے خود بھی ایک ظالم کے ہاتھوں جام شہادت نوش کیا۔ ان کی قبر مبارک پر یہ شعر اب بھی لکھا ہے:

یہ لوح تربت من یافتند از غیب تحریرے
کہ ایں مقتول راجز بے گناہی نیست تقصیرے

میری قبر پر غیب سے یہ تحریر پائی گئی کہ اس مقتول کا بے گناہی کے سوا کوئی جرم نہیں۔

حضرت مولانا محمد علی جوہر رحمۃ اللہ علیہ مسلمانوں کو انگریز کے پنجہ استبداد سے نجات دلانے کے لیے لندن تشریف لے گئے تاکہ وہاں اخبارات کے ذریعہ مسلمانوں کے جذبات انگریزوں تک پہنچا سکیں۔ اس دوران میں انہیں جیل میں ڈالا گیا، طرح طرح کی تکلیفیں دی گئیں۔ حتیٰ کہ جب انگریز نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو جان سے مار دینے کی دھمکی دی تو آپ نے ''اَفْضَلُ الْجِهَادِ مَنْ قَالَ كَلِمَةُ حَقٍّ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ'' کے مصداق کفر کی آنکھ میں آنکھ ڈال کر کہا:

تم یوں ہی سمجھنا کہ فنا میرے لیے ہے
پر غیب میں سامان بقا میرے لیے ہے
پیغام ملا تھا جو حسین ابن علی رضی اللہ عنہما کو
خوش ہوں کہ وہ پیغام قضا میرے لیے ہے
اللہ کے رستے کی جو موت آئے مسیحا
اکسیر یہی ایک دوا میرے لیے ہے
توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے
یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لیے ہے

اہل اللہ یوں شہادت کے جذبہ سے سرشار ہو کر اللہ کے نام پر جان کی بازی لگا دینے کو سعادت سمجھتے ہیں۔

محبت الٰہی کیسے پیدا ہوتی ہے؟

میرے پیارے دوستو! ان مشائخ صوفیا رحمہم اللہ نے ذکر اور رابطہ شیخ کے ذریعے ہی اپنے دلوں میں محبت الٰہی پیدا کی تھی۔ آج بھی ان اوراد و وظائف اور رابطہ شیخ کو اپنا قیمتی سرمایا سمجھئے۔ چند دن اس کے مطابق گزار کر دیکھیں کہ انسان کے دل میں اللہ کی محبت کیسے پیدا ہوتی ہے۔

دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو
عجب چیز ہے لذت آشنائی

یہ عقل کی باتیں نہیں بلکہ عشق کی باتیں ہیں علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

نالہ ہے بلبل شوریدہ تیرا خام ابھی
اپنے سینے میں ذرا اور اسے تھام ابھی
پختہ ہوتی ہے اگر مصلحت اندیش ہو عقل
عشق ہو مصلحت اندیش تو ہے خام ابھی
عشق فرمودہ قاصد سے سبک گام عمل
عقل سمجھی ہی نہیں معنی پیغام ابھی
بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق
عقل ہے محو تماشائے لب بام ابھی

عقل بیچاری دیکھتی رہ جاتی ہے اور عشق قدم آگے بڑھا چکا ہوتا ہے۔

عشق کی دیوانگی طے کر گئی کتنے مقام
عقل جس منزل پہ تھی اب تک اسی منزل پہ ہے

کتنی عجیب بات ہے کہ آج معمولی معمولی باتیں راستے کی رکاوٹیں بنی ہوئی ہیں۔ کوئی اپنی بدنظری کی وجہ سے پیچھے ہٹا ہوا ہے، کوئی اپنے دفتر کے غلط کام کی وجہ سے پیچھے ہٹا ہوا ہے، کوئی اپنے گھر کے کسی معاملے کی وجہ سے پیچھے ہٹا ہوا ہے، کوئی اپنی طبعی سستی کی

وجہ سے پیچھے ہٹا ہوا ہے، کتنی معمولی باتیں راستے کی رکاوٹ بنی ہوئی ہے۔ ایسے چہرے بہت کم ہیں جو ہر غیر سے ہٹ کٹ کر اللہ کو چاہنے والے بن چکے ہوں۔ میرے پیر و مرشد رحمۃ اللہ علیہ عجیب شعر پڑھا کرتے تھے:

حال دل جس سے میں کہتا کوئی ایسا نہ ملا

بت کے بندے تو ملے اللہ کا بندہ نہ ملا

یقیناً آج بہت تھوڑے لوگ ہیں جو اپنے پاؤں کے نیچے نفس کو دے کر اللہ کے راستے پر قدم اٹھالیں اور دل میں عہد کر لیں کہ ہم اللہ کی خاطر ہر چیز کی قربانی دینے کے لیے تیار ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے دیدار کی کیفیت

جنت میں جنتی آدمیوں کو ایسی حسین حوریں ملیں گی کہ اگر ان میں سے کوئی ایک حور اپنے دامن کو آسمان دنیا سے نیچے ڈال دے تو سورج کی روشنی ماند پڑ جائے، اگر کسی کھاری پانی میں تھوک ڈال دے تو وہ میٹھا ہو جائے، اگر کسی مردے سے کلام کرے تو وہ مردہ زندہ ہو جائے۔ وہ ایسا لباس پہنے گی جس میں ستر ہزار رنگ جھلکتے ہونگے۔ جنتی کو اسکے دل کے اٹھتے ہوئے جذبات نظر آئیں گے۔ جنتی جنت میں داخل ہو کر حوروں کے حسن و جمال کو دیکھیں گے تو وہ اتنا زیادہ ہوگا کہ پانچ سو سال تک حیران ہو کر ان کی طرف متواتر دیکھتے رہ جائیں گے اور وقت گزرنے کا پتہ بھی نہیں چلے گا۔

پھر ایک وقت ایسا آئے گا کہ اللہ تعالیٰ جنتیوں سے فرمائیں گے، اے اہل جنت! میں نے تمہارے ساتھ ایک عہد کیا تھا اب وہ وعدہ پورا کرنے کا وقت آ گیا ہے۔ جنتی حیران ہونگے کہ جنت مل گئی، ہر کام ہماری مرضی سے ہوتا ہے، آخر وہ کون سی چیز ہے جو نہیں ملی۔ پھر بتایا جائے گا کہ میں نے اپنے دیدار کا وعدہ کیا تھا۔ چناں چہ جنت عدن کے اندر اسکے لیے انتظام کیا جائے گا۔ جنتیوں کے لیے بازار لگائے جائیں گے۔ اس بازار کے اندر جنتی جو شکل پسند کریں گے وہی شکل ان کی بن جائے گی۔ ریشم کے بنے ہوئے عجیب و غریب لباس ہونگے۔ یہ اپنے آپ کو سجا کر اللہ رب العزت کے دیدار کے لیے

جائیں گے۔ وہاں سب سے پہلے حضرت داؤد علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی کتاب (قرآن مجید) سنائیں گے۔ پھر اللہ رب العزت خود اپنا قرآن پاک سنائیں گے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ اپنا دیدار کروائیں گے۔ کیسا دیدار ہوگا؟ اللہ کا دیدار بے شبہ ہوگا، بے مثال ہوگا، بے کیف ہوگا، بے جہت ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں کہ اس دیدار کی کیا کیفیت ہوگی۔ یہی کہہ سکتے ہیں کہ اے حسن کے پیدا کرنے والے! تیرے اپنے حسن کا کیا عالم ہوگا!!!

جب اللہ تعالیٰ دیدار کروائیں گے تو انوارات کی بارش ہوگی اور جنتیوں کے چہروں پر پڑے گی۔ جنتیوں کے چہروں پر اتنا حسن آجائے گا کہ جب وہ لوٹ کر اپنے گھروں میں آئیں گے تو ان کی حوریں ان کے حسن کو دیکھ کر اتنی فریفتہ ہوں گی کہ پانچ سو سال تک ان کے حسن کو دیکھتی رہ جائیں گی۔ جی ہاں خادم تو خادم ہی ہوتا ہے مالک مالک ہوتا ہے۔ یہ کہاں کا انصاف ہے کہ حوروں کی خوب صورتی اگر اتنی زیادہ ہے تو اہل جنت کی خوب صورتی کیا کم ہوگی؟ ہرگز نہیں۔ جب دیدار الٰہی ہوگا تو اہل جنت کا حسن بڑھا دیا جائے گا۔

اللہ وہ دل دے کہ تیرے عشق کا گھر ہو
دائم رحمت کی تری اس پہ نظر ہو
دل دے کہ تیرے عشق میں یہ حال ہو اس کا
محشر کا اگر شور ہو تو بھی نہ خبر ہو

اسلاف کے علمی کارنامے

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی، اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○
سُبْحٰنَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ ○ وَسَلٰمٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ ○ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ
اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ
اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ

تین مراحل

دنیا دارالاسباب ہے مادی اعتبار سے ہر چیز کو پروان چڑھنے کے لیے تدریجاً آگے بڑھنا ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر ایک بچہ پیدا ہوتا ہے تو بچپن اور لڑکپن کے مراحل سے گزر کر جوانی کی منزل تک پہنچتا ہے۔ اسی طرح اگر کوئی آدمی باغ لگانا چاہے تو اس کو تین مراحل میں کام کرنا پڑتا ہے۔ پہلے مرحلے میں اس کو زمین کے اوپر جو خودرو پودے ہونگے جھاڑ جھنکار ہونگے ان کو ختم کرنا پڑے گا دوسرے مرحلے میں ہل چلا کر بیج ڈالنا ہوگا اور تیسرے مرحلے میں جو پودے پھوٹیں گے ان کی حفاظت کر کے انکو درخت بننے تک پہنچانا ہوگا۔

دارالعلوم کے تین مراحل

دارالعلوم دیوبند ایک علمی گلشن قائم ہوا اور یہ بھی تین مراحل سے گزرا۔ سب سے پہلے مرحلے میں امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ انہوں نے زمین کو تیار کیا جب اکبر

بادشاہ نے دین الٰہی کا نظریہ پیش کیا تو اس وقت انہوں نے حق کو لے کر اس کا مقابلہ کیا گوالیار کے قلعے میں دو سال کی قید بند کی صعوبتیں برداشت کیں وقت کے حکمرانوں کے دلوں پر توجہات ڈالیں جو مشائخ صوفیا کے درمیان بہکیں تھیں ان کو کنارے لگایا شریعت کی بالادستی کو قائم کیا اور بالآخر اپنے مکاتیب کے ذریعے لوگوں کے دلوں تک صحیح دین کو پہنچایا شریعت کی عظمت ان کے دلوں میں پیدا کی جس کے نتیجے میں انہوں نے تقریباً (۵۰۰۰) پانچ ہزار افراد کو نور نسبت سے نواز کر مختلف جگہوں تک بھیجا ان حضرات نے کام کیا۔ امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند جانشین خواجہ معصوم رحمۃ اللہ علیہ پھر خواجہ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ انکی محنت کے نتیجے میں پھر اورنگ زیب رحمۃ اللہ علیہ جیسا ایک بادشاہ گزرا جس نے اس برصغیر کے اندر زمین کو تیار کرنے میں نمایاں کام ادا کیا۔

دوقومی نظریہ

دوقومی نظریہ کی سوچ سب سے پہلے امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے پیش کی تو یہ پہلا مرحلہ تھا دارالعلوم دیوبند کا کہ جس سے تکوینی طور پر اللہ تعالیٰ نے دلوں کی زمین کو تیار کرنے کے لیے اک مرد مجاہد کو پیدا فرما دیا۔

دوسرا مرحلہ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کی ولادت

دوسرے مرحلے میں شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ ایک بزرگ تھے۔ ۱۷۰۳ء میں ان کے ہاں ایک بیٹا پیدا ہوا جن کا نام انہوں نے شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ رکھا۔ یہ بچہ جب ابتدائی جوانی میں قدم رکھتا ہے تو مدینہ منورہ میں ابو طاہر مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے جا کر حدیث کا علم حاصل کرتا ہے بالآخر مختلف اساتذہ سے علم حدیث علم تفسیر حاصل کر کے انہوں نے دہلی میں آ کر علم کے یہ موتی بکھیرنے شروع کر دیے۔ یوں سمجھئے کہ لوگوں کے دلوں کی زمین میں انہوں نے علم کے بیج ڈالنے شروع کر دیے وہ جو دوسرے مرحلہ کا کام تھا وہ اللہ نے خاندان ولی اللہ سے لیا۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ انہوں نے سب سے پہلے قرآن مجید کی فارسی زبان

میں تفسیر لکھی ان کے بیٹے شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر عزیزی اردو میں لکھی پھر ان کے دو صاحبزادے شاہ رفیع الدین رحمۃ اللہ علیہ اور شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن مجید کا پہلی مرتبہ اردو میں ترجمہ کیا ایک نے با محاورہ ترجمہ کیا اور دوسرے نے لفظ بہ لفظ ترجمہ کیا۔

حضرت شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ کا الہامی ترجمہ

حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ الہامی تھا چونکہ علماء کی محفل ہے چند مثالیں تا کہ محسوس ہو کہ بھائی واقعی ان کا ترجمہ کیا تھا۔

﴿إِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئٰتِ﴾

اس کا ترجمہ جب انہوں نے ترجمہ کیا کہ نیکیاں دور کرتی ہیں برائیوں کو۔ تو حاشیہ میں لکھا کہ جیسے میل اُتھے صابن اسے پوری طرح سمجھا دی گئی کہ نیکیاں برائیوں کو کس طرح مٹاتی ہیں۔ قرآن مجید کی آیت

﴿بَلْ يَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ﴾

اس کے ترجمے میں لکھتے ہیں کہ دو ہاتھ ایک قہر کا ایک مہر کا ترجمہ ایسا کیا کہ بات کو اچھی طرح سمجھا دیا

﴿نَسْيًا مَّنْسِيًّا﴾

اس کا ترجمہ مفسرین نے یوں کیا کہ ہوئی آئی مگر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ بھولی بسری آئی۔ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ اس کا ترجمہ اکثر مفسرین نے کیا جو شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں مگر حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ترجمہ کیا جو تھامتے ہیں اپنے شرمگاہوں کو ایسے الفاظ استعمال کیے کہ جو من وعن اس کا مفہوم انسان کے ذہن میں بٹھا دیتے ہیں۔ قرآن مجید کی آیت اَوْلٰمَسْتُمُ النِّسَاءَ اس کا ترجمہ اکثر مفسرین نے یہ کیا کہ تم ہاتھ لگاؤ عورتوں کو اور حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا ترجمہ یوں کیا کہ یا تم لگو عورتوں کو ان الفاظ کے ساتھ ایسا مضمون بیان کیا کہ سب اختلافات ختم کر کے رکھ دیے۔

شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا فتوی

چنانچہ ۱۷۶۲ء میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوا تو ان کے جانشین ان کے بیٹے شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ بنے انہوں نے جب حالات دیکھے اور انہوں نے دیکھا فرنگیوں نے اسلام کی مخالفت میں کیا کیا کام سرانجام دیے۔ تو انہوں نے ۱۷۷۲ء میں ایک فتوی جاری کیا کہ مسلمانوں کو آزادی حاصل کرنی چاہیے یہ فتوی بعد میں آنے والی تحریک کا بنیادی سبب بنا۔ چنانچہ تحریک ریشمی رومال، تحریک خلافت، جنگ آزادی، تحریک ترک موالات جیل بھرو تحریک اور معرکہ بالاکوٹ یہ تمام کے تمام جتنے معرکے تھے یہ اسی فتوی کے بعد وجود میں آئے۔ یہ دلوں کی زمین میں علم کے بیج ڈالنے والا مرحلہ تھا جو خاندان ولی اللہ نے سرانجام دیا۔

تیسرا مرحلہ حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھوں سے وجود میں آیا۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی جیتنے کے بعد فرنگی نے مسلمانوں کے اوپر شکنجہ کس دیا چنانچہ امراء کی زمینیں چھین لی گئیں۔ مدارس کے ساتھ جو وقف کی زمینیں تھیں ان کو حکومت کی تحویل میں لے کر مدارس کا گلا گھونٹ دیا گیا دہلی میں (۴۰۰۰) چار ہزار مدارس بند ہو گئے مدرسہ رحیمیہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کو بلڈوزر سے اس کی عمارت کو ختم کر دیا گیا اس وقت علم کے تین مراکز تھے۔ دہلی میں تفسیر و حدیث کا ولی الٰہی ہی مرکز اور لکھنؤ میں فقہ اور اصول فقہ کا مرکز اور خیر آباد میں فنون کا مرکز ان تین مراکز کو اچھی طرح ختم کر دیا گیا فرنگی یہ سوچتا تھا کہ شاید اس کے بعد اسلام کا نام لینے والے دنیا میں نہیں رہیں گے لیکن جن کے دل میں درد تھا وہ فکرمند رہے کہ آخر مسلمانوں سے دنیا کا مال چلا گیا اس کی تو کوئی اہمیت نہیں دوبارہ بھی مل سکتا ہے۔ لیکن مسلمانوں کا دین تو ان کے ہاتھوں سے نہ جائے۔

حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا دردمند دل

لہٰذا ایک دردمند دل رکھنے والے حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ انہوں نے اپنے

سسرال میں دیو بند چھوٹی سی بستی تھی وہاں پر ایک استاد اور ایک شاگرد کے ذریعے سے یہ کام شروع کیا پڑھانے والے بھی ملا محمود رحمۃ اللہ علیہ اور پڑھنے والے بھی محمود الحسن رحمۃ اللہ علیہ عمارت بھی نہیں تھی انار کے درخت کے نیچے کام شروع ہوا مگر یہ کام اتنا خاموشی سے شروع کیا گیا کہ اس کی طرف کسی کی توجہ ہی نہ گئی چنانچہ کئی سالوں کے بعد جب مسلمانوں کو آزادی ملی تو یہ علم کا ایک بڑا مرکز بن کر دنیا میں ظاہر ہوا۔

دار العلوم دیو بند کا سنگ بنیاد

چنانچہ شاہ عبدالغنی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد مولانا مملوک علی رحمۃ اللہ علیہ جو استاد کل کہلاتے ہیں۔ ان کے شاگرد مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ انہوں نے ۳۰ مئی ۱۸۶۷ء ۱۰ محرم الحرام کو دار العلوم دیو بند کا سنگ بنیاد رکھا۔ سنگ بنیاد بھی حضرت منے شاہ ایک بزرگ تھے جن کے ہاتھوں رکھوایا گیا جن کے بارے میں حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے اعلان کیا کہ جنہوں نے کبیرہ گناہ تو کیا کرنا کبیرہ گناہ کرنے کا پکا ارادہ بھی کبھی دل میں نہیں کیا۔ ایسے متقی اور پرہیز گار لوگوں سے دار العلوم کا سنگ بنیاد رکھوایا گیا۔ خواب میں نبی علیہ السلام نے دار العلوم کی جو حدود تھی اس کے بارے میں نشاندہی فرمائی۔ اور اس کے نتیجے میں دار العلوم کی بنیاد رکھی گئی۔

اصول ہشت گانہ

اصول ہشت گانہ بنا کر اس کی بنیاد توکل علی اللہ کو بنایا گیا۔ اللہ رب العزت پر نظر رکھنے کا یہ ایسا سبق پڑھایا کہ ہم کہہ سکتے ہیں یہ ادارہ اُسِّسَ عَلَی التَّقْوٰی کی بنیاد پر دنیا میں وجود میں آیا۔

پھر تم ہی تم رہو گے

اس ادارے میں تعلیم پانے والے جو دوسرے گروپ کے لوگ تھے ان میں حضرت اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے پر اتنے باخدا اہل اللہ تھے کہ ان کی نظر میں ہر وقت علم پر عمل

اخلاص کے ساتھ کرنا یہ چیز ہر وقت پیش نظر رہتی تھی۔ چنانچہ ان کی جب دستار بندی کے لیے تیاریاں ہوئیں تو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے پاس گئے اور آنکھوں سے آنسو آ گئے اور کہنے لگے حضرت ہم نے سنا ہے کہ مدرسے کی انتظامیہ ہماری دستار بندی کروانا چاہتی ہے۔ ہم طلباء اس لیے مل کر آئے ہیں ہماری دستار بندی نہ کروائی جائے ایسا نہ ہو کہ کہیں دارالعلوم کی بدنامی ہو جائے۔ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ ٹیک لگا کر بیٹھے تھے سیدھے ہو کر بیٹھے فرمانے لگے۔ اشرف علی تم اپنے استادوں کے سامنے ہوتے ہو تمہیں اپنا آپ نظر نہیں آتا۔ جب ہم نہیں ہونگے پھر تم ہی تم ہو گے اور واقعی مرد قلندر کی زبان سے یہ نکلی ہوئی بات وقت نے ثابت کر دی کہ ایک وقت تھا کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ رب العزت نے اس دین کے میدان میں کام کرنے کے لیے قبول فرما لیا۔

علماء دیوبند کی چند نمایاں صفات

علماء دیوبند کو اللہ رب العزت نے چند نمایاں صفات عطا فرمائیں۔ خوبیاں عطا فرمائیں ان کو سات مختلف انداز میں آپ کی خدمت میں پیش کیا جا سکتا ہے۔ ایک یہ ہے کہ ان کے دلوں میں اللہ رب العزت کی محبت اتنی تھی عظمت اتنی تھی کہ وہ شرک یا شرک سے متعلق کوئی بھی چھوٹی سی چیز کو قبول کرنے کے لیے ہرگز تیار نہیں ہوتے تھے اس کے لیے انہوں نے مستقل کام کیے چنانچہ شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ نے تقویۃ الایمان لکھی حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے براہین قاطعہ لکھی، حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فتاوی رشیدیہ میں شرک و بدعات کو ختم کرنے کے لیے صحیح عقائد کو کھلے ڈھلے الفاظ میں بیان فرما دیا۔

بت پرستی، شہوت پرستی، قبر پرستی، نفس پرستی کا خاتمہ

یہ وہ حضرات تھے کہ جنہوں نے اس دنیا سے بت پرستی، قبر پرستی، نفس پرستی، شہوت پرستی ہر قسم کے غیر کی پرستش کو ختم کر کے ایک خدا پرستی کی تعلیم کر کے دکھا دیا۔

اکابر علماء دیوبند رحمہم اللہ اور عشق رسالت صلی اللہ علیہ وسلم

دوسری صفت ان کی یہ تھی کہ ان کے دلوں میں نبی علیہ السلام کی محبت بہت مضبوط تھی دل ان کے نبی علیہ السلام کی محبت سے لبریز تھے۔ چنانچہ اکابرین علماء دیوبند رحمۃ اللہ علیہ میں سے صرف دو حضرات کی ایک دو باتیں یہ عاجز نقل کرتا ہے۔ ایک حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے فرماتے ہیں:

سب سے پہلے مشیت کے انوار سے نقش روئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم بنایا گیا
پھر اسی نقش سے مانگ کر روشنی بزم کون ومکاں کو سجایا گیا
وہ محمد بھی احمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی محمود بھی حسن مطلق کا شاہد بھی مشہود بھی
علم وحکمت میں وہ غیر محدود بھی ظاہراً امیوں میں اٹھایا گیا

اتنی محبت تھی نبی علیہ السلام سے کہ جب حرمین شریفین کی زیارت کے لیے مدینہ طیبہ حاضر ہوئے تو بیرِ علی سے سواری سے اتر کر جوتے اتار کر پیدل چلنا شروع کر دیا۔ نازک بدن تھے۔ پاؤں زخمی ہونے کا ڈر تھا قریب کے ساتھیوں نے کہا کہ حضرت کیوں آپ اس طرح ننگے پاؤں چل رہے ہیں۔ فرمایا کہ جس زمین پر میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم لگے ہوں قاسم نانوتوی کو زیب نہیں دیتا کہ جوتوں کے ساتھ اس زمین پر اپنے قدم رکھے۔

ایک شخص نے سبز رنگ کا جوتا پیش کیا آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ادب کی وجہ سے نہیں پہنا اس نے پوچھا حضرت اتنا قیمتی جوتا تھا آپ نے پہنا نہیں۔ فرمایا میرے دل نے گوارہ نہیں کیا کہ میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے گنبد کا رنگ بھی سبز ہو اور میں اس سبز رنگ کا جوتا اپنے پاؤں کے اندر پہن لوں۔ اتنا ادب کا خیال کرنے والے بزرگ تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ جب مدینہ منورہ حاضر ہوئے تو روضہ انور کو دیکھ کر فرماتے ہیں۔

دمکتا رہے تیرے روضہ کا منظر چمکتی رہے تیرے روضے کی جالی
ہمیں بھی عطا ہو وہ شوق ابوذر رضی اللہ عنہ ہمیں بھی عطا ہو روح بلالی رضی اللہ عنہ

فرماتے ہیں

امیدیں لاکھوں ہیں لیکن بڑی امید ہے یہ کہ ہو سگانِ مدینہ میں نام شمار
جیوں تو ساتھ فیضان حرم کے تیرے پھروں، مروں تو کھائیں مدینہ کے مجھ کو مرغ و مار

ایک مرتبہ نبی علیہ السلام کی خدمت میں یہ عاجزانہ سلام کر کے باہر تشریف لائے تو لوگوں نے دیکھا کہ چہرہ بڑا پرانوار پوچھا کہ حضرت آج تو کچھ عجیب کیفیات ہیں حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ نے شعر میں جواب دیا فرماتے ہیں

میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا مجھ پر اتنا کرم تھا
بھر دیا میرا دامن پھیلانے سے پہلے
یہ اتنے کرم کا عجب سلسلہ ہے
نشہ رنگ لایا پلانے سے پہلے

جب مدینہ طیبہ سے واپس آنے لگے تو گنبد خضریٰ پر نظر ڈال کر شعر فرماتے ہیں:

ہزاروں بار تجھ پر اے مدینہ میں فدا ہوتا
جو بس چلتا تو مر کر بھی نہ میں تجھ سے جدا ہوتا

در کسے جام شریعت در کسے سندان عشق

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ ان کو اللہ رب العزت نے عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک خاص شان عطا فرمائی تھی۔ چنانچہ ان کا واقعہ ہے کہ اپنے طلباء کو حدیث پاک کا درس دے رہے تھے اچانک بارش شروع ہوگئی بارش کی وجہ سے طلباء اپنی کتابیں لے کر کمرے میں چلے گئے اور ان کے جوتے اسی جگہ پڑے رہے۔ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا رومال بچھایا اور ان طلباء کے جوتے اس میں ڈالے گٹھڑی باندھی، اپنے سر پر اٹھائی اور لے کر کمرے میں تشریف لائے۔ جب طلباء نے دیکھا کہ ہمارے شیخ الحدیث ہمارے جوتے سر پر اٹھا کر لا رہے ہیں۔ چیخیں نکل گئیں حضرت آپ نے یہ کیا کیا؟ آگے سے جواب دیا کہ جو لوگ قال اللہ، قال رسول اللہ پڑھتے ہیں رشید احمد ان کے جوتے نہ اٹھائے تو اور کیا کرے؟
تو اللہ رب العزت نے ان کو عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک خاص شان عطاء فرمائی تھی۔ تو

ایک ہاتھ میں یوں سمجھئے توحید تھی اور دوسرے ہاتھ میں ان کے عشق رسالت ﷺ۔

درکفے جام شریعت در کفے سندان عشق

علمائے دیوبند کے علمی کمالات

علمائے دیوبند کے علمی کمالات اس قدر ہیں کہ انسان ان کے علم کے بارے میں پڑھ کر حیران ہو جاتا ہے۔

حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ مقبرہ شاہ جہاں میں تشریف لے جاتے اور تمام مذاہب والوں کے سامنے دین اسلام کی حقانیت کو واضح فرماتے حتی کہ کتنے لوگ تھے جو ان کے اس بیان کو سن کر اسلام کے دامن میں داخل ہو جاتے تھے۔

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ جب درس قرآن دیتے تو ان کے شاگرد خواص خلیفہ خاص حضرت مولانا یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ ' حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کے والد گرامی وہ سنتے اور اسی وقت اس درس کو عربی میں منتقل کرتے چلے جاتے بعد میں جب یہی نوٹ اکھٹے ہوئے تو کوکب الدری اور لامع الدراری دو کتابیں انہیں نوٹس کے ساتھ وجود میں آ گئیں۔

حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ اپنی کتابوں کو سردی کے موسم میں دھوپ لگوانے کا ارادہ فرمایا کہ نمی کی وجہ سے مخطوطہ کتابوں کے ضائع ہونے کا ڈر ہوتا ہے۔ اس زمانے میں تو اتنے زیادہ چھاپے خانے بھی نہیں ہوتے تھے۔ جب انہوں نے کتابیں باہر دھوپ میں لگوائیں تو طالب علم نے کہا حضرت ایک کتاب کے صفحے دیمک نے کھا لیے فرمایا کہ بھائی اس پر سادہ کاغذ جوڑ کر اس کی عبارت کو مکمل کر دو اس نے کہا حضرت یہ کتاب تو میں نے پچھلے سال پڑھی تھی زبانی عبارت تو یاد نہیں فرمایا بس پچھلے سال پڑھی تھی اور زبانی یاد ہی نہیں بتاؤ کتاب کونسی ہے۔ اس نے کہا حضرت میبذی ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جس سے آگے عبارت جو منقطع ہوگئی اس نے وہ عبارت کے الفاظ پڑھے حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے تمام صفحوں کو زبانی لکھوا کر مکمل کروا دیا۔

حضرت انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کا حافظہ

حضرت کاشمیری رحمۃ اللہ علیہ جب بہاولپور میں ختم نبوت میں تشریف لائے تو اس وقت قادیانیوں نے ایک کتاب کی عبارت پیش کی اس عبارت کو پڑھنے سے یوں محسوس ہوتا تھا کہ اکابر اہل سنت کے موقف سے ہٹ کر قادیانیوں کا جو موقف ہے گویا وہ ٹھیک ہے اس عبارت سے یوں ثابت ہوتا ہے اب انہوں نے کتاب بھی دکھائی جج نے کہا کتاب بھی ٹھیک اور عبارت بھی یہی بنتی ہے۔ حضرت کاشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے کہ میں ایک طالب علم ہوں یہ دھوکہ دینا چاہتے ہیں میں اس کے دھوکے میں نہیں آؤں گا میں نے یہ کتاب ستائیں سال پہلے پڑھی تھی۔ یہ کتاب ذرا مجھے دکھایئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب لے کر پڑھی اور فرمایا کہ لکھنے والے نے اس میں سے ایک لائن پوری کی پوری حذف کر دی ہے پچھلی عبارت جب اگلی سے ملا کر پڑھی جاتی ہے تو وہ بات ثابت ہوتی ہے۔ جو یہ کہتے ہیں دوسری کتاب منگائی جائے جب دوسری کتاب منگائی گئی تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے کہنے کے مطابق درمیان میں سے وہ ایک لائن حذف پائی گئی۔ اس نے پوچھا کہ حضرت آپ کو یہ بات کیسے یاد رہ گئی۔ فرمایا ستائیس سال پہلے پڑھا تھا آج بھی وہی عبارت میرے ذہن میں پوری طرح منقش تھی۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا علمی مقام

حضرت اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے نبی علیہ السلام کی محبت میں نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب صلی اللہ علیہ وسلم کتاب لکھی۔ چنانچہ ان کا ایک بڑا کارنامہ یہ ہے۔ دوسرے کارناموں کے ساتھ کہ انہوں نے تصوف وسلوک کو قرآن مجید سے ثابت فرمایا چنانچہ سلوک کے مسائل جو انہوں نے اپنی تفسیر میں بیان فرمائے وہ ایسی چیز ہے کہ جو ایک نمایاں حیثیت رکھتی ہے۔ حضرت کاشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی عادت مبارکہ تھی کہ اردو کی کتابیں اور تفسیر میں پڑھنے سے اپنے طلباء کو ابتداء میں منع فرما دیتے تھے۔ لیکن جب بیان القرآن

ان کی نظر سے گزری تو فرماتے ہیں کہ اس کو دیکھنے کے بعد حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ علم اردو میں منتقل ہو گیا۔ اب میں طلباء کو اردو کتابیں پڑھنے سے منع نہیں کروں گا گویا پہلے عربی کی تفاسیر پڑھی جاتی تھیں اب اس بیان القرآن کی عظمت کو دیکھ کر انہوں نے گویا اردو کی تفسیر پڑھنے کی بھی اجازت عطا فرما دی اس سے ان کے علمی مقام کا اندازہ لگالیں۔

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا درس حدیث

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کئی مرتبہ اپنے اجلاس سے رات کو تین بجے آتے تو طلباء دربان سے یہ کہہ کر سوتے کہ جب بھی حضرت رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائیں آپ ہمیں جگا دیجئے گا۔ چنانچہ اتنی دیر حضرت رحمۃ اللہ علیہ دو رکعت تحیۃ المسجد ادا فرماتے اتنی دیر دربان طلباء کو جگا دیتا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سلام پھیرتے پیچھے درس حدیث کی پوری کلاس آپ رحمہ اللہ کی منتظر ہوتی رات کے تین بجے حضرت مدنی رحمہ اللہ درس حدیث دیا کرتے۔

حضرت مولانا یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ کی علمی مشغولیت

حضرت مولانا یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ کو حماسہ، متنبی، نفح الیمین زبانی یاد تھیں بلکہ قیصدہ بردہ زبانی یاد تھا۔ سلم دو سو مرتبہ تسبیح کے ساتھ انہوں نے اس کو پڑھا۔ ایک دفعہ دل میں خیال آیا کہ کبھی فرصت ہوتی تو سردی کے موسم میں دھوپ میں بیٹھ کر گنا چوسیں گے اتنی علمی مصروفیت کہ ۱۸ سال ان کو گنا چوسنے کی فرصت نہ مل سکی۔ یہ اکابرین علماء دیوبند رحمہم اللہ کا علمی مقام تھا۔

علماء دیوبند کی علمی خدمات

حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ آریا سماج تحریک کے خلاف جو کام کیا اس کے بڑھتے طوفان کو انہوں نے بند کر دیا۔

حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے مالٹا کی جیل میں جا کر تفسیر لکھی۔

حضرت کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے بخاری کی شرح لکھی۔

حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۸ سال مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں درس حدیث دیا۔

حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے احیاء السنن لکھی۔

پنجاب یونیورسٹی میں ایک کتاب ہے، جس میں لکھا ہے کہ حضرت اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے دین اسلام پر 2800 کتابیں لکھی ہیں۔ چنانچہ انہوں نے اس پر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی کتب پر لسٹ بھی دی ہے۔

حضرت رحمہ اللہ کے نام کے اوپر اس میں لسٹ دی گئی کہ حضرت نے ۲۸۰۰۱ کتابیں دین اسلام پر لکھیں۔

حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے بَذْلُ الْمَجْهُود لکھی۔

حضرت مولانا الیاس رحمۃ اللہ علیہ نے دعوت وتبلیغ کا کام شروع کیا جو اس وقت الحمد للہ ۱۸۰ سے بھی زیادہ ملکوں میں پھیلا ہوا ہے۔

حضرت مولانا زکریا رحمۃ اللہ علیہ نے فضائل اعمال لکھی جس کو اللہ نے ایسی قبولیت دی کہ آج قرآن مجید کے بعد سب سے زیادہ دنیا میں پڑھی جانے والی کتاب ہے۔ تو علماء دیوبند رحمہم اللہ کے علمی کمالات جو تھے اس کی وجہ سے علمی خدمات بھی سرانجام دیں اور یہ ثابت کر دیا کہ علماء دیوبند رحمہم اللہ ہر میدان میں دین کو صحیح انداز میں امت کے سامنے پیش کرنے والے ہیں۔

علماء دیوبند رحمہم اللہ کے تاریخی کارنامے

انہوں نے یہ ثابت کر دیا کہ مولویت نام ہے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی فقاہت کا

مولویت نام ہے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی جرأت کا

مولویت نام ہے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی استقامت کا

ابن دینار رحمۃ اللہ علیہ کی اتباع سنت کا

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی صفائی قلب کا

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی بصیرت کا

شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت کا

حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی حکمت کا

حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی وجاہت کا

اور حضرت حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی عظمت کا

﴿اُولٰئِكَ اٰبَائِیْ فَجِئْنِیْ بِمِثْلِهِمْ اِذَا جَمَعَتْنَا یَا جَرِیْرُ الْمَجَامِعُ﴾

علماء دیوبند رحمہم اللہ کی جو علمی خدمات ہیں ان میں ایک بڑی خدمت ان کی یہ کہ انہوں نے باطل کے خلاف ہر محاذ پر مقابلہ فرمایا۔

علماء دیوبند رحمہم اللہ کے مجاہدانہ کارنامے

اگر ان اکابر کے حالات زندگی پوچھنے ہیں تو ذرا مالٹا کے در و دیوار سے پوچھئے کہ شیخ الہند رحمہم اللہ کی شخصیت کیسی تھی۔

دینا ہال کراچی کے در و دیوار سے پوچھئے کہ حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی جرأت کیسی تھی؟

جزیرہ انڈمان سے پوچھئے کہ مولانا جعفر خان تھانیسری رحمۃ اللہ علیہ کی عظمت کیا تھی۔

بالاکوٹ کے سنگریزوں سے جا کر پوچھئے کہ شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی شجاعت کیسی تھی؟

میاں والی اور سکھر کی جیلوں سے جا کر پوچھئے کہ عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے اندر استقامت کتنی تھی؟

اگر علماء دیوبند رحمہم اللہ کی علمی خدمات دیکھنی ہیں تو دہلی سے لے کر پشاور تک خیبر جرنیلی سڑک دونوں طرف جو درخت بڑے بڑے موجود ہیں ذرا ان درختوں سے داستانیں پوچھ لیجئے کہ علماء دیوبند رحمہم اللہ کو جب پھانسی پر تمہارے اوپر لٹکا دیا گیا تو اس وقت تم نے ان میں کیسی استقامت دیکھی تھی بلکہ پھانسی گروں کے ان پھندوں سے جا کر پوچھئے کہ تمہیں کن لوگوں نے چوم کر اپنے سینے سے لگایا اور اللہ کے نام پر پھانسی کے اوپر چڑھ کر ثابت کر دیا کہ ہم اپنی جان تو قربان کر سکتے ہیں لیکن اپنے ایمان کا سودا نہیں کر سکتے۔

کفرناچا جن کے آگے تگنی کا ناچ
جس طرح جلتے توے پر ناچ کرتا ہے سپند
ان میں قاسم ہو یا انورشاہ کہ محمود الحسن
سب کے دل تھے دردمند اور سب کی فطرت ارجمند

علماء دیوبند رحمہم اللہ اسلاف کی سچی نسبت کے امین

علمائے دیوبند کی ایک اور خوبی کہ ان کو اپنے اسلاف کے ساتھ سچی نسبت تھی اور یہ نسبت ایسی پکی تھی کہ اس کی چند مثالیں بڑی حیران کن ہیں۔ ذرا توجہ فرمایئے گا کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں درس حدیث دیا علماء دیوبند رحمہم اللہ میں سے حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کا روحانی وارث بن کر دکھایا' اور مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر ۱۸ سال درس حدیث دیا۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو دفن کیا گیا تو ان کی قبر سے خوشبو آئی چنانچہ ان کے روحانی فرزند حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ جب ان کو دفن کیا گیا میانی شریف کے قبرستان میں تو ان کی قبر سے بھی خوشبو آئی تھی۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ انہوں نے مسئلہ خلق القرآن میں استقامت کی وہ مثال پیش کر دی کہ دنیا حیران ہے ان کے روحانی فرزند حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے مالٹا کے اندر استقامت کی وہی مثال پیش کر دی۔ چنانچہ جب ان کو فرنگی سزائیں اور ان کو راتوں کو درد ناک سزائیں دیتا۔ اس وقت بے قرار ہوتے اور اپنے شیخ سے عرض کرتے حضرت کوئی ایسی بات فرما دیجئے جس سے یہ آپ کو سزا نہ دیں تکلیف نہ پہنچائیں مگر شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہرگز نہیں ایک مرتبہ دو چار شاگردوں نے مل کر سب کے سب نے عرض کیا۔ حضرت اب تکلیف ہم سے نہیں دیکھی جاتی کوئی تو آپ ایسی بات کر دیں آخر امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الحیل لکھی کوئی حیلہ کوئی ذو معنی لفظ استعمال کر لیجئے تا کہ آپ کو یہ تکلیف نہ پہنچے۔ اس وقت حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ اٹھ کر بیٹھ گئے فرمانے لگے حسین احمد مدنی تم مجھے کیا سمجھتے

ہو۔ میں روحانی بیٹا ہوں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا' میں وارث ہوں حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کا' میں روحانی بیٹا ہوں بی بی سمیہؓ کا' میں روحانی بیٹا ہوں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا' میں روحانی بیٹا ہوں احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا' یہ لوگ میرے جسم سے جان تو نکال سکتے ہیں لیکن میرے دل سے ایمان کو نہیں نکال سکتے۔ شاعر نے ان الفاظ میں بیان کیا

حالات کے قدموں میں قلندر نہیں گرتا
ٹوٹے جو ستارہ تو زمین پر نہیں گرتا
گرتے ہیں سمندر میں بڑے شوق سے دریا
لیکن کسی دریا میں سمندر نہیں گرتا

تکوینی نسبتیں

بعض چیزیں انسان کے بس میں نہیں ہوتیں تکوینی انداز سے پیش آتی ہیں مگر اس سے نسبت کے سچے ہونے کے ثبوت ملا کرتے ہیں۔ کہ حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ اللہ نے ان کو بڑی فقاہت دی تھی اور بہت علم عطا فرمایا تھا۔ ان کی وفات ۱۲۳۹ھ میں ہوئی۔ حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ نے تقویۃ الایمان لکھی شرک کی جڑیں اکھاڑ کر رکھ دیں پورے ایک ۱۰۰ سال کے بعد حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ جنہوں نے براہین قاطعہ لکھی ان کی ۱۳۴۶ھ میں وفات ہوتی ہے۔ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ جن کی فقاہت آج تمام علماء پر ظاہر ہے کہ فتاوی شامی ہر دارالافتاء کے اندر موجود ہوتا ہے۔ ان کی وفات ۱۲۵۲ھ میں ہوئی۔ ٹھیک ایک سو سال کے بعد ۱۳۵۲ھ میں حضرت کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ہوئی یہ تکوینی نسبتیں ہیں جو اللہ نے وارثوں کو ان کے مورث کے ساتھ عطا فرمادی۔ ان کے اکابر کے ساتھ عطا فرمادی۔

چنانچہ ایک توجہ طلب بات ہے۔ ۱۸۲۸ء یکم مئی اتوار کا دن پشاور کے چوک میں شاہ اسمعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ نے کھڑے ہو کر شریعت کے نفاذ کا اعلان کیا تھا۔ اور ۱۹۷۲ء یکم مئی اتوار کا دن بنتا ہے جب حضرت مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ نے اسی چوک کے اندر شراب کی بندش کا اعلان فرمایا۔

پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا

کچھ باتیں انسان کے اختیار میں ہوتی ہیں اور کچھ اختیار میں نہیں ہوتیں ان میں بھی اگر دیکھا جائے تو اللہ رب العزت نے ہمارے اکابرین علماء دیوبند کو اپنے اکابر کے ساتھ سچی نسبتیں عطا فرمائیں چنانچہ ہر مومن کے دل میں تڑپ ہوتی ہے کہ مجھے نبی علیہ السلام کے قدموں میں جگہ مل جائے جنت البقیع میں جگہ مل جائے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ جیسے اکابر اس کے لیے تڑپتے تھے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ دعا مانگتے تھے اے اللہ مجھے شہادت کی موت عطا فرما اور مدینہ میں دفن ہونے کی سعادت نصیب فرما یہ وہ سعادتیں ہیں۔ یہ سعادتیں بھی اللہ رب العزت نے ہمارے علماء دیوبند کو عطاء فرمائیں چنانچہ حضرت حاجی امداد اللہ مکی رحمۃ اللہ علیہ مہاجر مکہ مکرمہ میں جنت معلیٰ میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے ایک طرف دفن ہوئے ان کے بعد حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے بیٹے وہ بھی جنت معلیٰ میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے قدمین کی طرف دفن ہوئے پھر باقی حضرات مولانا بدر عالم رحمۃ اللہ علیہ جو علماء دیوبند میں سے ایک نمایاں مقام رکھنے والے بزرگ تھے۔ ان کے شاگرد تھے۔ ان کی وفات بھی مدینہ طیبہ میں ہوئی۔ چنانچہ جنت البقیع میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پہلو میں دفن ہوئے۔ حضرت مولانا عبد الغفور مدنی رحمۃ اللہ علیہ ان کی بھی وفات مدینہ طیبہ میں ہوئی جنت البقیع میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دائیں جانب دفن ہوئے۔ حضرت خلیل احمد میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ ان کی وفات بھی مدینہ طیبہ میں ہوئی اور حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ جو نبی علیہ السلام کے فرزند ارجمند تھے ان کے قدموں میں وہ دفن ہوئے اسی طرح قاری شیر محمد رحمۃ اللہ علیہ ان کو بھی مدینہ طیبہ میں وفات ہوئی جنت البقیع میں وہ بھی سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے قدمین کی طرف ہیں۔ اس طرف ان کی تدفین ہوئی۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمۃ اللہ علیہ ان کی بھی وفات مدینہ طیبہ میں ہوئی اور ان کی تدفین شہداء احد کے قریب ہوئی۔

دیکھئے یہ عشاق رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جنہوں نے زندگیاں بھی قال اللہ قال رسول اللہ میں گزار دیں اور جب ان کی وفات ہوئی تو اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں جگہ پائی کسی

شاعر نے کہا:

آقا تیری معراج کہ تو لوح وقلم تک پہنچا
اور میری معراج کہ میں تیرے قدم تک پہنچا

علمائے دیو بند کو اللہ رب العزت نے روحانی کمالات بھی بڑے عطا فرمائے تھے۔ چنانچہ یہ حضرات خشک ملاں نہیں تھے بلکہ صفائی باطن کا کام کرنے والے چنانچہ جب مسند حدیث پر بیٹھتے تھے تو عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ اور قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نظر آتے تھے اور جب مسند ارشاد پر بیٹھتے تھے تو وقت کے جنید رحمۃ اللہ علیہ اور بایزید رحمۃ اللہ علیہ نظر آیا کرتے تھے۔ جیسے ابھی تھوڑی دیر پہلے کسی بزرگ نے فرمایا کہ دارالعلوم دیو بند کے مہتمم سے لے کر دربان تک سب کے سب صاحب نسبت ہوا کرتے تھے چنانچہ شیخ الحدیث مولانا انظر شاہ رحمۃ اللہ علیہ ان سے اس عاجز کی ملاقات دارالعلوم دیو بند میں ہوئی تو انہوں نے یہ بات اس عاجز کو بتائی فرمانے لگے کہ دارالعلوم کے پہلے پچاس سال میں جو بھی بچہ دارالعلوم سے فراغت حاصل کرتا تھا اس کو سند تو دے دی جاتی تھی مگر اس کی دستار بندی اس وقت کروائی جاتی تھی جب کسی نہ کسی بزرگ سے صاحب نسبت بھی ہو جاتا تھا پھر دارالعلوم کی انتظامیہ نے مشورہ کیا شوری نے کہ اس طرح تو طلباء کا بہت سارا وقت لگ جاتا ہے۔ دس سال پڑھنے میں لگائیں پھر دو چار سال کسی شیخ کی خدمت میں لگائے اب ان کو موقع دینا چاہیے یہ اپنے گھروں پر جا کر قریب کے کسی شیخ سے بیعت کی نسبت حاصل کریں اور یہ محنت وہاں کر لیا کریں تو پچاس سال کے بعد پھر جو تعلیمی امتحان پاس کرتا تو اس کی دستار بندی کروانی شروع ہوگئی اسی لیے اگر کسی آدمی کو فلسفہ اور منطق پر ناز ہے تو حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کو دیکھے کہ وہ صاحب نسبت تھے اگر کسی کو اپنی فقاہت پہ ناز ہے تو حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کو دیکھے۔ کسی کو اقامت دین کی کوششوں پہ ناز ہے تو حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کو دیکھے۔ کسی کو اپنی تصنیف وتالیف پہ ناز ہے تو حضرت اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کو دیکھے۔ اگر کسی کو اپنی ذہانت پر ناز ہے تو' حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کو دیکھے۔ اگر کسی کو اپنے تقوی پر ناز ہے تو

حضرت مولانا مظفر حسین کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کو دیکھے۔ کسی کو اپنی توحید پر ناز ہے تو حضرت شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کو دیکھے۔ کسی کو اپنے جذبہ دعوت و تبلیغ پہ ناز ہے حضرت مولانا الیاس رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کو دیکھے اگر کسی کو ادب اور عربیت پر ناز ہے تو حضرت مولانا سید سلمان ندوی (رحمہ اللہ کی زندگی کو دیکھے اگر کسی کو سحر تقریر پہ ناز ہے تو اس کو چاہیے کہ امیر شریعت حضرت مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کو دیکھے۔ اگر کسی کو فرنگی کے خلاف اپنی آزادی کی تحریکوں پہ ناز ہے تو حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کو دیکھے یہ وہ حضرات تھے جنہوں نے ہر محاذ پہ کام کر کے بتا دیا کہ ہم ظاہر میں بھی دین کا کام کر رہے ہیں اور باطن میں نسبت کا نور بھی رکھتے ہیں۔ لہٰذا یہ نسبت کا نور رکھنے والے وہ اکابر تھے جن کو اللہ نے دین کی خدمت کے لیے قبول فرما لیا تھا۔ چنانچہ امیر شریعت عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ مجھے یوں محسوس ہوتا ہے کہ صحابہ کرامؓ کا قافلہ جا رہا تھا ان میں سے اللہ رب العزت نے چند روحوں کو پیچھے روک لیا اور ہمارے زمانے میں پیدا فرما دیا تاکہ متاخرین مقتدمین کی زندگیوں کے نمونے اپنی زندگی کے اندر دیکھ سکیں اللہ رب العزت نے ان کو وہ قدسی نفوس بنا دیا تھا۔

علمائے دیوبند کی نسبت

دیوبند کی علمی نسبت نبی علیہ السلام تک پہنچتی ہے۔ عزیز طلباء ہمارے یہ اکابر اپنی علمی نسبت میں بڑے مضبوط اور پکے تھے چنانچہ ذرا توجہ فرمایئے حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے درس حدیث حاصل کیا جن سے حضرت شاہ عبدالغنی مجددی رحمۃ اللہ علیہ نے انہوں نے یہ نور حاصل کیا شاہ اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ سے انہوں نے حاصل کیا شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سے انہوں نے حاصل کیا۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے انہوں نے حاصل کیا۔ شیخ ابوطاہر مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے انہوں نے حاصل کیا۔ علامہ محمد بن احمد رحمۃ اللہ علیہ صاحب مجمع البحار رحمۃ اللہ علیہ سے انہوں نے حاصل کیا۔ شیخ عصام الدین رحمۃ اللہ علیہ صاحب کنز الاعمال سے انہوں نے حاصل کیا ربیع بن سعید رحمۃ اللہ علیہ سے انہوں نے حاصل کیا ابوعیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ سے انہوں نے حاصل کیا امام

بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے انہوں نے حاصل کیا۔ محدث یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ سے انہوں نے حاصل کیا۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ جبکہ منصف بالحدیث کا لقب دیا گیا۔ جو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے۔ ان سے حاصل کیا۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے امام حماد سے حاصل کیا اور انہوں نے عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے حاصل کیا۔ اور عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث کا نور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کیا۔ ہمارے اکابرین کی یہ علمی نسبت اتنی پکی سچی اور مضبوط ہے کہ اللہ رب العزت ہمارے اکابرین کو ہماری طرف سے بہترین جزائے خیر عطا فرمائے کہ جنہوں نے ہمیں اپنے پیچھے چلانے کی بجائے شریعت کی روشن راہ کے اوپر چلا کر دکھا دیا۔

آخری بات ذرا توجہ فرمایئے کہ اللہ رب العزت نے اس فقیر کو دین کی نسبت سے دنیا کے کئی ممالک میں سفر کی توفیق عطا فرمائی مشرق دیکھا مغرب دیکھا امریکہ دیکھا' افریقہ دیکھا وہ علاقہ بھی دیکھا جہاں چھ مہینے کا دن چھ مہینے کی رات وہ جگہ دیکھی جہاں پر لکھ کر گورنمنٹ نے لگایا ہے End of the world یہ دنیا کا آخری کنارہ ہے سائبیریا کی وہ جھلکیں دیکھیں جہاں پر سارا سال لوگ برفانی گھروں کے اندر برف کے بنے گھروں کے اندر زندگی گزارتے ہیں افریقہ کے جنگلوں میں جا کر زندگی کو دیکھا لیکن یہ عاجز اتنی بات باوضو بیٹھ کر مسجد میں عرض کرتا ہے کہ یہ عاجز دنیا میں جہاں بھی گیا۔ وہاں پر علمائے دیوبند کا کوئی نہ کوئی روحانی فرزند پہلے ہی بیٹھا دین کا کام کرتا نظر آیا۔

یہ علم و ہنر کا گہوارہ تاریخ کا وہ شہ پارہ ہے
ہر پھول یہاں اک شعلہ ہے ہر سرو یہاں مینارہ ہے
عابد کے یقین سے روشن ہے سادات کا سچا صاف عمل
آنکھوں نے کہاں دیکھا ہوگا اخلاص کا ایسا تاج محل
کہسار یہاں دب جاتے ہیں طوفان یہاں رک جاتے ہیں
اس کاخ فقیری کے آگے شاہوں کے محل جھک جاتے ہیں

یہ علم وہنر کا گہوارہ تاریخ کا وہ شہ پارہ ہے
ہر پھول یہاں اک شعلہ ہے ہر سرو یہاں مینارہ ہے

اللہ رب العزت ہمیں ساری زندگی ان اسلاف کی تعلیمات کی روشنی میں زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ انہیں کے قدموں میں ہمیں جگہ عطا فرمادے۔
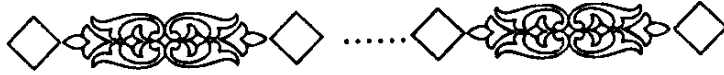
اپنے من میں ڈوب کر پا جا سراغ زندگی
تو اگر میرا نہیں بنتا نہ بن اپنا تو بن

پا جا سراغِ زندگی

از افادات

پیر طریقت رہبر شریعت مفکر اسلام

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہ

E.mail:darulmutaliah@yahoo.com
Phone:062-2442059

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ؕ
ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ سے شدید محبت ہوتی ہے

محبت الٰہی کی حقیقت

- محبت الٰہی کی حقیقت
- محبت الٰہی کے فطری تقاضے
- محبت الٰہی بڑھانے کے اسباب
- محبت الٰہی کا انعام
- محسن حقیقی سے محبت
- محبت الٰہی کے چند اہم واقعات

محبوب العلماء والصلحاء دنیائے اسلام کے عظیم روحانی پیشوا
حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مدظلہم

شعبہ تحقیق وتصنیف
دار المطالعہ
بالمقابل جامع مسجد اللہ والی حاصل پور شہر ضلع بہاولپور پاکستان
E.mall:darulmutallah@yahoo.com
Phone:062-2442059

E.mail:darulmutaliah@yahoo.com
Phone:062-2442059